ڈاکٹر خواجہ عبدالحمید عرفانی

اقبالؒ اکادمی، کراچی

فہرست مضامین

ممتاز حسن کے نام

یہ کتاب اقبال کے متعلق اہل ایران کے تاثرات کا مختصر مجموعہ اور میری ایران میں سات سالہ زندگی کی بہترین اور شیرین ترین یادگار ہے۔ میں اسکو ایک ایسے نام سے منسوب کرتا ہوں جسکے ذکر سے میری نگاہ میں اقبالیات کی فضا ایک رویا آفریں زیبائی میں محو ہوجاتی ہے اور اقبال کا تاثر اور سوز و گداز تجسم پیدا کرلیتا ہے۔ اجازت دیجئے کہ اس یادگار کو آپ کے نام نامی سے منسوب کروں۔

حمید عرفانی

	تصاویر	بالعکس صفحه

تعارف

اس تعارف سے ہمارا مقصد کتاب کے موضوع اور صاحب کتاب سے قارئین کا تعارف ہے۔ کتاب کا عنوان اسکے موضوع پر روشنی ڈالتا ہے اور قارئین کی توجہ اسکی ظاہری صورت سے ہی اسکے مطالب کی طرف منعطف ہوتی ہے.

اس موضوع پر اردو زبان میں آج تک کوئی کتاب موجود نہیں تھی اور اسکا سبب یہ تھا کہ کوئی شخص پاکستان میں بیٹھ کر اس موضوع پر قلم نہیں اٹھا سکتا تھا. اسلئے ہمارے لئے یہ بھی ضروری ہوجاتا ہے کہ ہم کتاب کے ساتھ صاحب کتاب کو بھی قارئین کے سامنے پیش کریں.

۱۹۴۷ء میں دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت پاکستان کے نام سے وجود میں آئی اور ایران سے صدیوں کے ٹوٹے ہوئے سیاسی اور تمدنی تعلقات از سر نو قائم ہوئے اور ۱۹۴۹ میں ڈاکٹر خواجہ عبدالحمید عرفانی پریس اور کلچرل اتاشی کی حیثیت سے ایران گئے. اگرچہ اس سے قبل بھی انگریزوں کی حکومت کے زمانہ میں حکومت ہند کیطرف سے کلچرل نمایندہ کے طور پر ایران میں رہ چکے تھے لیکن انکی موجودہ حیثیت نہ صرف جداگانہ تھی بلکہ پاکستانی ہونیکی حیثیت سے ممتاز بھی تھی. انہوں نے قیام پاکستان کے بعد ایران میں اپنے ہفت سالہ قیام کے دوران میں جس تن دھی اور جس خوبی سے کام کیا وہ انہیں کا حصہ ہے۔ ڈاکٹر عرفانی کی ایرانیوں میں بینظیر ہر دلعزیزی کا بیان میرے بس کی بات نہیں لیکن ۱۹۵۳ میں جب میں پاکستانی ثقافتی وفد کے ہمراہ کراچی یونیورسٹی کے نمایندہ کی حیثیت سے گیا

رومیؔ و اقبال

اور خانم ڈاکٹر کاظمی ،،رومی، عصر کے مقدمہ میں فرماتی ھیں۔

تو زکشمیر و خاک پاکستان ارمغانی برای ایرانی

ڈاکٹر عرفانی کی متعدد منثور و منظوم تالیفات ایران میں مقبولیت حاصل کرچکی ھیں۔ جن میں سے چند ایک کے نام یہ ھیں۔

۱— رومی عصر یا شرح احوال و آثار اقبال

۲— شرح احوال و آثار ملک‌الشعراء بہار

۳— ایران صغیر یا تاریخ شعراء پارسی گوی کشمیر

۴— فارسی امروز

۵— حدیث عشق و رباعیات عرفانی

لیکن ،،رومی عصر،، جسمیں اقبال کے کلام و پیام کو پیش کیا گیا ھے ابتک کئی بار چھپ چکی ھے اور اس کتاب کی مقبولیت ایران میں اقبال کی مقبولیت کو ظاھر کرتی ھے۔

عرفانی صاحب کو میں بچپن سے جانتا ھوں۔ ھم ایک جگہہ رھے ساتھ کھیلے ھیں ساتھ ھی پڑھا ھے اور اپنی زندگی کے ابتدائی قیمتی لمحات ساتھ گذارے ھیں۔ ۱۹۲۳ میں عرفانی علامہ اقبال کی اسرار و رموز چکوال ھائی سکول کے بزم اقبال کے جلسوں میں اپنی مخصوص لے میں ھمیں سنایا کرتے تھے۔

اسکے بعد جنوری ۱۹۳۰ میں جب میں علی گڑھ میں زیر تعلیم تھا وہ لاھور سے محض مجھ سے ملنے کیلئے آئے۔ اسکے بعد میری ملاقات انسے تہران میں ۱۹۵۳ میں ھوئی جسکا ذکر کر چکا ھوں:

تو میں نے ایران کے ادبی حلقوں میں انکی بڑی قدر و منزلت دیکھی بالخصوص اونچے طبقہ کے لوگ بھی انکی وضعداری ، راست گفتاری، سخن سنجی اور معاملہ فہمی اور ایران دوستی کے معترف تھے. اس ضمن میں یہ ذکر کرنا مناسب ہوگا کہ مرحوم ملک‌الشعرا بہار عرفانی کو نہایت محبت اور احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور انکی مندرجہ ذیل دو بیتی جو انہوں نے بیماری کی حالت میں اپنی وفات سے کچھ عرصہ پہلے کہی ایران میں زبان زد عام و خاص ہے۔

دوش آمد پی عیادت من　　ملکی در لباس انسانی
گفتمش چیست نام پاک تو، گفت　　خواجہ عبدالحمید عرفانی

اسکے علاوہ استاد سعید نفیسی نے ارمغان پاک کے مقدمہ میں عرفانی کو ادبیات فارسی معاصر کے ''ارکان'' میں شمار کیا ہے۔ اپنے مقالات اور تحریرات میں استاد نفیسی، ڈاکٹر خطیبی، ڈاکٹر منوچہر اقبال، ڈاکٹر شفق، صادق سرمد، آقای حجازی، ڈاکٹر کاظمی اور دیگر ایرانی مشاہیر نے عرفانی کو جو خراج تحسین پیش کیا ہے، وہ اس مختصر تعارف کی حدود میں نہیں سما سکتا۔

اقبال کو ایران میں روشناس کرانے میں جو خدمت عرفانی نے انجام دی ہے اسکے متعلق ایران کے مشہور عالم اور ادیب ڈاکٹر رضا زادہ شفق کی نظم کا ایک بند پیش کرتا ہوں :

آنکہ اقدام مقبلان کردہ　　شعر اقبال را بیان کردہ
دفتر خویش از گل عرفان　　پاک محسود گلستان کردہ
مسلک عارفان ایران را　　بہر پیر و جوان عیان کردہ
شاعر دلنشین پاکستان　　پیش صاحبدلان نشان کردہ
گر بپرسی ز نام او کہ چنین　　کار نیکی درین زمان کردہ
من نمی گویمت تو خود دانی　　خواجہ عبدالحمید عرفانی

رگ و ریشه میں سرایت کر گئی ہے وہ فارسی بولتے اور لکھتے تو ہیں ہی لیکن وہ جب کبھی اردو بولنے یا لکھنے کی کوشش کرتے تو بھی اسمیں فارسی کا اثر نمایاں ہو تا ہے۔ چنانچہ ہمارے دعوے کا ثبوت فارسی مقالوں اور تقریروں کے ترجموں میں ملیگا جو انہوں نے اس کتاب میں پیش کئے ہیں۔

کتاب کی معنوی خوبی کا اندازہ صرف مطالعه کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ اور اسکے متعلق کوئی اظہار نظر کئے بغیر اسبات کا فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں۔

غلام سرور

(ڈاکٹر غلام سرور۔ ایم اے۔ پی ۔ ایچ ۔ ڈی ٗعلیگ،
صدر شعبه فارسی کراچی یونیورسٹی)

۲۰ مارچ ۱۹۵۷ع

یہاں اس بات کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں کہ اقبال سے عشق بچپن ہی سے ہمارے درمیان مشترک تھا اور عرفانی کی طرح عشق اقبال میری ذہنی کیفیات کا بھی ہمیشہ سے ایک حصہ رہا ہے۔

۱۹۳۳ میں جب میں پہلی مرتبہ ایران گیا تو میں اپنے ہمراہ علامہ اقبال کی چند کتابیں لے گیا اور ''جاوید نامہ'' کا ایک نسخہ میں نے سید محیط طباطبائی کی خدمت میں پیش کیا اور اسی طرح چند کتابیں بعض دیگر ایرانی ادبا تک پہنچائیں۔ اسی سفر کے دوران میں مجھے معلوم ہوا کہ بعض ادبا اقبال کے نام سے آشنا ہوچکے ہیں۔ چنانچہ میں نے دیکھا کہ ''شکوہ'' اقبال کے ابتدائی اشعار کا ترجمہ ''بدرگاہ پروردگار'' کے عنوان سے رسالہ ''ندای قدس'' ۱۹۲۶ کے تیسرے نمبر میں صفحہ ۲۱۹ پر شایع ہو چکا ہے۔

لیکن جیسا کہ ظاہر ہے اقبال کے کلام سے بہت ہی کم لوگ آشنا تھے۔ اور جیسا کہ ڈاکٹر عرفانی نے اپنے مقدمہ میں بیان کیا ہے اسمیں ایرانیوں کا کوئی قصور نہیں۔ قیام پاکستان سے پہلے اقبال کا کلام نہایت ہی کم اور محدود مقدار میں ایران تک پہنچا تھا مگر اب جبکہ حالات مساعد ہوئے تو نہایت تھوڑے عرصہ میں ایران کے طول و عرض میں اقبال کا کلام ہردلعزیزی حاصل کر چکا ہے اور یہ نہایت ضروری تھا کہ ابتدائی چند سالوں میں ایرانیوں کے تاثرات کو ضبط اور ثبت کر لیا جائے۔ یہ کام میرے دیرینہ دوست نے نہایت خوبی سے انجام دیا ہے۔ ہمیں نہایت خوشی ہے کہ عرفانی صاحب نے علامہ اقبال کے متعلق ایرانی ادبا اور فضلا کے خیالات کو اردو زبان میں ڈھال کر ہم تک پہنچایا ہے البتہ اس سلسلہ میں یہ کہنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ایران میں طویل قیام کی بنا پر فارسی زبان عرفانی کے

مقدمه

عصر حاضر خاصهٔ اقبال گشت — واحدی کز صد هزاران بر گذشت
شاعران گشتند جیشی تار ومار — وین مبارز کرد کار صد سوار
هیکلی گشت از سخنگوئی بپا — گفت ”کل الصید فی جوف الفرا،،

ترجمہ :

”موجودہ زمانہ خاص طور پر اقبال کا زمانہ ہے
اقبال تنہا لاکھوں سے بازی لیگیا

شاعر ایک پامال شدہ فوج کی مانند تھے
مگر اس جنگجو نے سینکڑوں سواروں کا کام کیا

شاعری ایک ھیکل (مجسمہ) کی صورت میں نمودار ہوئی
اور بولی ” شاعری کی تمام انواع و اقسام مجھ میں موجود ھیں۔،،

ایران معاصر کی ادبی تاریخ کی سب سے بڑی شخصیت ملک‌الشعراء بہار نے تقریباً گیارہ سال گزرے ان الفاظ میں اقبال کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ۔

سنہ ۱۹۴۴ میں طہران میں انجمن فرہنگی ایران و ھند کا افتتاح ہوا جسمیں مرحوم ملک‌الشعراء بہار نے ایک نظم ”خطاب بہ ھند،،

ملک الشعرا بہار، اور مولف

معمولی شاعروں کی کمی نہ تھی اور چند ایک نسبتاً بڑے شاعر بھی ہر وقت موجود تھے ۔ اس لئے اگر دیگر حالات مساعد بھی ہوتے تو بھی ایرانیوں کو ایران سے باهر فارسی گو شعرا کی جستجو کرنے کی ضرورت نہ تھی ۔ اس کے علاوہ وہ اپنی داخلی کشمکش میں اتنے مشغول تھے کہ ایران سے باهر کے معاملات میں دلچسپی لینا ان کے لئے نا ممکن تھا ۔

بیسویں صدی کے آغاز سے ایران گوناگوں مسائل سے رو برو تھا ۔ تحریک مشروطه اور لوگوں کی استبداد کے خلاف جنگ نے تمام ملک میں ایک نئی زندگی کی لہر دوڑا دی تھی ۔ روس اور برطانیه کی سیاسی شطرنج بازی نے حالات کو اور بھی پیچیدہ اور مشکل بنا دیا تھا ۔ اس ماحول کا قدرتی طور پر معاصر ادبیات پر گہرا اثر پڑا ۔ قوم کی تمام تر توجه سیاسی اور معاشرتی موضوعات پر تھی ۔ نئی نثر، نئی نظم اور نئی ادبی قدریں وجود میں آئیں اور اسی تحول کے زمانے میں کلاسک طرز کی نثر و نظم ایک حد تک طاق نسیاں ہو گئی اور معدودے چند علمی اور ادبی کام کرنے والوں کے علاوہ کسی کو انکا مطالعه کرنے کی نہ فرصت تھی نہ حوصلہ۔

ان حالات میں اقبال کے کلام کا ایران میں ہر دل عزیزی حاصل کرنا ایک محال امر تھا۔ لیکن هند و پاکستان کے لوگ جب یه سنتے تھے کہ اقبال کو ایران میں کوئی نہیں جانتا تو عموماً یه نتیجه نکالتے تھے که اقبال کا کلام ایرانیوں کے ادبی اور معنوی معیار پر پورا نہیں اترتا ۔ اس بات کی طرف توجه نہیں دی جاتی که آیا اقبال کا کلام باندازۂ کافی ایرانیوں تک پہنچا بھی ھے یا نہیں ۔ دوسرے یه که آیا خود ایرانیوں کو جو جنگ مشروطه اور دیگر بے شمار داخلی اور خارجی سیاسی اقتصادی مسائل

کے عنوان سے پڑھی - مندرجه بالا تین شعر اسی معروف نظم سے نقل کئے گئے هیں - جن دنوں یه نظم ایران میں پڑھی گئی اور وهاں کے اخبارات میں چھپی بہت کم ایرانی اقبال کو پہچانتے تھے - اس لئے اکثر پڑھنے یا سننے والوں نے ان اشعار کو ایرانی تکلف یا شاعرانه مبالغه سمجھا اور زیاده توجه نه دی - اسکے چھ سال بعد ، یعنی اپریل ۱۹۵۰ع میں یوم اقبال کے موقع پر اپنی صدارتی تقریر میں بہار نے ان اشعار کو دهرایا اور اضافه کیا ''میں اقبال کو ایران کی نو سو ساله ادبی تاریخ کا خلاصه سمجھتا هوں........'' اور آج اس واقعه کے چھ سال بعد (۱۹۵۶) میں وثوق سے کہه سکتا هوں که ایران میں جتنی قدر و منزلت اقبال کی هوئی هے اس کی مثال تاریخ میں کم ملتی هے - مگر ابھی تک اقبال کے بہت سے هم وطن اقبال کی روز افزوں هر دل‌عزیزی سے بیخبر هیں یا پورے طور پر باخبر نہیں -

یه بات که اقبال کی زندگی میں بہت کم ایرانی اقبال کو پہچانتے تھے ، بالکل صحیح هے - اور اسکا سبب بھی بالکل واضح هے . مدتوں سے ایران و هندوستان کے درمیان معنوی اور فرهنگی روابط منقطع هو چکے تھے - اور باوجود اس گہری دلچسپی کے جو هندوستان میں ایرانی ادبیات سے متعلق صدیوں سے موجود تھی یہاں بھی نہایت کم لوگ ایران کے معاصر شعرا سے آشنا تھے - اور یه قلیل آشنائی بھی فارسی پڑھانیوالے استادوں اور فارسی پڑھنے والے طالب علموں تک محدود تھی - ادھر ایرانیوں سے یه توقع نہیں کی جا سکتی تھی که وه معاصر هندوستان کے فارسی گو شعرا میں غیر معمولی یا معمولی دلچسپی کا اظہار کریں - باوجود ادبی انحطاط کے گذشته ۵۰ سال کے عرصه میں بھی ایران میں متوسط اور

قبل پروفیسر پور داؤد کے بیانات کی بنا پر ہندوستان اور ایران کے ادبی اور سیاسی حلقوں میں پھیل گئی اور جسکو دور کرنیکی اب تک کوشش نہیں کی گئی۔

سنہ ۱۹۴۳ ع میں ایران سے ایک کلچرل مشن ہندوستان آیا تا کہ ان دو ہمسایہ ملکوں کے درمیان سالہا سال کی جدائی کے بعد دوبارہ علمی اور ادبی تعلقات کو وسعت دے۔اس مشن نے ہندوستان کے مختلف مقامات کا دورہ کیا۔ دھلی اور علی گڑھ میں قیام کے دوران میں کسی اخباری نمایندے نے پروفیسر پور داؤد سے سوال کیا کہ آپ کی اقبال کے متعلق کیا رائے ھے۔ بجائے اس کے کہ پروفیسر صاحب اس سوال کا صاف اور صحیح جواب دیتے (کہ میں نے اقبال کا بالکل مطالعہ نہیں کیا اسلئے اسکے متعلق کوئی رائے نہیں دے سکتا) آپ نے کہہ دیا کہ اقبال ایک محلی اور محدود علاقے کا شاعر ھے اور ایران میں اسے کوئی نہیں جانتا۔ انکے اس بیان سے ہندوستانیوں کے بالعموم اور ہندوستان کے مسلمانوں کے احساسات کو بالخصوص صدمہ پہنچا۔ یہی نہیں بلکہ اقبال کے چند ایک ایرانی مداح بھی پور داؤد کے اس بیان سے رنجیدہ خاطر ہوئے۔

مجلۂ محیط , اردیبہشت ۱۳۲۳ (۱۹۴۴) ، نے اس واقعہ کا نہایت افسوس کے ساتھ یوں ذکر کیا ھے ،،کسی اخبار کے نامہ نگار نے مشن کے ایک رکن سے (جنکا بیشتر ادبیات ایران قبل از اسلام سے تعلق ھے یا فقط اوستا کی تعلیمات سے عشق رھا ھے اور اس سبب سے انکے دماغ *میں ادبیات بعد از اسلام کا مطالعہ کرنیکے لئے جگہ باقی نہیں رھی)* اقبال کے ادبی مقام کے متعلق بات شروع کی .... اور باوجود سفیر کبیر ایران آقای علی معتمدی کے سمجھانے کے ، ٹیگور اور اقبال کا مقابلہ

سے دوچار رہے ہیں اتنی فرصت ملتی ہے کہ وہ اقبال کی کتابوں کا سکون اور توجہ سے مطالعہ کر سکیں ؟

جیسا کہ اب ہمیں معلوم ہے، پہلے پہل اقبال کی جستہ و گریختہ کچھ نظمیں بعض افغانستان کے رسالوں کے ذریعے سے ایران میں پہنچیں - اور بعض ایرانی رسالوں نے انمیں سے ایک آدھ نظم نقل بھی کی - مجھے ڈاکٹر خانلری، پروفیسر تہران یونیورسٹی، نے ایک قدیم نسخہ مجلۂ سخن کا دکھایا جسمیں اقبال کی ایک نظم درج تھی جو کابل کے ایک رسالے سے نقل کی گئی تھی اور غلطی سے اقبال کو افغانستان کا شاعر تصور کیا گیا تھا۔ اس سے اتنی بات تو ظاہر ہے کہ اقبال کا جو کلام بھی ایران میں پہنچا اس کو ادبی رسالوں نے اشاعت کے قابل سمجھا - اگرچہ اقبال کو ایران میں شہرت حاصل نہ تھی پھر بھی چند ایک عالی پایہ ادیب اور دانشمند اس کے کلام سے گہرے طور پر متاثر ہو چکے تھے - ان چند ایک میں سے دو کے ساتھ مجھے ملاقات اور مصاحبت کا موقع ملا ہے - انکے نام یہ ہیں، استاد سعید نفیسی اور سید محیط طبا طبائی -

مرحوم اقبال کی ان ہر دو اصحاب سے خط و کتابت تھی اور یہ دونو صاحبان اقبال کے مداح اور قدردان تھے - ان کے علاوہ چند اور لوگ بھی اقبال کے نام سے یا تھوڑا بہت اس کے کلام سے آشنا تھے مگر سب سے پہلے جن اشخاص نے اقبال کے کلام میں دلچسپی کا اظہار کیا اور اسے سراہا اور دوسرے ایرانیوں کے سامنے اسکی تعریف کی، سید محیط طبا طبائی اور سعید نفیسی ہیں -

یہاں اس غلط فہمی کا ذکر کر دینا مناسب ہوگا جو چند سال

پور داؤد ، تہران یونیورسٹی میں قدیم آریائی زبانوں اور اوستا و پہلوی کے استاد ھیں اور انھوں نے نہ صرف اقبال کا مطالعہ نہیں کیا بلکہ اغلب ادبیات فارسی بعد از اسلام انکی حدود مطالعہ سے باھر رھی ھیں ۔ بہر حال اقبال سے نا آشنائی اور بے اطلاعی ایرانیوں کا قصور نہیں ۔ اسکی اصلی وجہ ہندوستان و ایران کے درمیان دو سو سال تک کا قطع ارتباط ھے۔

اس بات کو بھی نہیں بھولنا چاھئے کہ اقبال کی زبان اور طرز بیان قدما و متوسطین اور متاخرین شعر کلاسک فارسی کے مطالعہ کا نتیجہ ھے ۔ اگر اسکا سٹائل بہار ، ایرج ، عارف ، شہریار یا سرمد وغیرہ سے مختلف ھے تو یہ ایک طبعی امر ھے ۔ دیکھنا یہ ھے کہ جو الفاظ یا اصطلاحات یا محاورات اقبال نے استعمال کئے ھیں وہ فارسی کے بڑے بڑے کلاسک شعرا کے ھاں موجود ھیں یا نہیں ۔ اس کا بیسویں صدی کے شعرا سے مقابلہ کرنا بے انصافی ھے اور اقبال کو قدرتی طور پر اس بے انصافی کا شکار بھی ھونا پڑا ۔ معدودے چند اقبال کو جاننے والوں میں سے بھی بعض اقبال کے فلسفیانہ اور حکیمانہ خیالات اور اسکے کلاسک طرز بیان سے صحیح طور پر لطف اندوز نہیں ھوتے تھے ۔ اور اسکے علاوہ وہ اقبال کی ذھنی بیک گراؤنڈ (پس منظر) سے بھی ناواقف تھے ۔ اس لئے چند ایک شعر ادھر ادھر سے پڑھکر اسکے کلام کو ترک کر دیتے تھے ۔ اس ضمن میں ذیل کا واقعہ دلچسپی کا موجب ھوگا ـــ

۱۹۳۳ ء میں افغانستان کے مشہور ادیب اور شاعر، آقای سرور گویا، فردوسی کی ھزار سالہ برسی کے جشن میں شرکت کے لئے تہران گئے ۔ اقبال کو بھی غالباً شرکت کی دعوت دی گئی تھی مگر وہ بیماری کی وجہ سے نہ جا سکے ۔ سرور گویا اقبال کے دوستوں اور مداحوں میں سے ھیں ۔ ایک

کرتے ہوئے اس نے ایک بڑی ناروا بات کہی ۔ اس واقعہ کا عام مسلمانوں میں سخت عکس العمل ظاہر ہوا ۔ اور بعض جرائد نے اسکی شدت سے تنقید کی .... اگرچہ اس ناخوشگوار واقعہ کی تلافی کے لئے مشن لاہور گیا اور اقبال کے مزار پر ملت ایران کی طرف سے پھول چڑھائے...... اعضائے ہیئت ایران واپس آنے پر بھی اس واقعہ پر افسوس کرتے تھے...،،*

---

* پورا اقتباس یہ ہے:—

سال گذشته روزی که هیئت فرهنگی اعزامی ایران به هندوستان برای باز دید دانشگاه دهلی رفته بودند ، مخبر یکی از روزنامه های هندوستان با یکی از اعضاء هیئت که بواسطهٔ توغل در ادبیات ایران قبل از اسلام و انس کامل با تعلیمات اوستائی برای مطالعه در آثار فارسی دری بعد از اسلام در فراخنای حوصله مشار الیه جای خالی نه مانده است ، را جع به مقام ادبی اقبال داخل مذاکره شد و باوجودیکه آقای علی معتمدی (سفیر کبیر ایران در هند) با شان خاطر نشان ساخت که در موقع گفتگو راجع به اقبال در سخن ادب را کاملا نگه دارد ـ باز هنگام مقایسه بین اقبال و تاگور حکمی ناروا کرد و مخبر روزنامه هم مصاحبه خویش را عیناً انتشار داد و این پیش آمد در افکار عمومی مسلمانان هند عکس‌العمل عجیبی تولید کرد تا جائی که در برخی از جراید هندوستان عمل دولت هند را در دعوت چنین هیئتی با فقر مادی و مضیقه دورهٔ جنگ انتقاد سخت نمودند ـ باوجودیکه هیئت برای جبران این موضوع به لاهور رفت و آرامگاه ابدی اقبال را زیارت رسمی کرد و دسته گل بنام ملت ایران نثار نمود ، باز خاطره تلخ روز پذیرائی دانشگاه دهلی موجب زحمت روحی و فکری اعضای هیئت تا هنگام مراجعت با یران بود ـ

میں نے خاموشی سے یہ سب باتیں سنی تھیں - اور مجھے اس واقعہ سے سخت رنج پہنچا - میں فوراً سرور خان کے پاس آیا اور اس سے اقبال کے چار فارسی دیوانوں کے متعلق جو میں اسوقت تک پڑھ چکا تھا، گفتگو شروع کردی اور کہا کہ مجھے افسوس ہے کہ جاوید نامہ ابھی تک مجھ تک نہیں پہنچا - میں نے گفتگو میں یہ بھی کہا کہ یہ صحیح ہے کہ اقبال کا اسٹائل آجکل کے فارسی شعرا سے کچھ مختلف ہے لیکن ابھی تک یہ طرز ایران کے مشرقی علاقوں میں رائج ہے - اور پسند کی جاتی ہے - اس گفتگو کا یہ اثر ہوا کہ افغانی شاعر کے حساس دل میں خوشی عود کر آئی - اور بالاخر جب وہ اس مجلس سے روانہ ہوا تو خوش و خرم تھا - مگر اپنے دل میں ضرور سوچتا ہوگا ، یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اول درجہ کے فارسی گو شاعر بھی ایک دوسرے سے اسقدر بے خبر ہوں — ۱

پس ظاہر ہے کہ دس پندرہ سال قبل ایران میں اقبال کو بہت کم لوگ پہچانتے تھے - مگر چند ایک جنھوں نے اس کے کلام کا بغور مطالعہ کیا اسکی عظمت سے متأثر تھے - جیسا کہ سید محیط طبا طبائی کے بیان سے واضح ہے -

تقریباً انھیں دنوں ایران کے مشہور ادیب پروفیسر سعید نفیسی نے بھی اقبال کو چند خطوط لکھے جن میں اسکے کلام کی تعریف کی - سعید نفیسی کے خطوط اس وقت ہماری دسترس میں نہیں لیکن اقبال کے دو خطوں سے جو انھوں نے جواب میں لکھے، نفیسی کے خطوں کا مضمون واضح ہو جاتا ہے - یہاں اسبات کا ذکر بھی لازم ہے کہ اقبال کی تصنیفات

---

(۱) مجلہ محیط اردی بہشت ۱۳۲۳ -(۱۹۴۴)

دوستانہ سی مجلس میں جہاں چند ایک ایرانی ادیب اور شاعر موجود تھے۔ سرور گویا نے ادبا وغیرہ سے خطاب کرتے ہوئے اقبال کے متعلق سوال کیا مگر یہ سنکر کہ ایران میں اقبال کی طرف توجہ نہیں ہوئی انھیں صدمہ ہوا۔ آقای محیط طبا طبائی نے اس واقعہ کو یوں بیان کیا ھے:—۱۳۱۳ ھ ش (۱۹۳۳) فردوسی کے ہزارہ میں شرکت کے لئے مختلف ملکوں کے نمائندے تہران میں موجود تھے۔ آقای فلسفی (پروفیسر تہران یونیورسٹی) نے میرا (محیط طبا طبائی کا) افغانستان کے نمائندے سرور گویا سے تعارف کرایا ....حاضرین میں شعر و ادب کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ ضمناً ہندوستان میں فارسی شاعری کا ذکر آیا۔ آقای گویا نے پوچھا کہ اقبال کے کلام کو ایران میں کس قدر شہرت حاصل ھے..........

مجلس کے ایک اہم رکن نے کہا کہ میں نے اس کے کلام کا ایک مجموعہ دیکھا ھے جو اچھے نستعلیق خط میں چھپا ہوا تھا۔ کچھ میں نے اسمیں سے پڑھا بھی ھے۔ لیکن اس شاعر کو ایران میں کوئی شہرت حاصل نہیں اور اسکا کلام پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا گیا— ۱

افغانی ادیب اس جواب کو سنکر سخت افسردہ خاطر ہوا اور گفتگو سے علیحدگی اختیار کر کے ایک طرف چپ چاپ کھڑا ہو گیا۔

---

(۱) یہ ، برجستہ ، رکن جنکا نام محیط نے نہیں لیا غالباً ملک‌الشعرا بہار ہونگے کیونکہ انھوں نے اقبال سے اپنی ابتدائی آشنائی کے متعلق جب ذکر کیا تو قریباً یہی کہا تھا کہ میں نے اول اول اقبال کو قابل اعتنا نہیں سمجھا—

ادبی محافل اور بعض مقالات کے دوران میں بار بار ذکر کر چکا ہوں لیکن ان بظاہر مختصر نظریات کو کسی کتاب یا رسالہ میں اب تک درج نہیں کیا گیا - لہذا بعض متعلقہ باتوں کو ثبت کر دینا ضروری سمجھتا ہوں —

ایک دن میں نے بہار سے کہا کہ بعض ایرانی ادبا اقبال کے کلام پر اعتراض کرتے ہیں کہ بعض مقامات پر اسکا طرز بیان غیر مانوس اور ثقیل ہے اور بعض ترکیبات و الفاظ کو غیر صحیح سمجھتے ہیں - بہار یہ سنکر مسکرائے اور کہنے لگے کہ اقبال ، رومی ، حافظ ، سعدی ، یا ہر بڑے شاعر کے کلام کو سمجھنے اور اس سے لطف اٹھانیکے لئے اپنے پاس بھی کچھ فکری ، معنوی اور تاریخی ذخیرہ ہونا چاہئے - یہ جوان ادیب اور شاعر اپنی محدود نگاہ اور مخصوص ذوق اور سلیقے کے ذریعے اقبال کی جامع شخصیت اور وسیع مطالعات کا جائزہ نہیں لے سکتے - اسکے علاوہ اقبال نے بعض ایسے مطالب اور نکتے اور نظریات بیان کئے ہیں جو اس سے پہلے فارسی زبان میں نہیں پائے جاتے - اس لئے اقبال کا کلام کم مطالعہ اور نیم خواندہ لوگوں کو نامانوس ہی نہیں بلکہ غیر قابل فہم معلوم دیتا ہوگا- پھر مسکرا کر کہا کہ نہ صرف اقبال کا کلام بلکہ سنائی، عطار، رومی، فرخی، خاقانی . . . . سب کا کلام ان کے لئے غیر مانوس اور ثقیل ہے - اور کہا میں نے اقبال کا سارا کلام پڑھا ہے لیکن مجھے کہیں کوئی غلطی نظر نہیں آئی - میں نے مثال کے طور پر کہا کہ اقبال کی آخری رباعی* میں

---

* اشارہ ہے اس رباعی کی طرف

سرود رفتہ باز آید کہ ناید نسیمی از حجاز آید کہ ناید
سر آمد روزگار این فقیری دگر دانای راز آید کہ ناید

کو عام ایرانیوں تک پہنچانیکا کوئی باقاعدہ ذریعہ نہ تھا - یہی ہوتا تھا کہ کوئی دلچسپی رکھنے والا ادیب ہندوستان یا افغانستان سے ہدیہ کے طور پر کوئی کتاب کسی ایرانی دوست کو بھجوا دے - مثال کے طور پر محیط طبا طبائی اس تمام اشتیاق اور عقیدت کے باوجود جو انکو اقبال کے کلام سے تھی تاریخ اشاعت کے دو سال بعد تک جاوید نامہ حاصل نہ کر سکے اور بعد میں سرور گویا نے اقبال کو لکھا اور اقبال نے سرور گویا کی معرفت بہ کتاب محیط طبا طبائی کو بھجوائی . مختصر یہ کہ ایرانیوں کی اقبال سے ناآشنائی کا ایک ھی سبب تھا اور وہ دو سو سال کا ادبی اور علمی بعد تھا —

اگست ۱۹۴۱ میں اتحادیوں کی فوجیں شمال اور جنوب سے ایران میں داخل ہوگئیں - انگریزی فوجوں میں کئی ایک ایسے ہندی مسلمان بھی تھے جنکو فوجی امور کے علاوہ فارسی ادبیات سے لگاؤ تھا - بعض سیاسی مقاصد کے حصول کے پیش نظر دولت برطانیہ کی کوشش تھی کہ ایران اور ہندوستان کے درمیان ثقافتی تعلقات کی تجدید کی جائے - اس مقصد کے لئے ۱۹۴۳ میں انجمن فرہنگی ایران و ہند کی بنیاد رکھی گئی - اس انجمن کے افتتاحی جلسے میں بہار نے اپنی تاریخی نظم ''خطاب بھند،، پڑھی جس میں ہندوستان کے عصر حاضر کو عصر اقبال کے نام سے یاد کیا - بہار اقبال کے کلام سے ذرا دیر سے آشنا ہوئے مگر اس کے بعد انہوں نے اقبال کے دامن کو نہیں چھوڑا - بہار کی اقبال سے آشنائی اور محبت اقبال کی ایران میں محبوبیت اور ہر دلعزیزی کی داستان میں اہم ترین واقعہ ھے - اور مرحوم ملک‌الشعراء نے مجھ سے مختلف صحبتوں میں اقبال کا ، اسکے کلام کا اور اپنی محبت اور عقیدت کا ذکر کیا ھے - میں ان باتوں کا ایران کی

آئینه میں دیکھ رہا ہوں۔ پہلے میں نے پیام مشرق کا مطالعه کیا اور شاعر کی وسعت مطالعه اور اسکی غیر معمولی قدرت بیان کا مجھ پرگہرا اثر پڑا ۔ پھر میں نے مثنوی کا مطالعه کیا اور یه بات مجھ پر روشن ہوگئی که مولانا جلال الدین بلخی کے بعد بہت کم کسی کو ایسی مثنوی لکھنے کی سعادت میسر ہوئی ہے ۔ مطالب وہی ہیں مگر طرز بیان میں جدت ، ایجاز و اختصار اور شگفتگی ہے۔ چند سال گزرے انجمن فرہنگی ایران و ہند وجود میں آئی اور مجھ سے نظم لکھنے کو کہا گیا ۔ اور میں نے ”خطاب بہند“ لکھی اور اسکی بحر یعنی بحر مثنوی اس لئے انتخاب کی تاکہ اقبال کے بعض اشعار پر تضمین کر سکوں اور بعض جگه تو میں نے اقبال ہی کے رنگ کو دہرایا ہے ۔ بہار نے چند شعر اپنے الفاظ کی تائید میں پڑھے ۔ اور اقبال کے اس شعر کو:—

زندگی جہد است و استحقاق نیست　　جز بعلم انفس و آفاق نیست

کئی بار پڑھا اور اقبال کی مغفرت کے لئے دعا کی۔

بہار کے ساتھ اکثر ملاقاتوں میں اقبال کا ذکر رہتا ۔ اور وہ ہمیشه اس بات کا افسوس کرتے که ہم ایک ہی زمانے میں تھے اور آپس میں ملاقات نه کر سکے اور اقبال کو ایران سے اتنی گہری دلچسپی ہونیکے باوجود اس ملک میں آنے کا موقع نه ملا—

بہار کو اقبال سے کچھ ایسی عقیدت ہو گئی تھی که وہ اپنے ملنے والوں سے بھی اکثر اسکا ذکر کرتے اور مجھسے کہتے که اقبال کے کلام کو ایرانیوں تک پہنچانا تمہارا فرض ہے ۔ اقبال کی تصنیفات کے چند ایک سیٹ چند ایک رسمی لوگوں میں تقسیم کر دینا کافی نہیں۔

کہتے ھیں کہ ،،این فقیری،، کی ترکیب غلط ھے - ،،این فقیر،، ھونا چاھئے - یا فقیری کو اسم معنی (Abstract noun) سمجھنا چاھئے - کہنے لگے کہ یہ لوگ نہیں جانتے کہ یہ ترکیب استادوں کے ھاں استعمال ھوتی رھی ھے - اور مثنوی سے شعر بھی پڑھکر سنائے جہاں حرف اشارہ کے بعد اسم با یائے نکرہ استعمال کیا گیا ھے —

بہار نے اضافہ کیا ، ایک وجہ اقبال سے دیر آشنائی کی یہ بھی ھے کہ ھم ایرانی اپنی ادبی روایات اور افتخارات میں متعصب واقع ھوئے ھیں - اور اگر کسی بڑے سے بڑے غیر ملکی شاعر کا ذکر آئے تو ھم بغیر کنجکاوی و مطالعہ کے فوراً اسکی تنقید میں کچھ کہدیں گے - مخصوصاً اگر اس شاعر کو ھمارے اپنے شعرا کے مقابل میں پیش کیا جائے - کیونکہ ھم تصور نہیں کرسکتے کہ سعدی، فردوسی، نظامی، حافظ، مولوی اور ایسے دیگر شعرا کے مقابلہ کا کوئی شاعر پیدا ھو سکتا ھے - بہار نے بات جاری رکھتے ھوئے کہا کہ چند سال ھوئے میں نے اقبال کا نام سنا - کسی نے ایسے ھی ذکر کیا کہ ھندوستان کا شاعر ھے جو فارسی میں شعر کہتا ھے میں نے اس کے کچھ شعر پڑھے بھی لیکن چونکہ میں ذھنی طور پر تیار نہ تھا میں نے کوئی خاص توجہ نہ دی - کیونکہ ھندوستان میں بیشمار فارسی گو شاعر پیدا ھوئے ھیں اور اب قریباً دو سو سال سے فارسی زبان وھاں تقریباً ختم ھو چکی ھے - میرا خیال تھا کہ ھوگا کوئی شاعر جو روایاتی ھندی طرز کی شاعری کا پیرو ھوگا - بہر حال میں نے اقبال کو کوئی خاص اھمیت نہ دی مگر جب حالات ذرا مساعد ھوئے اور کچھ ذھنی کشمکش سے نجات حاصل ھوئی تو میں نے اقبال کے کلام کا غور اور توجہ سے مطالعہ کیا - مجھے کچھ ایسا معلوم ھوا جیسے میں اپنی ملی ادبیات کو

بہار کہنے لگے ہماری شاعری کی یہی آھنگ ہونی چاہئے - مگر ہمارے ہاں فرار، گریز اور مستی، خود فراموشی، عیش و عشرت بے دوام کی طرف زیادہ توجہ دی گئی ہے - پھر کچھ رک کر کہا - کئی سال ہوئے میں نے ایک قصیدہ لکھا جسکی تشبیب روایاتی طرز بیان سے مطالب کے لحاظ سے مختلف تھی اور چونکہ اس کو اقبال کے ان اشعار سے ظاہری اور معنوی ارتباط ہے چند شعر سناتا ہوں - میں نے یہ چند شعر نوٹ کر لئے :—

می فرو هل زکف ای ترک و بیک سو نه چنگ
جامه جنگ فرو پوش که شد نوبت جنگ

باده را روز بیفسرده بنه باده زدست
چنگ را نوبت بگذشت بنه چنگ ز چنگ

ازبر دوش تفنگ افکن و آسوده گزار
لختی آن دو سر زلف سیه غالیه رنگ

بہار اب چراغ سحری تھے - بہت کم گھر سے نکلتے یا نکل سکتے تھے - میری خواہش تھی کہ بہار یوم اقبال کے جلسے کی صدارت قبول کرلیں، مگر ان کی کمزور حالت دیکھکر کچھ کہنے کی جرأت نہ پڑتی تھی - بالاخر اپریل کے شروع میں انکی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا آپ کی طبیعت اچھی نہیں، لیکن اگر آپ ایک گھنٹہ کے لئے تشریف لاسکیں اور ،، یوم اقبال،، کے جلسہ کی صدارت فرمائیں تو ہمارے لئے باعث فخر ہوگا اور ملک کے ادبی اور علمی حلقوں پر اسکا اچھا اثر پڑیگا - پہلے تو بیماری کی بنا پر اور پھر کچھ سیاسی وجوھات کی بنا پر انکار کیا لیکن میں نے بہار کو بتایا کہ سفیر کبیر پاکستان کو آپ سے قلبی ارادت ہے اور

دلیل آفتاب خود آفتاب ہوتا ہے ، تمہارا کام فقط یہ ہے کہ تم اقبال کو لوگوں سے متعارف کرا دو۔ سفارت پاکستان اتنا ہی کام کر سکے تو کافی ہے ـــ

بہار دن بدن ضعیف اور کمزور ہوتے جاتے تھے۔ سوئٹزر لینڈ کے ڈاکٹروں نے غیر قابل علاج قرار دے دیا تھا مگر باوجود کمزوری اور زندگی سے ناامیدی کے بہار اپنے علمی ادبی کاموں میں مصروف تھے اور علاوہ دیگر کتب کے سبک شناسی (حصہ نظم) کی تدوین میں مشغول تھے۔ اس کتاب کا ذکر اکثر کرتے اور کہتے خدا کرے میں یہ کام پورا کر لوں۔ اور کئی بار اس ضمن میں کہا کہ سبک شناسی حصہ نظم میں اقبال پر جداگانہ فصل ''سبک اقبال'' کے عنوان سے لکھوں گا کیونکہ اقبال نے اگرچہ ایران کی مختلف طرزوں کے شعرا سے استفادہ حاصل کیا ہے اس نے کسی ایک سبک (اسٹایل) کی پیروی نہیں کی بلکہ مختلف (اسٹایل) طرز بیان اور طرز فکر اسکے اسٹایل میں جمع ہوگئے ہیں اور یہ نئی طرز وجود میں آئی ہے۔ بہار اسبات پر اظہار تعجب کرتے کہ سب سے کم اثر اقبال کے کلام میں ہندی طرز شعر کا ہے :ـــ

بہار خصوصاً اقبال کی مبارزہ طلبی کو بہت پسند کرتے تھے۔ ایک دن میں نے انکو یہ دو شعر سنائے ـــ

لالۂ این چمن آلودۂ رنگ است ہنوز
سپر از دست میندازکہ جنگ است ہنوز
ای کہ آسودہ نشینی لب ساحل ، بر خیز
کہ ترا کار بگرداب و نہنگ است ہنوز

فرہنگستان کے جلسے کے چند روز بعد انجمن دانشوران کے زیر اہتمام جلسہ ہوا جسمیں تہران کے بہت سے مشہور شاعروں نے شرکت کی اور نسیم شمال کے ایڈیٹر آقای محسن ساعی نے اقبال کے متعلق ایک مفصل مقالہ پڑھا - یہ سب جلسے ۲۱ اور ۳۰ اپریل کے درمیانی عرصہ میں ہوئے اور ایرانی اخبارات نے بھی اقبال کو خراج تحسین پیش کیا اور ان جلسوں کی کاروائی شائع کی --

انھیں دنوں ایران کے ایک مشہور ادیب آقای مجتبی مینوی نے "اقبال لاہوری" تألیف کی جسمیں اقبال کی شاعری کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی - یہ کتاب مجلہ یغما کی طرف سے شائع کی گئی --

اکتوبر ۱۹۵۰ میں ایک دن میں نے چند ایرانی ادبا اور شعرا کو اپنے گھر پر ایک ادبی جلسہ میں شرکت کے لئے بلایا - پروفیسر دیہیم نے جو آذربائیجان کے مشہور شاعر اور فصیح البیان خطیب ھیں جلسہ میں شرکت کی - پروفیسر دیہیم سے یہ میری پہلی ملاقات تھی - میں نے اقبال کے "پیام مشرق" سے چند شعر پڑھکر پروفیسر مذکور کو سنائے - میرا شعر پڑھنے کا لہجہ ایرانی لہجہ سے مختلف تھا اس لئے پروفیسر صاحب نے کوئی خاص توجہ نہ دی - اور کتاب میرے ھاتھ سے لے لی - چند منٹ ادھر ادھر سے کچھ شعر پڑھے اور پھر خود بخود اٹھ کھڑے ہوئے اور نہایت جوش سے حاضرین کو مخاطب کر کے اقبال کے اشعار پڑھنے لگے اور ساتھ ھی ساتھ اقبال کے کلام کی معنوی اور آھنگی خوبیوں پر تعجب کا اظہار کرتے جاتے تھے - آخر میں اقبال کی یہ غزل :

صد نالہ شبگیری صد صبح بلاخیزی

صد آہ شرر ریزی یک شعر دلاویزی

ہمارے لئے آپ کا مقام سیاست سے بالاتر ہے تو میری درخواست قبول کر لی اور ۲۱ اپریل کی شام کو میں بہار کو لانے کے لئے گیا - بہار بہت کمزوری محسوس کر رہے تھے مگر میرے اور اپنی بیٹی پروانہ خانم کے اصرار پر تیار ہوگئے اور میں دونوں باپ بیٹی یعنی بہار اور پروانہ خانم کو اپنے ہمراہ سفارت کی موٹر کار میں اپنے ہمراہ لے آیا - بہار نے مجھ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج مجھ میں بالکل سکت نہ تھی - محض اقبال کی محبت کی حرارت مجھے کھینچ لائی ہے - بہار نے بیٹھے بیٹھے اپنا خطبہ صدارت پڑھا جسمیں اقبال کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ اقبال ہماری نو سو سالہ ادبی تاریخ اور اسلامی مجاہدت کا نمائندہ ہے - اسی جلسہ میں ایران کے سابق وزیر اعظم سید ضیاءُ الدین طبا طبائی نے اقبال سے اپنی فلسطین میں ملاقات کا ذکر کیا اور اسکے مندرجہ ذیل دو اشعار کے موضوع پر تقریر کی :—

ہر کہ او را قوۂ تخلیق نیست — پیش ما جز کافر و زندیق نیست

بندۂ آزاد را آید گران — زیستن اندر جہان دیگران

۱۹۵۰ میں سفارت پاکستان کی طرف سے پہلی مرتبہ یوم اقبال منایا گیا اور بہار کے خطبہ صدارت نے ایران کے ادبی حلقوں کی توجہ اقبال کیطرف جلب کر لی - چند دن کے بعد فرہنگستان ایرانی (ایرانی اکادمی) کی طرف سے شاندار جلسہ ہوا جسمیں ایران کے مشہور ادیب اور سیاستمدار آقای علی اصغر حکمت نے تقریر کی اور اقبال کی تمام فارسی تصنیفات پر سیر حاصل تبصرہ کیا - اسی جلسہ میں اقبال کے رنگ تغزل کی تعریف کرتے ہوئے ڈاکٹر صورتگر شیرازی اپنی ایک غزل جو اقبال کے رنگ میں کہی ہوئی تھی پڑھی —

میں نے دوبارہ صدارت قبول کرنیکی درخواست کی ۔ کہنے لگے بھئی سچ تو یہ ھے کہ کمزوری وغیرہ کے علاوہ ایک بڑی وجہ یہ ھے کہ میں نے اقبال کا کلام بالکل نہیں پڑھا ۔ اور اب میرے پاس مطالعہ کرنے اور اپنے خیالات کو تحریر میں لانیکا وقت نہیں ۔ میں نے کہا کہ جس طرح آپ نے استعمار و استبداد کے خلاف ملت ایران کو ابھارا اسی طرح اقبال نے ھندوستان کو فکری اور سیاسی غلامی سے نجات دینے کی کوشش کی ھے ۔ اقبال کی مثنوی "پس چه باید کرد ای اقوام شرق" میرے ھاتھ میں تھی اور میں نے کھول کر انکو پیش کی ۔ اتفاق سے انکی نگاہ ایسے اشعار پر پڑی جن میں اقبال نے فکری بردگی اور سیاسی غلامی کے خلاف آواز اٹھائی ھے ۔ ڈاکٹر محمد معین سے کہا کہ یہ چند شعر نوٹ کرلو ۔ اور چند شعر اپنے نظریات کے متعلق ڈاکٹر صاحب کو نوٹ کرادیئے ۔ مجھسے مخاطب ھوکر کہنے لگے "بہت اچھا ھوا تم آگئے اقبال سے اس مختصر سی آشنائی سے اپنے اندر ایک نئی قوت محسوس کرتا ھوں۔ میں بڑے فخر سے حاضر خدمت ھونگا اور اقبال کے جہاد کے متعلق ھی چند کلمے اپنی صدارتی تقریر میں کہونگا ۔ خدا اسے غریق رحمت کرے" ۔ علامه کی تقریر اور منظوم قطعه متن کتاب میں درج ھیں —

۱۹۵۳ع کا سال بعض لحاظ سے قابل ذکر ھے، یوم اقبال کے جلسوں میں عموماً چھوٹی چھوٹی اور عام پسند قسم کی تقریریں ھوتی تھیں مگر لوگوں کی دلچسپی اور اشتیاق کو دیکھتے ھوئے میں نے تہران یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر حسین خطیبی سے اقبال کے اسٹائل پر ایک جامع تقریر کرنے کے لئے درخواست کی ۔ ڈاکٹر خطیبی تہران یونیورسٹی میں شعبه سبک شناسی کے صدر ھیں اور تنقید اور تقریظ کے فن میں مہارت رکھتے ھیں ۔ ڈاکٹر خطیبی

پڑھ کر سنائی۔ پڑھنے کے انداز سے ان کا جوش اور حرارت ظاہر تھی۔ آخر میں ذیل کے شعر کو کئی بار پڑھا:

مطرب غزلی، بیتی، از مرشد روم آور
تا غوطه زند جانم در آتش تبریزی

اور کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک غیر ایرانی جس کے کان فارسی زبان کی شیرینی تلفظ اور آہنگ سے نا آشنا ہوں یہ شعر کہہ سکے۔ حاضرین نے بھی پروفیسر دیہیم کی تائید کی۔ اس جلسہ میں جو اقبال کی غزلیں خاص طور پر پسند کی گئیں وہ ہمارے یہاں زیادہ معروف نہ تھیں اور جس چیز کو پروفیسر دیہیم اور دیگر حاضرین نے پسند کیا وہ اقبال کا رنگ تغزل اور زور کلام تھا نہ محض فلسفیانہ خیالات و نظریات —

۱۹۵۲ میں بعض ایرانی احباب کے توسط سے علامہ علی اکبر دہخدا* سے یوم اقبال کی صدارت کے لئے درخواست کی۔ علامہ دہخدا بڑھاپے اور علالت کی وجہ سے گھر سے بہت کم نکلتے تھے اور انھوں نے جلسہ کی صدارت قبول کرنیسے انکار کر دیا۔ میری بڑی آرزو تھی کہ علامہ جلسہ میں شرکت کریں اور میں نے استاد سعید نفیسی سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ استاد نفیسی کا خیال تھا کہ دوبارہ کوشش کرنا بے سود ہوگا۔ میری علامہ دہخدا سے نہایت مختصر آشنائی تھی لیکن آخری کوشش کے لئے میں خود ہی انکی خدمت میں حاضر ہوا۔ پروفیسر محمد معین جو فارسی دائرۃالمعارف کی تألیف میں علامہ کے رفیق کار ہیں وہاں موجود تھے۔

---

*علامہ ایک طویل علالت کے بعد ۹ فروری (۱۹۵۶ع) میں وفات پا گئے۔

تقاضا کیا کہ اقبال کی ایرانیوں سے آشنائی کے لئے مزید اور دیرپا وسائل مہیا کئے جائیں ۔ ایرانی اخبارات نے جو پبلیسٹی خواتین کے جلسہ کو دی بے سابقہ تھی ۔ شاید ھی کوئی اخبار ھو جس نے ڈاکٹر کاظمی کی تقریر کا خلاصہ اور جلسہ کی کارروائی شائع نہ کی ھو ۔

ایران کے دوسرے شہروں سے بھی خطوط آنے لگے جن میں اقبال کی تصنیفات مہیا کرنے کے لئے کہا گیا ۔ میں نے نہایت جلدی میں اقبال کو ایرانیوں سے متعارف کرانے کے لئے ایک مختصر کتاب ,, رومی عصر ،، کے نام سے تألیف کی ۔ اس کتاب میں اقبال کی زندگی، ان کے برجستہ عقائد، فارسی تصانیف کا خلاصہ اور چند اقتباس اقبال کے متعلق ایرانیوں کے اپنے مقالات اور منظومات سے درج ھیں ۔ کسی غیر ایرانی کی فارسی زبان میں لکھی ھوئی کتاب کے لئے تہران میں پبلشر ماننا مشکل تھا — مگر لوگوں کی اقبال میں بڑھتی ھوئی دلچسپی اور محبوبیت کو دیکھتے ھوئے ,, کانون معرفت ،، نے اپنے خرچ سے کتاب چھپوا دی اور کوئی دو سو نسخے سفارت کی طرف سے مفت تقسیم کئے گئے — مگر جس بات کی سابق ادبی تاریخ میں مثال کم ملتی ھے وہ یہ ھے انجمن فرھنگی ایران و پاکستان اور دوسرے ایرانیوں کی طرف سی ایک ھزار نسخے ملک میں ھدیہ کے طور پر تقسیم کئے گئے — ,, رومی عصر ،، کے لئے ایران کی تاریخ کے سب سے بڑے میناتور نقاش استاد حسین بہزاد نے دو تصویریں بنائیں — استاد بہزاد بڑھاپے اور علالت کے سبب اب بہت کم کام کرسکتے ھیں اور چونکہ اب ان کی تصویریں بہت کم یاب ھیں ان کی مانگ بھی زیادہ ھے، مگراستاد بہزاد نے اقبال سے اپنے آپ کو منسوب کرنے کی غرض سے دو تصویریں جن کی قیمت کم از کم دو ھزار روپئے ھے مؤلف کو ھدیہ کے طور پر پیش کیں —

نے یہ مشکل کام اپنے ذمہ لیا اور اقبال کی تمام فارسی تصانیف کا مطالعہ کرنیکے بعد اقبال کے اسٹائیل اور طرز بیان پر ۲۱ اپریل کو تقریباً ایک ہزار کے مجمع میں تقریر کی - پروگرام میں صرف ایک هی تقریر تهی اور قریباً ڈیڑھ گھنٹہ جاری رهی مگر سامعین نے نہایت دلچسپی سے ساری تقریر کو سنا اور بعض اخبارات نے پوری کی پوری تقریر شائع کی- اور اس کا خلاصہ دوبارہ تہران یونیورسٹی کی میگزین میں چھپا --

ڈاکٹر خطیبی کی تقریر ریڈیو تہران سے ریلے کی گئی اور اس طرح لاکھوں لوگوں نے اس کو سنا - ۱۹۵۳ ع کے جلسہ میں جگہ کی قلت کے باعث، باستثنا چند صرف مردوں هی کو دعوت دیگئی تهی -- جلسہ کے بعد تہران کی بعض تعلیم یافتہ خواتین نے اس کا گلہ کیا اور خواهش ظاهر کی کہ خواتین کے لئے جداگانہ جلسہ ترتیب دیا جائے - اس وقت سفارت کبری پاکستان کے کاردار (مدارالمہام) میاں نسیم حسین تھے. صاحب مذکور نے نہایت خندہ پیشانی سے جلسہ کے تمام اخراجات اپنے ذمہ لئے اور تہران کے زنانہ کالجوں اور اسکولوں کی استانیوں اور دیگر پڑھی لکھی عورتوں کو دعوت دیگئی اور ۷ مئی کو سفارت کبری پاکستان کے هال میں جلسہ هوا -- جلسہ کے وقت موسلا دھار بارش هورهی تهی اور همیں ڈر تها کہ خواتین اپنے گھروں سے نہیں نکل سکیں گی - لیکن ٹھیک وقت پر جوق در جوق مہمان آنے شروع هوئے - اور سفارت کا هال کھچا کھچ بھر گیا - عورتوں کے اس پہلے اور سہم جلسہ میں ایران کی هر دلعزیز اور دانشمند خاتون ڈاکٹر کچکینہ کاظمی (جو تہران میڈیکل کالج میں تعلیم دیتی تهیں) نے اقبال کی زندگی اور اس کی شاعری کی مختلف پہلوؤں پر ایک عام فہم تقریر کی - یہ تقریر بہت مقبول هوئی اور حاضرین جلسہ نے متفقہ طور پر

کی جس میں پاکستانی ٹیم کو رسمی طور پر خوش آمدید کہنے کے بعد
بیس ہزار تماشائیوں کے مجمع کو خطاب کرتے ہوئے کہا ''آپ لوگوں
کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ ٹیم کوئی غیر ملکی ٹیم نہیں — یہ ٹیم اقبال کے
وطن سے آئی ہے — اقبال جس نے صدیوں کے بعد فارسی زبان اور ادبیات
کو شبہ قارہ ہندوستان میں زندہ کیا اور پاکستان کا نقشہ تیار کیا ، ہمارا
ہم وطن ہے ، اس کے ہم وطن ہمارے ہم وطن ہیں — آپ کو چاہئے کہ
اس ٹیم کو ایرانی ٹیم سمجھیں۔'' ان الفاظ کا فوری اور ہمہ گیر اثر ہوا
اور اس امر کے باوجود کہ کھیل مقابلے کا تھا، ایرانی تماشائی پاکستانی
کھلاڑیوں کی اسی طرح ہمت افزائی کرتے تھے جیسی اپنی ٹیم کی
اور جب میچ ہار جیت کا فیصلہ ہوئے بغیر ختم ہوگیا تو ایرانیوں نے خاص
طور پر خوشی کا اظہار کیا —

اہالی تبریز کے تأثرات

۱۹۵۴ع مجھے تبریز جانے کا اتفاق ہوا - رئیس دانشگاہ تبریز(چانسلر
تبریز یونیورسٹی) جناب آقای ڈاکٹر امین نے مؤلف کے اعزاز میں دانشکدہ
ادبیات (کالج فار لٹریری اسٹڈیز) میں ایک ادبی جلسہ کیا جس میں یونیورسٹی
کے پروفیسروں اور سینیر طالب علموں کے علاوہ تبریز کے بر جستہ ادبا نے
بھی شرکت کی۔ اس جلسہ میں صدر شعبہ ادبیات پروفیسر خیام پور، رئیس
دانشگاہ ، ڈاکٹر امین اور جناب آقای جم (جو صوبہ کے گورنر تھے اور اپنے
علم و دانش کے سبب تمام حلقوں میں احترام کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں)
نے تقریریں کیں ۔ ان سب حضرات کی تقریروں میں ایک بات مشترک اور
نمایاں تھی اور یہ وہ کہ اقبال نے صدیوں کے بعد ایران و پاکستان کے تاریخی

ایرانیوں کی روز افزوں دلچسپی کو دیکھتے ہوئے ,,رومی عصر،،
کے دو سو نسخے وزارت تعلیم ایران نے سرکاری کتبخانوں کے لئے تقسیم کئے
اور انجمن فرہنگی کی موسسس اور نائب صدر ڈاکٹر کچکینہ کاظمی نے
پانچ سو نسخے اسکولوں کے معلمین اور طالب علموں میں تقسیم کئے۔
کتاب کی مانگ بدستور جاری ہے —

اس کتاب کے متعلق اتنی تفصیل اس لئے نہیں دیگئی کہ یہ کتاب
فی نفسہ کوئی غیر معمولی خوبی کی کتاب ہے ، بلکہ یہ ذکر اس لئے کیا
گیا ہے کہ قارئین کو معلوم ہوجائے کہ ایران میں لوگ ایک نہایت
تھوڑے سے عرصہ میں اقبال میں کتنی دلچسپی لینےلگے ہیں ! حتی کہ اس
کتاب پر جوبیشمار تقریظیں لکھی گئی ہیں وہ زیادہ تر اقبال کی اہمیت اور
عظمت کے متعلق ہیں نہ کتاب یا مؤلف کتاب کے متعلق — مؤلف نے صرف
یہ کوشش کی ہے کہ اقبال کو عام فہم طریقہ سے ایرانی عوام سے آشنا
کرائے باقی'' آفتاب آمد دلیل آفتاب'' یہ خود اقبال کی ظاہری اور معنوی
عظمت ہے جس سے ہر صاحب دل اور صاحب ذوق ایرانی متأثر ہوتا ہے —

جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا ہے ۱۹۵۰ ع کے بعد ادبی اور علمی حلقوں
میں اکثر اقبال کا ذکر رہتا تھا — مگر کھیل اور ورزش کے میدان میں
اقبال کا ذکر ایک نئے باب کا اضافہ تھا۔ اس لئےذیل کا واقعہ درج کرتا ہوں۔
۱۹۵۱ ع میں پشاور سے ایک فٹ بال ٹیم ایران کے دورے پر آئی — اس ٹیم کا
سب سے اہم میچ تہران کی منتخب ٹیم سے ایران کے خوبصورت اور شاندار
اسٹیڈیم امجدیہ میں ہوا — میچ شروع ہونے سے پہلے ایرانی فٹ بال فیڈریشن
کے سکریٹری پروفیسر ڈاکٹر کنی (Dr. Kani) نے مختصر سی تقریر

21 خانم ڈاکٹر کچکینہ کاظمی نائب صدر ایران پاکستان کلچرل ایسوسی ایشن یوم اقبال کے زنانہ جلسہ میں تقریر کر رہی ہیں۔

اور معنوی ارتباط کو زندہ کیا ہے اور ایران میں پاکستان کی محبوبیت کو جس چیز نے وسعت دی ہے وہ اقبال کا کلام اور اس کے خیالات ہیں ۔ جناب آقای جم، شیخ محمود شبستری کی اولاد سے ہیں اور انہوں نے اقبال اور شیخ محمود کے روحانی ارتباط کا خاص طور پر ذکر کیا ۔ ان تقریروں کا بیشتر حصہ ریڈیو تبریز نے نشر کیا ۔ اور مجھ سے خاص طور پر کہا گیا کہ اقبال اور رومی کے متعلق تقریر کروں ۔

نوجوان طالب علموں کا اشتیاق قابل دید تھا ان کا بار بار یہی تقاضا تھا کہ اقبال پر پمفلٹ چھپوا کر انہیں بھجوائے جائیں ۔ میرے پاس ایک دو ورق کا ' جزوہ ' موجود تھا جس کے ایک صفحہ پر استاد بہزاد کی نقاشی " رومی و اقبال " اور باقی دو صفحوں پر دونوں کے منتخب اشعار تھے ہر دس طالب علموں کے گروپ کو ایک دو ورقی ' جزوہ ' تقسیم کیا گیا ۔ اور بعض طالب علموں نے پی ۔ ایچ ۔ ڈی ۔ کے لئے اقبال پر رسالہ لکھنے کی خواهش ظاہر کی مگر افسوس کہ جو وسائل اس کام کے لئے اور دیگر انتشارات کے لئے لازم تھے وہ میری دسترس سے باہر تھے ۔

تبریز میں قیام کے دوران میں آذربائیجان اور ایران کے نامور شاعر آقای محمد حسین شہریار سے ملاقات ہوئی ۔ بلکہ یہ کہنا صحیح تر ہوگا کہ شہریار ، محمد نخجوانی تاجر (جو دانش اور ادب پروری کے لئے معروف ہیں) کے مکان پر میری ملاقات کو تشریف لائے ۔ کوئی گھنٹہ بھر گفتگو رہی ۔ فارسی مجلہ ہلال کا ایک نسخہ میں نے ان کی خدمت میں پیش کیا ۔ اس شمارے میں اقبال کی نظم " تنہائی " چھپی ہوئی تھی ۔ شہر یار نے نظم پڑھی پھر حاضرین کو پڑھکر سنائی اور کہا یہ شعر فارسی کا بہترین اور جدید

نمونہ ھے اسی موقع پر ڈائریکٹر تعلیم آقای دھقان نے وعدہ کیا کہ ھم اقبال کے کلام کو آذربائیجانیوں سے آشنا کرانے میں ھر قسم کے تعاون کے لئے حاضر ھیں —

ایرانی ادبا اور شعرا کے بہت سے مقالات و تقریریں اور قصائد مختلف جرائد میں چھپ چکے ھیں اور متن کتاب میں ان کے اقتباسات پیش کئے گئے ھیں ۔ اس تمہید میں اغلب وہ باتیں بیان کی گئیں ھیں جو کسی کتاب کی شکل میں شائع نہیں ھوئیں لیکن دوستداران اقبال کے لئے اھمیت رکھتی ھیں —

میرا یہ مقدس فرض ھے کہ ایرانیوں کے پر محبت تأثرات اور ان کا نہایت دوستانہ اور بے نظیر عکس العمل جو اقبال کے متعلق میں نے گذشتہ سات سال کے عرصہ میں دیکھا ، سنا یا پڑھا اپنے ھم وطنوں کے لئے ثبت و ضبط کردوں ۔ تاکہ یہ ابتدائی اور شیریں یادگاریں فراموش نہ ھوجائیں .

اقتباسات اور ترجمہ

مؤلف نے زیادہ تر ایسے مقالات اور منظومات سے اقتباس نقل کئے ھیں جنکو یا تو تاریخی اھمیت حاصل ھے یا ایران کے مختلف علمی، ادبی اور سوشل حلقوں کے خیالات اور تأثرات کی نمائندگی کرتے ھیں —

اس کے علاوہ کوشش کی گئی ھے کہ ایرانی ادبا کے تعریفی ، تقریظی اور تنقیدی ریمارکس (اظہارات) کے ساتھ ساتھ انکے مخصوص ذوق شعری اور انکی مخصوص پسند کے نمونے بھی پیش کئے جائیں تاکہ قارئین اقبال کے شعر معنوی اور غنائی پہلوؤں کو ایرانیوں کی نظر سے جانچ سکیں —

ہوئے ہیں اور اس لئے ایرانی (جیسا کہ اقتباسات مشمولہ سے ظاہر ہے) پاکستان کو (معنوی دنیا میں) ایران اور ایران کو پاکستان خیال کرتے ہیں —

امید ہے کہ یہ کتاب پاکستان اور ایران کے درمیان حسن تفاہم اور قدیم یگانگت اور ہم آہنگی پیدا کرنے اور اپنے مشترک مفاخر میں دلچسپی بیدار کرنے میں مفید ثابت ہوگی —

قطعات نثر و نظم کے ترجمہ میں عموماً اصل متن کی طرز بیان کو ملحوظ رکھا گیا ھے اور آزاد ترجمہ سے حتی‌المقدور پر ھیز کیا ھے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ آزاد ترجمہ نسبتا رواں‌تر ھو سکتا تھا مگر فارسی اردو کے متون کو ایک دوسرے کے قریب رکھنے سے مؤلف کی پیش نظر یہ امر بھی تھا کہ ایرانیوں کی اردو میں روز افزوں دلچسپی کے پیش نظر یہ کتاب انکو اردو سے آشنا کرانے میں بھی مفید ھو سکتی ھے۔ وہ فارسی رسم‌الخط میں بغیر کسی کی مدد کے اردو پڑھ سکیں گے اور بہت سے غیر مانوس ھندی الفاظ کے معنی فارسی متن کی مدد سے خود بخود ان پر واضح ھو جائیں گے۔ مؤلف کی مذکورہ بالا توضیح اس کے چند سالہ تجربہ پر مبنی ھے اور اسوقت ایرانی ادبا میں سے کئی ایک نے اردو کی ادبی زبان کو بغیر کسی معلم کی مدد کے، پڑھنا تو نہیں ، سمجھنا سیکھ لیا ھے اور اغلب حالات میں صرف حروف اور چند ایک 'افعال' کی تشریح انکی رھنمائی کے لئے کافی ثابت ھوئی ھے۔

معمولاً فارسی متن کو اردو کے بالمقابل لکھنے کے بجائے زیر حاشیہ درج کیا گیا ھے تاکہ قارئین کی توجہ ایک وقت میں ایک ھی متن پر متمرکز رھے۔

پاکستانیوں کی نگاہ میں ایرانی عزیز اور گرامی ھے اس لئے نہیں کہ وھاں الوند ، دماوند و بیستون موجود ھیں ، بلکہ اس لئے کہ یہ خاک سعدی و فردوسی و مولوی و حافظ کا وطن ھے۔ اسیطرح ایرانی پاکستان کو محبت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے ھیں کیونکہ یہ اقبال کا وطن ھے۔ بقول کاظم رجوی ، مولوی اور سعدی اور حافظ اقبال کی شکل میں نمودار

بہار اور اقبال

جیسا کہ تمہید میں بیان کیا گیا ہے ایران میں اقبال کے سب سے قدیمی دوست اور مداح سید محیط طبا طبائی اور سعید نفیسی تھے - لیکن سب سے پہلے رسمی طور پر اور ملت ایران کے نمایندہ کی حیثیت سے جس شخص نے اقبال کو خراج تحسین پیش کیا وہ ایران معاصر کا سب سے بڑا شاعر، ادیب اور فن شعر و نثر کا سب سے بڑا ماہر ملک الشعراء محمد تقی بہار تھا - اس لئے نہ صرف ترتیب وقت کے لحاظ سے بلکہ بہار کی غیر معمولی علمی اور ادبی اہمیت کے پیش نظر ذیل میں "خطاب بہ ہند" نقل کیا جاتا ہے جس میں ہندوستان میں فارسی شاعری کی تاریخ بیان کرتے ہوئے بہار نے اقبال کا ذکر کیا ہے اس کے بعض اشعار پر تضمین اور اس کے رنگ میں کچھ شعر کہے ہیں -

جیسا کہ نظم سے ظاہر ہے بہار نے جس عشق اور عقیدت کا اظہار ہندوستان سے کیا ہے وہ ہندوستان کی اس تاریخ سے وابستہ ہے جو فارسی ادبیات و فرہنگ سے متعلق ہے بہار نے خطبہ صدارت میں بھی صاف طور پر کہا ہے :

"من داستان پارسی گویان هند بیان کردم و نام شاعران و صاحبدلان و شهریاران و شهربانوان ادب دوست را بمیان آوردم و نتیجه آن منظومه

بہار اور اقبال

جان فدای آن نمک زار سیاه
بی نمک آنجا نمیروید گیاه

میری جان اس سیاہ رنگ نمک زار کے قربان ہو، وہاں تو سبزی بھی بے نمک نہیں اگتی ۔

فکر ہا رنگین و رنگین خو یہا
رنگ بیرنگی عیان بر رویہا

ہند کے افکار اور عادات سب رنگین ہیں ، اور اس کے چہرے پر بیرنگی کا رنگ عیاں ہے۔

لشکر یونان ازآنجا رم گرفت
عبرت از کار بنی آدم گرفت

یونان کا لشکر وہاں سے لوٹا اور اس نے بنی آدم کے اعمال سے عبرت حاصل کی ۔

شد عرب در ہند و وحدت پی فگند
عاقبت آنجا عرب ہم نی فگند

عرب ہند میں پہنچے اور وحدت کی بنیاد رکھی لیکن آخر عرب بھی وہاں سے لوٹنے پر مجبور ہوئے ۔

ترک آنجا ترکی از سر وا گرفت
فارسی بود آنکه آنجا پا گرفت

ترکوں نے وہاں ترکی ترک کردی، فارسی ہی تھی جس نے وہاں اپنے قدم جمائے ۔

بلبل فکرم خوشں آوائی نمود
طوطی طبعم شکر خائی نمود

میرے افکار کی بلبل نے خوش الحانی سے گانا شروع کیا ، میری طوطی طبع نے شکر بکھیرنی شروع کردی۔

دل اسیر حلقهٔ زنجیر هند
جاں فدای خاک دامن گیر هند

میرا دل هند کی زنجیر کے حلقے میں گرفتار هے، میری جان هند کی دامن گیر خاک کے قربان هو۔

بس ملاحتها دران خاک و هواست
هند را کان نمک خواندن رواست

اس کی خاک میں بیشمار ملاحتیں موجود هیں، اسلئے هند کو کان نمک کہنا مناسب هوگا۔

آن نمک زاری که خاکش عنبر است
خار او چمپا خسش نیلوفر است

یه وه نمک زار هے جهاں کی خاک عنبر هے ، اس کے کانٹے گل چمپا اور اس کی خس گل نیلوفر کی مانند هے۔

هر که رفت آنجا نمک پالوده شد
سادگی افگند و رنگ آلوده شد

جو وهاں گیا نمک میں آلوده هوگیا، سادگی اسنے چهوڑ دی اور رنگینی اختیار کی -

گرچه گندم گون و میگون آمدیم
هر دو از یک خمره بیرون آمدیم

اگرچه ہم اور ہندی گندم گوں اور میگوں ہیں، ہم دونوں ایک ہی خمرہ سے نکلے ہیں -

چون دیوژن خم نشینان حقیم
وز فلاطون و دیوژن اسبقیم

ہم دیوژن کی طرح حق کے خم میں پناہ گزیں ہیں اور ہم افلاطون اور دیوژن سے قدیم تر ہیں ۱

ساغری گیر از مئی عرفان ہند
نوش باد پارسی گویان ہند

ہند کی مئے عرفان سے بھر کر ساغر ہاتھ میں لو. ہند کے فارسی گو شاعروں کی شراب نوش کرو۔

یادی از مسعود سعد راد کن
بعد یاد رونی استاد کن

عالی مقام مسعود سعد کو یاد کرو، پھر استاد رونی کو یاد کرو۔

آنکه چون سعدی سخن گوی نواست
بلبل گلزار دهلی خسرو است

اور وہ جو سعدی کی مانند شعر سرا ہے، دہلی کے باغ کا بلبل خسرو ہے -

---

۱ — افلاطون اور دیوژن قدیم یونان کے مشہور فیلسوف ہیں -

ایزدی بود آشنائی های ما
آشنا داند صدای آشنا

هماری هندسے آشنائی خدا کی طرف سے تھی، آشنا ھی آشنا کی آوازکو پہچانتا ھے ۔

هند و ایران آشنایان هم اند
هر دو از نسل فریدون و جمند

هند اور ایران باهم دوست هیں دونوں فریدون اور جم کی نسل سے هیں (یعنی آریائی هیں) ۔

آنکه گندم خورد و دور از خلد ماند
در سراندیپ آمد و گندم فشاند

وہ جس نے گندم کھالی اور جنت سے نکالا گیا (حضرت آدم) وہ سراندیپ میں پہنچا اور وهاں گندم کی کاشت کی ۱

خاک هند از خلد دارد بهره ها
رنگ آن گندم عیاں بر چهره ها

پس هند کی خاک نے جنت سے بهره برداری کی اور اسی گندم کا رنگ هندیوں کے چہرہ پر ظاهر ھے ۔

---

۱ — اشارہ ھے اس قصہ کی طرف کہ حضرت آدم نے پہلے پہل سراندیپ (جنوب هند) کے جزیرے پر نزول فرمایا ۔

با کلیمش ساحران را نیست تاب
کس نگفت آخر سه بیتش را جواب

اسکے کلیم کا کوئی ساحر مقابلہ نہیں کرسکتا ، کسی نے اس کی سہ بیتی کا جواب نہیں دیا - ۱

از نظیری و ظهوری دم مزن
هند و ایران را دگر برهم مزن

نظیری اور ظهوری کی بات مت کرو ، اور هند اور ایران کو جدا مت کرو -

گر ز تبریز است یا از اصفهان
هست صائب طوطی هندی زبان

خواہ وہ تبریز سے متعلق ہے یا اصفہان سے ، صائب طوطی ہندی زبان ہے -

---

۱ — بہار کا اشارہ کلیم کے مندرجہ ذیل تین اشعار کی طرف ہے ! —

بدنامی حیات دو روزی نبود بیش
آنهم کلیم با تو بگویم چسان گذشت

یک روز صرف بستن دل شد باین و آن
روز دگر بکندن دل زین و زان گذشت

طبعی بهم رسان که بسازی بعالمی
یا همتی که ازسر عالم توان گذشت

خمسه خسرو که تقلیدیست فرد
با حکیم گنجوی جوید نبرد

خسرو کا خمسه تقلید کا لاجواب نمونه هے ، جو حکیم گنجوی کا مقابله کرتا هے ۔

طبع پاکش مایه دار فکر بود
صد هزاران بچه زاد و بکر بود

اس کی طبع پاک تخیلات کی مایه دار تھی، اس کے بطن سے لاکھوں بچے تولد هوئے اور وہ پھر بھی باکرہ رهی۔

بزم اکبر شد ز فیضی فیض یاب
دکن از بوالفضل و فیضی یافت آب

اکبر کی بزم فیضی سے فیض یاب هوئی ، دکھن کو ابوالفضل اور فیضی کے دم سے آبرو ملی ۔

با حسن صد لطف و گرمی توام است
در کلامش آتش و گل باهم است

حسن کا کلام سراسر لطف و گرمی هے، اس میں هم آتش اور گل کو ایک جگه دیکھتے هیں ۔

طبع عرفی خوش بمضمون راه جست
داد — داد لفظ و معنی را درست

عرفی کی طبع نے مضمون کی طرف خوب راسته نکالا ، اس نے لفظ اور معنی کی خوب داد دی ۔

رشک غزنین گشت بزم اکبری
نغمه خوان هر سو هزاران عنصری

بزم اکبر رشک غزنین بن گئی ، ہر طرف ہزاروں عنصری جیسے شاعر نغمہ خواں تھے -

بزم نورالدین گلستانی دگر
در گه نورجهان جانی دگر

بزم نورالدین (جہانگیر) ایک نیا گلستان تھا اور نورجہاں کی درگاہ ایک نئی روح کی حامل تھی -

بذله گو از شاه تا بانو همه
پیش یک مصرع زده زانو همه

بادشاہ سے لیکر خواتین تک سب بذلہ گو تھے اور ایک مصرع کے سامنے وہ دو زانو تھے -

جوش ایهام و مثل چون موج آب
نکته بر هر موج خندان چون حباب

شعر میں ایہام اور تمثیل موج آب کی طرح رواں تھی اور ہرہر موج پر حباب کی مانند نکتے مسکرا رہے تھے -

کار تاریخ و تتبع تازه گشت
صنعت انشاء بلند آوازه گشت

تاریخ نویسی اور تتبع کا کام تازہ ہوگیا ، فن تحریر کی صنعتوں کو شہرت نصیب ہوئی -

خاک ،،آمل،، دامنش از دست داد
لاجرم طالب بهندوستان فتاد

آمل کی خاک نے طالب کا دامن چھوڑ دیا ، اور وہ ہندوستان پہنچ گیا ۔

چون کسی را صنعتی غالب بود
میشتابد هر کجا طالب بود

جب کسی کو کسی صنعت پر تسلط حاصل ہو ، تو وہ وہیں جاتا ہے جہاں اس کا کوئی طالب ہو ۔

از همایون گیر تا شاه جهان
شاعران را بود هند آرام جان

ہمایوں کے زمانے سے شاجہاں تک شاعروں کے لئے ہند آرام جاں تھا ۔

هند بازار خرید ذوق بود
هند یکسر عشق و شور و شوق بود

ہند ذوق شعر کا خریدار تھا ، ہند سراسر عشق و شور و شوق تھا ۔

صنعت و ذوق هنر ترکیب یافت
کاروانها جانب دهلی شتافت

صنعت اور ذوق ہنر آپس میں مل گئے اور قافلے دہلی کی جانب روانہ ہوگئے ۔

بس روان شد کاروان در کاروان
تنگهای دل پر از کالای جان

بیشمار کاروان ایک دوسرے کے پیچھے روانہ ہوگئے ، ان کے دل بغچے روحانی مال و متاع سے پر تھے ۔

نیست گر دهلی ز اکبر پر خروش
میزند هر گوشه دیگ علم جوش

اگرچه اب دهلی اکبر کے زمانے کی طرح پر خروش نہیں، هر گوشه میں دیگ علم میں ابال آرها هے -

ور نمیخندد بهر گل صد هزار
باز نالد قمرئی بر شاخسار

اگرچه هر پهول پر اب سینکڑوں بلبلیں مسکرا نہیں رهیں، پهر بهی شاخساروں سے قمری کے نالے کی آواز آرهی هے-

غالبی آمد اگر شد طالبی
شبلی هست ار نباشد غالبی

اگر طالب رخصت هوا تو غالب آ گیا اور اگر غالب نہیں تو شبلی هے۔

بیدلی گر رفت اقبالی رسید
بیدلان را نوبت حالی رسید

اگر بیدل رخصت هوا تو اقبال پہنچ گیا، اور بیدلوں میں حال کی حالت پیدا هوئی -

هیکلی گشت از سخنگوئی بپا
گفت کل الصید فی جوف الفراء

شعر نے ایک هیکل کی شکل اختیار کرلی اور کہا ,,تمام شکار گورخر کے پیٹ میں هیں،، یعنی شعر کی تمام خوبیاں مجھ میں موجود هیں -

در لغت فرهنگ ها پرداختند
لعبها در دین و حکمت باختند

زبان کے لئے انہوں نے فرہنگ تیار کئے اور دین و حکمت کے مسائل پر کام کیا۔

کار نقاشی بسی بالا گرفت
خوش نویسی پایه والا گرفت

نقاشی کے کام نے ترقی کی اور خوش نویسی کا معیار بلند ہوگیا۔

صنع معماری بسی پیرایه یافت
ذوق حجاری فراوان مایه یافت

معماری کی صنعت نے گونا گوں ترقی کی، فن حجاری نے بہت اہمیت حاصل کی۔

ثروت و جاه و رفاه و خرمی
صلح و عیش و خوشدلی و بیغمی

ثروت و جاہ و رفاہ و خوشی اور صلح و عیش خوشدلی اور بے غمی

چشم شور اختران راخیره کرد
هر طرف خصمی برایشان چیره کرد

کو دیکھکر ستاروں کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں اور ستاروں نے ہر طرف سے دشمنوں کو اکسانا شروع کیا۔

نیست گر آن کر و فر نظمی بپاست
رفت اگر آن کیف کیفیت بجاست

اگر چہ وہ کروفر نہیں پھر بھی کچھ نظم موجود تھا اگر وہ کیف رخصت ہوا اس کی کیفیت باقی رہی۔

باز دیگر چون ملک پران شوی
آنچه اندر وهم ناید آن شوی

تا کہ دوبارہ تو فرشتوں کی طرح پرواز میں آئے اور تو اس مقام پر پہنچ جائے جو وہم و گماں سے بھی باہر ہے۔

نکتہ ای گویم سخن کوتہ کنم
خاطر پاک ترا آگہ کنم

ایک نکتہ کی بات کہکر بات کو مختصر کرتا ہوں اور تیرے پاک دل کو اس حقیقت سے آگاہ کرتا ہوں ۔

شمہ ای در حال و استقبال تو
ہان نہ من گویم کہ گفت اقبال تو

تیرے حال اور مستقبل کے متعلق چند الفاظ کہتا ہوں ، لیکن میں نے نہیں ، تیرے اپنے اقبال نے کہا ہے ۔

زندگی جہداست و استحقاق نیست
جز بعلم و انفس و آفاق نیست

زندگی جہد و کوشش ہے ، محض زندہ رہنے کا حق بے معنی ہے ۔ اور حیات بجائے انفس و آفاق کے علم کے اور کچھ نہیں ۔

گفت حکمت را خدا خیر کثیر
ہر کجا این خیر را بینی بگیر

خدا نے حکمت کو خیر کثیر کہا ہے ، جہاں سے تجھے مل جائے اسے حاصل کرے۔

عصر حاضر خاصهٔ اقبال گشت
واحدی کز صد هزاران بر گذشت

عصر حاضر خاص طور پر اقبال کا زمانہ ہے، وہ فرد جو لاکھوں سے بازی لے گیا۔

شاعران گشتند جیشی تار و مار
وین مبارز کرد کار صد سوار

شاعر ایک شکست خوردہ فوج کی طرح تھے، مگر اس مبارزہ کرنیوالے نے سینکڑوں سواروں کا کام کیا۔

عالم از حجت نمی ماند تہی
فرق باشد از ورم تا فربہی

دنیا کبھی حجت سے خالی نہیں رہتی، (قدرتی) موٹاپے اور ورم میں فرق ہوتا ہے۔

تیغ همت را کن ای هند عزیز
با فسان جرأت و امید تیز

اے عزیز ہند، اپنی تیغ همت کو جرأت اور امید کی فسان پر تیز کر

صنعت و علم و امید و اتحاد
کسب کن تا وا رهی زین انفراد

صنعت و علم و امید اور اتحاد کو حاصل کر تاکہ اس افتراق و نفاق سے نجات پائے۔

همت از آمال کوچک باز گیر
تا فراز کہکشان پرواز گیر

چھوٹی چھوٹی امیدوں پر همت مت لگا کہکشان کی بلندیوں پر پرواز شروع کر -

این کسالات و تن آسانی بس است
تربیت آموز ، نادانی بس است

یہ تن آسانی اور بے همتی ختم کر، تعلیم حاصل کر، نادانی ختم کر۔

زندگی جنگست و تدبیر معاش
زندگی خواهی چو مردان کن تلاش

زندگی جنگ ہے اور تدبیر معاش ہے، اگر تو زندہ رهنا چاهتا ہے تو مردوں کی طرح جستجو کر۔

فقر و درویشی در استغنا نکوست
با غنا شو صوفی و درویش دوست

استغنا کے ساتھ فقر و درویشی اچھی ہے ،استغنا کو ہاتھ سے مت چھوڑ اور صوفی اور درویش کا دوست بن۔

فقر و درویشی تباهت میکند[1]
در دو عالم روسیاهت میکند

فقر و درویشی تمھیں تباہ کردیگی اور دونوں عالموں میں روسیاہ کردیگی۔

---

۱ —اشاره بحدیث شریف افقر سوادالوه فی الدارین و مراد فقر و تنگدستی است که مرد برای معیشت روزانه تهیدست بیچاره باشد و کارش بسوال بکشد —

غافل از اندیشهٔ اغیار شو
قوت خوابیده ای بیدار شو

دوسروں کا خیال اپنے دل سے نکال دے تو سوئی ہوئی قوت ہے، بیدار ہوجا۔

ناامیدی حربہ اہریمن است
پیششِ آفت و آسمانی جوشن است

ناامیدی شیطان کا حربہ ہے ، اگر تو آگے بڑھے تو آسمان تیرا جوشن بن جائیگا۔

جوشن امید را برخود بپوش
روز و شب تاجان بتن داری بکوش

امید کا جوشن پہن لے جب تک تیرے جسم میں جان ہے روز و شب کوشش کر۔

خویش را خوار و زبون کس مدان
در نبرد زندگی واپس مدان

اپنے آپ کو کسی کا خوار و زبوں مت سمجھ ، زندگی کی جنگ میں کمزور تصور مت کر۔

زین قناعت پیشگی پرہیز کن
مرکب ہمت بجولان تیز کن

قناعت پیشہ بننے سے پرہیز کر ، اپنے مرکب ہمت کو جولانی میں تیز کر —

سوی وحدت پوی و دست از شرک شوی
متحد باش و بترک کفر گوی

وحدت کی طرف چل اور شرک کو ترک کردے، متحد ہوجا اور کفر کو ترک کردے۔

ای بہار از ہند دم با من مزن
بیش از این بر آتشم دامن مزن

ای بہار اب ہند کی بات مجھ سے نہ کر، میری آگ کو اس سے زیادہ نہ بھڑکا۔

کز فراق ہند بس دلخستہ‌ام
نام ہند است این کہ بر خود بستہ‌ام

میں ہند کی جدائی میں بہت دلخستہ ہوں، میں نے ہند کا نام اپنے لئے اختیار کیا۔

نام اصل ہند باشد مہ بہار
جذب گردد کہ بہ مہ بی اختیار

ہند کا اصلی نام مہ بہار ہے (اشارہ بہ مہا بھارت) اور کہ، (چھوٹی چیز) ومہ، (بڑی چیز) میں جذب ہوجاتی ہے۔

من بہار کوچکم در ری مقیم
دل طپان از فرقت ہند عظیم

میں چھوٹی بہار ہوں اور میں ری (یعنی طہران) میں مقیم ہوں اور ہند عظیم (مہا بھارت) کی جدائی میں میرا دل جل رہا ہے۔

گر بترسی درد و رنجت در قفاست
خیز و جنبش کن که گنجت زیر پاست

اگر تو ڈرتا ہے تو درد و رنج تیرا پیچھا نہیں چھوڑینگے، اٹھ اور حرکت کرکہ خزانہ تیرے پاؤں کے نیچے ہے۔

جزیکی نبود سراپای وجود
قطرہ قطرہ محو دریای وجود

سراپائے وجود سوائے (ایک) کے اور کچھ نہیں، قطرہ قطرہ وجود کے سمندر میں محو ہوجاتا ہے۔

از جدائی بگذر و مأنوس باش
قطرگی بگذار و اقیانوس باش

جدائی اور نفاق چھوڑ دے انس پیدا کر، قطرے کے وجود سے علیحدہ ہوجا اور سمندر بن جا۔

جز براہ یکدلی سالک مباش
محو یکتائی شو و مشرک مباش

سوائے یکدلی کے راستے کے قدم مت رکھ (ایک) میں محو ہوجا اور مشرک مت بن۔

کفر دانی چیست؟ کثرت ساختن
از یکی سوی دو تائی تاختن

جانتے ہو کفر کیا ہے؟ کثرت کو وجود میں لانا اور وحدت سے دو تائی کی طرف جانا۔

لا علاج از دور بوسم روی هند
روی گبر و مسلم و هندوی هند

مجبوراً میں دور سے ھند کے چہرے پر بوسہ دیتا ھوں ۔ آتش پرست، مسلمان، ھندو، تمام لوگ جو ھند میں رھتے ھیں سب کو بوسہ دیتا ھوں ۔

پس پیامی میفرستم سوی یار
در لطافت چون نسیم نوبہار

میں دوست کی طرف ایک پیام بھیجتا ھوں جو لطافت میں نسیم نوبہار کی مانند ھے ۔

گویم ای ھند گرامی شاد باش
سال و ماہ از بند غم آزاد باش

میں کہتا ھوں کہ ای ھند گرامی خوش رھو، سال و ماہ غم کے بند سے آزاد ھو ۔

از سر اخلاص دادم این پیام
ھان سخن کوتاہ کردم والسلام

میں نے یہ پیغام خلوص دل سے دیا ھے، میں بات کو مختصر کرتا ھوں اور تجھ کو سلام بھیجتا ھوں ۔

———:o:———

اس کے بعد اپریل سنہ ۱۹۵۰ ع میں ملک‌الشعراء بہار نے یوم اقبال کے جلسہ کے موقع پر اپنے صدارتی خطبہ میں فرمایا :

طوطی بازارگانم من مدام ۱
طوطیان هند را گویم سلام

میں همیشه سوداگر کے طوطے کی مانند هوں اور طوطیان هند کو سلام بھیجتا هوں -

ز آرزوی دیدن یاران هند
میچکد از دیده ام باران هند

هند کے دوستوں کو دیکھنے کی آرزو میں میری آنکھوں سے هند کی بارش جاری هے-

آرزو بر نوجوانان عیب نیست
لیک بر پیران فزون زین عیب چیست

نوجوانوں کے لئے آرزو کرنا بری بات نہیں ، لیکن پیر کے لئے اس سے بڑھکر عیب نہیں -

عمر من در زحمت و محنت گذشت
میروم اکنون سوی پنجاه وهشت

میری عمر تکلیف اور رنج میں گذر گئی، اب میری عمر اٹھاون سال کی هو گئی هے -

در همین هنگامه چالاکی سزاست
من نیم چالاک و دوران بیوفاست

موجوده وقت میں چالاکی کی ضرورت هے ، میں چالاک نہیں هوں اور زمانه بے وفا هے -

---

۱ — اشاره هے مثنوی معنوی کے قصه کی طرف ایک ایرانی تاجر کے پاس ایک طوطاتها سوداگر کو هندوستان کا سفر درپیش تها۔ طوطے نے سوداگر کے هاتھ هندی طوطوں کے لئے پیغام بھیجا -

50 ملک الشعرا بہار یوم اقبال (۱۹۵۰) کے موقعہ پر خطبہ صدارت پڑھ رہے ہیں۔

*جب کوئی سیاستمدار یا ڈپلومات کسی دوسرے ملک کے متعلق سوچتا ھے تو سب سے پہلے اس ملک کے قدرتی ذخیرے اور وہ فوائد جو وہ ان ذخیروں سے حاصل کرسکتا ھے ۔ اس کی نگاہ کے سامنے مجسم ھو جاتے ھیں -

جب کوئی تاجر اور سرمایہ‌دار کسی دوسرے ملک کو یاد کرتا ھے تو سب سے پہلے وہ تجارتی معاملات ، لین دین ، بازار وغیرہ کی حالت اور تجارتی منافع وغیرہ کے خیال میں اس بات کو سوچنے لگتا ھے کہ کس طرح اس ملک سے سیم و زر اکھٹا کیا جاسکتا ھے - لیکن جب کبھی ایک شاعر یا دانشمند یا اھل دل کسی ملک کے متعلق سوچتا ھے ۔ تو ھر بات سے پہلے اس ملک کے علماء اور ھنرمندوں اور ان کے

---

*وقتی مردی سیاستمدار یا دیپمات از مملکت و کشوری یاد میکند. نخست معادن و ذخایر طبیعی آنکشور و امتیازاتی که میتوان از آنجای بدست آورد ، در برابر چشم وی جلوه مینماید .

هنگامیکه شخصی تاجر و سرمایه‌دار از کشوری یاد میکند ، نخستین بار از معاملات تجاری و دادوستد و امر بازار و بازرگانی و امتیازات تجاری آن کشور یاد مینماید و دراین معنی غور و تأمل میکند که از چه راه میتوان سیم و زر را به چنگ آورد —

اما هر وقت دانشمندی، شاعری و صاحبدلی در مورد مملکت و کشوری فکر میکند ، پیشتر از هر چیز و قبل از همه، علماء و هنرمندان آنکشور و پایهٔ

ذوق اور معیار تعلیم و ادب اور ان کی قومی عادات و رسومات کی طرف توجه دیتا ھے اور فوراً وھاں کے سب سے بڑے شاعر اور اھل دل کی جستجو کرتا ھے کیونکه ایک ملک کا حقیقی سرمایه اس ملک کے لوگ ھوتے ھیں نه که اس کے سیاسی یا تجارتی اور مالی اور اقتصادی امتیازات اور لوگوں کی اصلی اھمیت ، ان کا تمدن، زبان و آداب اور ان کی علمی و ادبی تربیت ھے ۔ تمدن اور زبان اور تربیت د مظہر ملک کی وه بڑی بڑی شخصیتیں جو قوم کی سر پرستی کے فرائض انجام دیں، اور ملک کے ادیب و قانون گزار اور قومی رھنما ھوتے ھیں ۔ پس اگر کوئی شخص دنیاوی اغراض اور پست قسم کے لالچ سے قطع نظر کر کے کسی قوم پر نگاه ڈالے تو بلا شک وه قومی راھنماؤں اور پیشواؤں کو مد نظر میں لائیگا ، مخصوصاً جبکه ان کے درمیان تمدنی،

مایه ذوق و ھنر و فرھنگ عمومی و آداب ملی‌آن مملکت را بنظر گرفته و فوراً بزرگترین شاعر و صاحبدل را در آنجای میجوید و بیاد میآورد ، زیرا حقیقت یک مملکت است نه بامتیازات سیاسی و تجاری یا ثروت یا زراعت، و حقیقت مردم مملکت بفرھنگ و زبان و آداب تربیت علمی و ادبی ایشان و حقیقت فرھنگ و زبان ادب و تربیت نیز در اشخاص بزرگ و مربیان و ادیبان و قانون گذاران کشور و پیشوایان ملی دیده و یافته میشود —

پس اگر کسی خالی از اغراض دنیوی و مطامع فرومایه مادی بخواھد مملکت و قومی را بنگرد ، بلا شک پیشوایان و زعیمان ملی را خواھد دید ، خاصه که از لحاظ فرھنگ و ادب رابطه و علاقهٔ جنسیت و سابقه‌ھای تاریخی درمیان باشد —

میں نے اقبال کو مسلمان غازیوں، عالموں اور ادیبوں کی نو سو سالہ کوشش اور جہاد کا خلاصہ اور زبدہ اور اس نو سو سالہ باغ کا پکا ہوا میوہ گردانا۔ اور دانشوروں اور ہنرمندوں اور دیگر بڑی بڑی اسلامی شخصیتوں کا ذکر کرنیکے بعد میں نے اپنے ممدوح کے متعلق یوں کہا:

یہ زمانہ خاص طور پر اقبال کا زمانہ ہے
اقبال جو اکیلا لاکھوں سے بازی لے گیا

شاعری نے ایک مجسمہ کی شکل اختیار کرلی اور کہا:

تمام شکار گورخر کے پیٹ میں ہیں (یعنی شاعری کی تمام خوبیاں مجھ میں موجود ہیں)

شاعر ایک پامال شدہ فوج کی مانند تھے،
لیکن اس ایک جنگجو نے سو سواروں کا کام کیا۔

منظومۂ بزرگ معرفی و ستایش علامہ دکتر محمد اقبال رحمۃاللہ علیہ بود —

من اقبال را خلاصہ و نقاوۂ مجاہدات و مساعی جاویدان نہصد سالۂ غازیان و عالمان و ادبای اسلامی و میوۂ رسیدہ و کمال یافتۂ این بوستان نہصد سالہ دانستم و پس از ذکر دانشوران و ہنرمندان و رجال اسلامی دربارۂ ممدوح خود چنین گفتم:—

عصر حاضر خاصۂ اقبال گشت
واحدی کز صد ہزاران بر گذشت
ہیکلی گشت از سخن گوئی بپا
گفت «کل الصید فی جوف الفرا»
شاعران گشتند جیشی تار و مار
وین مبارز کرد کار صد سوار

ادبی، نسلی اور تاریخی تعلقات پہلے سے موجود ہوں —

جب کبھی مجھے پاکستان کا خیال آتا ہے تو بے اختیار علامہ اقبال طاب ثراہ کی یاد میرے دل میں تازہ ہو جاتی ہے ۔ پانچ سال قبل جبکہ ہندوستان و پاکستان ابھی آزاد نہیں ہوئے تھے اور ابھی امید کا فرشتہ اس سر زمین پر پرواز کر رہا تھا ، دانشسرائے عالی کے ہال میں ایک جلسہ میں جس میں علم و ادب و سیاست کے منتخب اشخاص، پروفیسر صاحبان، سفراۓ کبار اور طالب علم موجود تھے‘ میں نے منظوم تقریر کی اور اس نظم میں میں نے ہندوستان کی آزادی کی پیش بینی کی اور ہند کے لئے یہ اچھی فال ثابت ہوئی ۔ میں نے ماضی اور حال کی تاریخ بیان کی اور ادب دوست شاعروں صاحبدلوں شہریاروں اور شہربانوؤں کے ناموں کا ذکر کیا ۔ اور اس لمبی نظم سے میرا مقصد اقبال رح کی تعریف اور اس کا تعارف کرانا تھا ۔

بدین سبب هر وقت من بفکر پاکستان میافتم ، بی اختیار علامه دکتر محمد اقبال طاب ثراه بیاد من میآید ۔ بهمین دلیل نخستین بار در پنجسال پیش از اینکه هنوز هندوستان و باکستان مستقل وجود نداشت و فرشته امید تازه بتازه بر این سرزمینها بال میافشاند ، من بیاد هندوستان در تالار دانشسرائے عالی ضمن جشنی باحضورگروهی از نخبهٔ رجال ادب و علم و سیاست و استادان و بعض سفرای کبار و دانشجویان سخنرانی منظوم در عهده گرفتم و درآن منظومه آزادی هندوستان را پیش بینی نمودم و فالی نیکو زدم و تاریخی از گذشته و حال و داستان پارسی‌گویان هند بیان کردم و نام شاعران و صاحبدلان و شهریاران ادب دوست را بمیان آوردم و نتیجهٔ آن

کیا گیا تھا ایک دفعہ اٹھ گیا اور ناگہاں ہم نے محسوس کیا کہ ایک سو پچاس سال کی جدائی اور میل ملاپ کی کمی اور ماھرانہ شیطانی تحریکیں ہماری باہمی ہمدردی ، ہمخونی و ہم کیشی اور ہم زبانی کے تعلقات کو ذرہ بھر بھی کم نہیں کرسکیں ۔

اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک قطعہ زمین میں اچھے اور مختلف قسم کے بیج ڈالے گئے ہوں لیکن سورج کی روشنی اور گرمی اور پانی وھاں نہ پہنچے ھوں اور پھر دفعتاً روشنی اور حرارت کے راستے سے رکاوٹیں دور ھوجائیں اور کافی مقدار میں حرارت اور روشنی اور رطوبت کے پہنچنے سے اس قطعہ زمین کے اندر جنبش اور حرکت وجود میں آئے اور قوت نامیہ کے بیدار ھونے سے رنگا رنگ پھول اور خوشبودار شگوفے نکل آئیں —

پنجاه ساله که میان ما و برادران ما فروکشیده بودند، برداشته شد و ناگاه محسوس گردید که این صد و پنجاه سال جدائی و عدم حشر و آمیزش و تحریکات ماهرانهٔ شیطانی نتوانسته است ذره‌ای از روابط همدردی و هم خونی و هم کیشی و همزبانی ما و برادران ما بکاهد. ، عین مانند قطعهٔ خاکی که بذرها و تخمهای مفید وگوناگون در آن قطعه افشانده باشند ولی از تابش نور و ترشیح رطوبت بآن قطعه خاک مضایقت رفته باشد. مدتی گذشت که حرکت و جنبش در آن زمین بارور مشهود نمیافتاد و یکباره پس از بر طرف شدن حجاب و رفع موانع دیگر و وصول نور و حرارت و رطوبت و هوای کافی، آنزمین بجوشش و حرکت طبیعی درامده قوهٔ نامیه بوظیفه خویش قیام کرده ریاحین و گلهای بدیع سپر غمهای و شگوفهای لطیف و خوشبوی سراز خاک برآروند.

نہایت افسوس اور رنج کی بات ہے کہ ایک صدی سے زیادہ عرصہ کی غیر ملکی حکومت کے امپیریلزم کے اثر اور تسلط کے پھیل جانیکی وجہ سے ایران اور ہمارے ہندوستانی بھائیوں کے درمیان رابطہ اور تعلق قطع ہوگیا - یہی نہیں بلکہ گاہ بگاہ ایسی تحریکیں اور ریشہ دوانیاں بھی تھیں جنکا مقصد یہ تھا کہ ہمارے درمیان موجودہ محبت ، دوستی ، حسن تفاہم اور قدرتی اتحاد کے متین اور مضبوط رشتہ کو دشمنی اور نفرت میں بدل دیں - لیکن ان فتنہ انگیزیوں اور تحریکوں کا ہرگز وہ نتیجہ نہ نکلا جو ان کے محرکوں کے پیش نظر تھا ' بلکہ فتنہ انگیزوں پر اس کا الٹا اثر پڑا ، اور یہ بات خاص کر پاکستان کے بننے کے بعد حقیقت کی صورت میں رونما ہوئی - اس بڑی اسلامی حکومت کے وجود میں آنیکے بعد ، ڈیڑھ سو سالہ پرانا وزنی اور ضخیم پردہ جو ہم اور ہمارے بھائیوں کے درمیان حائل

با نہایت اسف و دریغ بسبب بسط سیاستہای استعماری یک قرن افزون شد که رابطہ و حلقۂ طبیعی میان ایران و برادران ہندوستانی وی مقطوع گردیدہ بود - گہ گہ نیز تحریکہا و تضریبہائی در کار بود کہ رشتۂ محکم و متین رتباطات موجود دوستی و وُداد و حسن تفاہم و اتحاد طبیعی میان ما و برادران ما را بخصومت و عناد بدل سازند - لیکن ہیچوقت این تفتین ہا ریکات اثر مطلوب نمی بخشیدہ و تبعہ و سوء عواقب آن بہ مسبب و محرک اصلی باز میگشتہ است —

اینمعنی مخصوصاً پس از بوجود آمدن پاکستان تحقق یافت. آری ، از ایجاد این دولت بزرگ اسلامی یکبارہ پردۂ ضخیم و ہنگفت صد و

یہ ایک ضرب‌المثل ہے کہ شاعر کی فال اثر رکھتی ہے ہم **ایران میں** دیکھتے ہیں ایران کے نامدار شاعر اور حکیم ابوالقاسم فردوسی طوسی رضوان اللہ علیہ کی نیک فال جو بمنزلہ خدائی الہام کے تھی، کس قدر موثر واقع ہوئی، اور اس نے کس طرح ایک بکھری ہوئی قوم اور شکست خوردہ ملک کو اپنے الہامی اور آسمانی کلام سے زندہ کیا! بلکہ یہ کہنا بہتر ہوگا کہ نیستی سے وجود میں لایا۔ بالکل ایسے ہی پاکستان کے وجود میں آنے کا واقعہ ظہور پذیر ہوا ہے۔ ان تمام مخالفتوں اور عداوتوں کے باوجود جو اس کی راہ میں حائل تھیں، ہم نے دیکھا کہ کس طرح اقبال لاہوری (جو خدا کی طرف سے ملہم تھے) کا جان بخش اور دل انگیز نعرہ اور اس کی مبارک فال اور اس کی جاویداں تصنیفات نے اپنا اثر دکھایا اور ایک زندہ اور جاویداں ملت اور عظیم الشان اور مفید ملک وجود میں آیا۔ لہذا یہ

ضرب المثلی است که فال شاعر کارگر است . همانقسم که دربارهٔ ایران دیدیم سخنان شاعر و حکیم نامدار ایرانی ابوالقاسم فردوسی طوسی رضوان اللہ علیه و فالهای خوشی که از الهامات یزدانی بوده چگونه مؤثر افتاد . ملتی منقرض شده و کشوری تارو مار شده رابقوهٔ و مدد الهامات و تاثیر کلمات آسمانی خود زنده کرد بل از حیز عدم بعرصه وجود آورد . عیناً درمورد پاکستان و آنهمه مخالفتها و منافرت‌هائیکه درمیان بود ، دیدیم چگونه نعرهٔ جان بخش و ندای دل انگیز اقبال لاهوری که ملهم من عنداللہ بود و فال‌های فرخی که زد و آثار جاویدان و پایندهٔ ایکه منتشرنمود تأثیر بخشوده و ملتی زنده و جاوید و مملکتی عظیم و مفید بوجود آورد . پس بی سبب نیست که ما نیز مانند برادران پاکستانی خود قدر چنین نابغه‌ای را دانسته و بتأثیر وجود

اب مجھے امید ہے کہ ہمارے تاریخی ارتباط اور ہمارے بزرگوں کے مساعی اور ہماری قدیم وحدت اور یگانگت کا پھل ہمیں میسر ہوگا ۔ میری آرزو ہے کہ یہ دو بدیع اور پر طراوت گلشن اور نعمت سے مالا مال دو بوستان (ایران اور پاکستان) ، پاکستان کے دو عظیم المرتبت بانیوں کی روحوں کی مدد اور دونوں ملکوں کے علماء اور ادباء کی سعی و کوشش سے آپس میں ایسے گھل مل جائیں کہ تمام ظاہری خطوط فاصل اور رسمی رکاوٹیں ان کے درمیان سے اٹھ جائیں اور اس شاعر اور مصلح اعظم کی آرزو اور مقصود کا ایک اہم حصہ یعنی وحدت مشرق کم از کم جہانتک ایران و پاکستان (جو ایشیا کے دو مہم دروازے ہیں) کا تعلق ہے، پورا ہو اور ایک صحیح شکل میں ظاہر ہو جائے —

اکنون امیدوارم میوه‌ها و محصولات گرانبهائی که نتیجهٔ سوابق تاریخی و ساعی بزرگان و وحدت و یگانگی هزاران ساله است، بی هیچ مانع و رادعی فراهم آید و این دو گلشن بدیع و پر طراوت و دو بوستان طری و پر نعمت بمدد همت روح پر فتوح قائد اعظم جناح نورالله دمسه و روان پاک علامه دکتر محمد اقبال طاب ثراه دو موجد بزرگ پاکستان و غیرت و سعی روز افزون دانشمندان و علماء و ادبای دو کشور چنان به یکدیگر متصل گردد که خط فاصل صوری و حجاب حایل تشریفات بالمره از میان بر خیزد و قسم اعظم آرزو و آمال آن شاعر و مصلح بزرگ (یعنی وحدت شرق) لا اقل در مورد ایران و پاکستان، دو دروازه بزرگ آسیا صورت واقعی بخود گیرد و پیکر راستین پذیرد .

یہاں مناسب ہے اقبال کا ایک شعر تبرکاً پیش کیا جائے۔

فارغ از اندیشه اغیار شو
قوت خوابیده ای بیدار شو

تو دوسروں کے خیالات اپنے دل سے نکال دے
تو سوئی ہوئی قوت ہے بیدار ہوجا

اقبال اور محیط طباطبائی

سید محیط طبا طبائی سب سے پہلے ایرانیوں میں سے ہیں جو گہرے طور پر اقبال کے کلام اور اس کی شخصیت سے متاثر ہوئے اور جنہوں نے ایران کی ادبی محافل کو اقبال سے روشناس کرانے کی کوشش کی۔ اقبال سے ان کی کئی سال تک خط و کتابت رہی اور جب ہم ایران کے اس سیاسی اور ادبی ماحول کو دیکھتے ہیں جس میں محیط اقبال کے کلام کو رواج دینے کی کوشش کررہے تھے تو تعجب ہوتا ہے۔ لیکن آج ایران میں اقبال کی مقبولیت کو دیکھکر ہم اندازہ کرسکتے ہیں کہ محیط کی نگہ کتنی دور رس اور کس قدر حقیقت شناس تھی۔ وحید دستگردی اور بہار ایسی عظیم الشان معاصر ادبی شخصیتوں نے ابتدا میں اقبال کے کلام کو قابل اعتنا نہ سمجھا۔ لیکن محیط کی

و باز جای دارد در این مقام یک بیت از اشعار اقبال را تیمناً ذکر کنم که میفرماید :—

فارغ از اندیشه اغیار شو
قوت خوابیده ای بیدار شو

بغیر وجہ نہیں کہ ہم نے بھی اپنے پاکستانی بھائیوں کی طرح اس نابغہ٘ روزگار کی قدر پہچانی اور اس کی شخصیت اور جاویدان تصنیفات کے معترف ہیں۔ پاکستانیوں کو حق ہے کہ جس طرح ہم حکیم اور عالی قدر فردوسی طوسی کو اسلامی ایران کا بانی اور مؤسس گردانتے ہیں وہ بھی اقبال لاہوری کو (جس کی یاد میں آج کا جلسہ برپا ہے) پاکستان کا موجد اور بانی اور مشرق میں صلح و امن کا بہت بڑا سہارا سمجھیں —

جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں مجھے امید ہے ایران اور پاکستان باہمی ہمدردی، حسن تفاہم ، دلی دوستی اور مضبوط اور محکم ایمان کے زیر اثر وسطی ایشیا کی صلح اور امن کو ایک پائیدار اصول پر قائم کرسکینگے۔ مجھے یقین ہے کہ قوموں کی قوت حرکت اور ان کی آرزؤں کے مقابل (خصوصاً جب اس تحریک اور آرزو کی بنیاد بشر اور عالم انسانیت کی بہبودی اور اس کی ترقی پر رکھی گئی ہو) کوئی طاقت نہیں ٹھر سکیگی۔

بسط و ترقی عمران و تمدن نهاده باشد ، هیچ قوه‌ای قادر بمقاومت نخواهد بود و آثار جاوید او اعتراف داریم و حق میدهیم همانقسم که ما ایرانیان حکیم و نابغه استاد فردوسی طوسی را موجد و بانی ایران اسلامی می شماریم، آنها نیز اقبال لاهوری را که امشب یکی از جلسات یاد بود او را رحمته الله علیه بر گزار میکنیم موجد و بانی پاکستان بزرگ و ستون صلح مشرق بشمارند .

امیدوارم چنانکه گفتیم ایران و پاکستان درسایهٔ همدردی و حسن تفاهم و روابط قلبی و ایمان محکم و قوی بتوانند پایه صلح و امنیت آسیای میانه را بر اصول استوار پایدار سازند ـ آری، در برابر قوهٔ جنبش و خواست ملل، خاصه که مبنای آن جنبش و خواهش بر خیر و صلاح و منفعت بشر و عالم انسانی

,,محیط کی آرزو،، کے زیر عنوان آقای محیط لکھتے ھیں :—

*,,تیرہ برس گزرے مجھے امید تھی کہ افغانستان کے پائیتخت میں ہندوستان کے معروف فلاسفر اور شاعر ڈاکٹر اقبال سے ملاقات میسر ہوگی ۔
مگر خدا کو منظور نہ تھا !

اس کے ایک سال بعد میری آرزو تھی کہ فردوسی کے ہزار سالہ جشن میں ہندوستان معاصر کے سب سے بڑے فارسی زبان کے شاعر کو مشرق اور مغرب کے ادبا٫ و فضلا٫ کے صدر نشین کی حیثیت سے دیکھوں ۔
خدا کو یہ بھی منظور نہ ہوا !

نو سال گزرے سری راما کرشنا کے سویں روز تولد کے جشن کے موقع پر جلسہ کی انتظامیہ کمیٹی نے کانفرنس مذاہب میں شرکت کے لئے مجھے دعوت بھجوائی ۔ اس طرح اقبال سے ملاقات کے لئے ابتدائی سامان مہیا

---

*اصل متن فارسی یہ ہے۔
سیزدہ سال پیش گمان میکردم در پایتخت افغانستان توفیق ملاقات دکتر اقبـال شاعر و فیلسوف معروف ہندوستان نصیبم خواہد شد ،
ولی خدا نخواست!

سال بعد از آن آرزو داشتم در جشن ہزارۂ فردوسی بزرگ ترین شاعر معاصر فارسی زبان ہندوستان را صدر نشین انجمن ادبا و فضلای شرق و غرب بنگرم ،
باز ہم خدا نخواست!

نہ سال پیش از این کہ از طرف ہیئت مدیرہ جشن باد بود سال صدم تولد سری راما کریشنا برای شرکت در کنگرۂ ادبا بہندوستان

نظر میں ابتدا ھی سے اقبال آسمان شعر فارسی کا ایک نہایت درخشاں ستارہ تھا۔ محیط کو اقبال کے کلام میں فارسی شاعری کی نئی زندگی دکھائی دے رہی تھی اور اس کا دل اور اس کی آنکھیں اقبال کی ملاقات کے لئے ھمیشہ بیقرار تھیں ۔ مگر خدا کو منظور نہ تھا ۔ اور محیط کی آرزو دل ھی میں رہ گئی۔

سب سے پہلے جس شخص نے اقبال کو صحیح طور پر ایرانیوں کے سامنے پیش کرنیکی غرض سے مقالات لکھے اور اپنے رسالے کا ایک خاص نمبر اقبال کے لئے وقف کیا ، محیط ھیں ۔ آج اس خاص نمبر کو جو گیارہ سال پہلے تہران میں چھپا مطالعہ کریں تو ایک عجیب سوز و گداز سے دو چار ھوتے ھیں ۔ غالباً یہ محیط اور سعید نفیسی کے خطوط تھے جن سے متأثر ھو کر اقبال نے کہا :-

نوای من به عجم آتش کهن افروخت
عرب ز نغمه شوقم هنوز بی‌خبراست

محیط نے اردی بہشت ۱۳۲۳ (مطابق ۲۵ اپریل ۱۹۴۴ ع) کو جو خاص نمبر شائع کیا ھمارے لئے تاریخی اھمیت رکھتا ھے ۔ اس میں جتنے مقالات ھیں سب کے سب محیط کے اپنے قلم سے ھیں اور ان کو پڑھکر معلوم ھوتا ھے کہ اس وقت جب کہ اقبال کے متعلق ایران میں نہایت کم معلومات پہنچتی تھیں ، محیط نے اس نمبر کی تدوین کے لئے کس قدر کوشش کی ھوگی — محیط کے اس شمارے میں سے اقتباسات درج کئے جاتے ھیں جن سے محیط کی اقبال سے عقیدت اور محبت اور اس کی وسعت معلومات کا پتہ چلتا ھے ۔

نظر میں ابتدا ہی سے اقبال آسمان شعر فارسی کا ایک نہایت درخشاں ستارہ تھا ۔
محیط کو اقبال کے کلام میں فارسی شاعری کی نئی زندگی دکھائی دے
رہی تھی اور اس کا دل اور اس کی آنکھیں اقبال کی ملاقات کے لئے ہمیشہ بیقرار
تھیں ۔ مگر خدا کو منظور نہ تھا ۔ اور محیط کی آرزو دل ہی میں رہ گئی ۔

سب سے پہلے جس شخص نے اقبال کو صحیح طور پر ایرانیوں کے سامنے
پیش کرنیکی غرض سے مقالات لکھے اور اپنے رسالے کا ایک خاص نمبر
اقبال کے لئے وقف کیا ، محیط ہیں ۔ آج اس خاص نمبر کو جو
گیارہ سال پہلے تہران میں چھپا مطالعہ کریں تو ایک عجیب سوز و گداز
سے دو چار ہوتے ہیں ۔ غالبا یہ محیط اور سعید نفیسی کے خلوص تھے جن
سے متأثر ہو کر اقبال نے کہا :—

نوای من به عجم آتش کہن افروخت
عرب ز نغمہ شوقم ہنوز بی‌خبر است

محیط نے اردی بہشت ۱۳۲۳ (مطابق ۲۲ اپریل ۱۹۴۴ ع) کو
جو خاص نمبر شائع کیا تھا وہ بڑی تاریخی اہمیت رکھتا ہے ۔ اس میں
جتنے مقالات ہیں سب کے سب محبت کے نشے سے ہیں اور ان کو پڑھکر
معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت جب کہ اقبال کے متعلق ایران میں نہایت کم
معلومات پہنچتی تھیں ، محیط نے اس نمبر کی تدوین کے لئے کس قدر کوشش کی
ہوگی — محیط کے اس شمارے میں سے اقتباسات درج کئے جاتے ہیں
جن سے محیط کی اقبال سے عقیدت اور محبت اور اس کی وسعت معلومات کا پتہ
چلتا ہے ۔

ہوگیا لیکن دعوت نامہ جو سریع السیر ڈاک کے ذریعہ بھیجا گیا تھا تہران میں مجھے اتنی دیر سے ملا کہ ہندوستان کے سفر کا موقع گزر چکا تھا — اور میں اس فیض سے محروم رہا —

آٹھ سال گذرے ہندوستان میں اقبال کی چھیاسٹھویں سالگرہ کے موقع پر شاندار جشن منایا گیا۔

میں نے چاہا تھا کہ بعض دوستوں سے ملکر ہندوستانی بھائیوں کے ساتھ شریک ہوں اور تہران میں اقبال کے شعر و ادب میں مقام کی مناسبت سے ایک انجمن قائم کریں۔ لیکن موت کے ہاتھ نے مہلت نہ دی اور اس جشن کی خبر ملنے کے دو ماہ بعد اس کی وفات کا افسوسناک واقعہ پیش آیا۔

آج سے سات سال ہوئے جب موت کی طوفانی ہوا نے اس کی عمر کے درخشاں چراغ کو بجھا دیا میں نے ایک مقالہ لکھا جس میں ایسے ہم وطنوں کی

دعوت شده. مقدمهٔ اسمی برای زیارت اقبال مهیا شده بود.

ولی باندازه ای این دعوت نامه که با پست سریع السیر فرستاده شده بود در تهران دیر بدست من رسید که دیگر مجالی برای مسافرت هند باقی نمانده بود و از آن فیض محروم شدم.

هشت سال پیش که در هندوستان شصت و ششم عمر اقبال را جشن با شکوهی گرفتند با برخی از دوستان خواستم در این شادی با برادران هندوستانی شریک شویم و در تهران بپاس مقام شعر و ادب او انجمنی فراهم آوریم.

ولی دست اجل مهلت نداد و دو ماه پس از وصول خبر انعقاد جشن واقعهٔ ناگوار رحلت او رو داد.

هفت سال پیش از این تندباد اجل چراغ فروزان عمر او را خاموش

یہ مختصر مقالہ میں نے خرداد ۱۳۱۷ء (مئی ۱۹۳۸ء) اقبال کے حالات کے متعلق لکھا لیکن یولیس کے سانسور کے دفتر نے اس کو کانٹ چھانٹ دیا اور اصلی مقالہ کا نصف حصہ چھاپنے کی بھی اجازت نہ دی۔

آج میں ۴ اردیبہشت ۱۳۲۳ (۲۲ اپریل ۱۹۴۴ء) اقبال کے ساتویں سال وفات کی مناسبت سے اسی مقالے کو دوبارہ چھاپ کر ادباء کی خدمت میں پیش کرتا ہوں —

اقبال کون ہے

اس عنوان کے تحت سید محیط طباطبائی شدید افسوس کا اظہار کرتے ہیں کہ ایران نے کئی غیر سمجھ اور بے عرصہ لوگوں کو ایران آنے کی دعوت دی مگر حکومت نے اس شخص سے جس نے ایرانی فرہنگ و زبان کی سب سے بڑھکر خدمت کی بے اعتنائی برتی —

محیط لکھتے ہیں : —*"عراق، مصر اور شام کے لوگ آج بھی ابن المقفع

بترجمهٔ احوال او نوشته ام و دست تصرف سانسور شهر بانی در آن تاریخ آنرا مسخ کرده و بیش از نصف اصل مقاله را هم اجازهٔ چاپ نداده است

اکنون بیاد بود روزچهارم اردی بهشت ۱۳۲۳ که مصادف با نخستین روز از سال هشتم وفات اوست تجدید چاپ نموده بدوستان او شعر و ادب تقدیم کنم.
اول اردیبهشت ماه ۱۳۲۳

مردم عراق و شام امروز ابن مقفع و ابیوردی و ارجانی و بدیع الزمان همدانی و رشید وطواط را بهمان نظری مینگرند که جاحظ و ابوالعلا و

میں نے چاہا کہ اپنی قلم کی مدد سے اس زخم پر (جو ھئیت کے ایک ممبر کی نامناسب باتوں نے ہندوستان کے مسلمانوں کے دل پر لگایا) مرہم رکھوں — لیکن ملک کی سیاسی مصلحت نے اجازت نہ دی کہ کوئی تلافی کرسکوں —

لیکن آج جب کہ مختلف اجتماعی اور ادبی وجوہات کی بنا پر اقبال کے متعلق بے پروائی اور غفلت کا پردہ اٹھ گیا ھے۔ انجمن ادبی ایران و ھند کے زیر اھتمام اقبال کے ساتویں سال وفات کے سلسلہ میں تہران کے ..فراموش کاروں.. نے ایک شاندار جلسہ برپا کیا اور میوزیم کے ہال میں لوگوں کو دعوت دی اور اقبال کے بلند مقام کے متعلق تقریریں کی گئیں —

خدا کا شکر ھے کہ اس نے یہ موقع دیا کہ میں اپنے ھم مذھب و ھم زبان شاعر کا حق (جو مجھ پر اس کی قدیم دوستی کی وجہ سے عائد ھوتا ھے) ادا کرسکوں —

را که ازگفتار ناهنجاری برای دل خسته مسلمانان هند وارد آمده بود مرهمی نهم ولی رعایت مصالح ملکی و ملاحظه مقتضیات سیاسی نگذاشت تا خود مجالی برای جبران آن گفتار بدست آورم .

ولی امروز که تاثیر عوامل مختلف اجتماعی و ادبی سبب بر داشته شدن حجاب غفلت از روی نام اقبال شده و انجمن روابط ادبی ایران و هند نوانسته است بیاد بود سال هفتم وفات او در تهران فراموش کار، مجلس جشن با شکوهی فراهم کند و گروهی را برای تذکار مقام بلند این مرد بزرگ بتالار موزهٔ باستان شناسی فرا خواند ، خدا را سپاسگزارم که چنین فرصتی بخشید تا دینی را که نسبت بآن شاعر فیلسوف همکیش و همزبان خویش بر عهدهٔ آشنائی داشتم ادا کنم و این مختصر را که در خرداد ۱۳۱۷ راجع

ہندوستان کے ایک اور شاعر نے جو اردو زبان بولتا اور لکھتا تھا اور اردو زبان میں شعر کہتا تھا باوجود انگریزی زبان پر پورا پورا تسلط ہونے کے اپنی اس عقیدت کے سبب جو اس کو مولوی جلال‌الدین رومی سے ہوگئی اپنے خیالات اور اپنے اسرار کی تعبیر و بیان کے لیے فارسی زبان کو اختیار کیا — اور جس طرح ٹیگور نے اپنی بہت سی تصانیف براہ راست انگریزی زبان میں شائع کیں اس شاعر نے یکے بعد دیگرے اپنی فارسی دیوان شائع کئے اور جب تک فارسی زبان دنیا میں موجود ہے اس کا نام نامی باقی رہیگا —

یہ مرد بزرگوار اور فدا کار ڈاکٹر محمد اقبال ہے جس کے ساتویں سال وفات کی مناسبت سے انجمن فرہنگی ایران و ہند نے جلسہ منعقد کیا ہے —

اس زمانے میں سابق شاہنشاہ کے حواری ہندوستان کے موہوم سرمایہ کی امید میں دوڑ دھوپ کررہے تھے اور ابھی انہوں نے ہندی

کہ به زبان اردو می گفت و می نوشت و سخن می سرود با وجود تسلط کاملی که به زبان انگلیسی داشت نظر بارادتی که نسبت بمولوی جلال الدین رومی یافت زبان شیرین فارسی را برای تعبیر مکنونات خاطر خود اختیار کرده و همانگونه که تاگور مستقیما بسیاری از آثار خود را بزبان انگلیسی منتشر میساخت ، این شاعر دیوان از پس دیوان به زبان فارسی انتشار میداد که تا زبان فارسی در جهان پایدار است نام نامی او باقی خواهد ماند. این مرد بزرگوار فدا کار دکتر محمد اقبال میباشد که امروز انجمن روابط ادبی ایران و هند هفتمین سال رحلت او را مجلس یاد بودی فراهم کرده است .

در آن روزی که اطرافیان شاه سابق بخیال جلب سرمایه های موهومی از هندوستان بایران درتکاپو بودند و هنوز آن جواب دندانی را از پارسیان هند

و ابیودی و ارجانی و بدیع الزمان همدانی و رشید وطواط کو اسی نظر سے دیکھتے ھیں جس سے جاحظ و ابوالعلا و بہاءالدین زھیر اور دوسرے عربی زبان کے ادیبوں کو اور وہ اس بات کا کوئی فرق محسوس نہیں کرتے کہ معری شام میں ارجانی خوزستان میں اور بہاءالدین ظہیر مصر میں اور طواط خوارزم میں رھتے تھے ۔ تنہا معیار وہ خدمت ھے جو ان میں سے ھر ایک نے عربی ادب کی انجام دی ھے — اسی طرح ھم امیر خسرو اور حسن دھلوی اور فیضی دکنی کا اتنا ھی احترام کرتے ھیں جتنا کہ جامی ، خواجو اور صائب کا —

چالیس سال گذرے ھندوستان میں رابندر ناتھ ٹیگور نے اپنی مادری زبان یعنی بنگالی کے علاوہ اپنے مقصود کے بیان و تشریح کے لئے انگریزی سے فائدہ اٹھایا اور اس کی بدولت جہان میں شہرت حاصل کی —

بہاءالدین زهیر و سایر بزرگان ادب زبان عربی را می بینند و بر ای ایشان تفاوتی ندارد که معری در شام و ارجانی در خوزستان و بہاءالدین زهیر در مصر و وطواط در خوارزم میزیسته است .

میزان در توجه بدیشان خدمتی است که هر یک از آنان نسبت بادب زبان عرب کرده اند . هما نطور که ما نیز امیر خسرو و حسن دهلوی و فیضی دکنی را بهمان درجه احترام میگذاریم که جامی و خواجو و صائب در پیش ما منزلت دارند .

چهل سال پیش که را بیندرنات تاگور در هندوستان علاوه بزبان مادری خود (بنگالی) از زبان انگلیسی برای بیان مقصود . و معرف افکار خود استفاده کرده از این راه شهرت جهانی تحصیل نمود یک شاعر دیگر هندوستان

دنیائے جاوید کی طرف روانہ ہوچکا ہے۔ اور اس بہشت میں مقیم ہے جہاں مولوی کی راہنمائی میں اپنی زندگی میں سفر کرچکا ہے اور سید جمال الدین و نادر اور دیگر بڑی بڑی شخصیتوں سے ملاقات کرچکا ہے۔ آج اس کی روح مولوی و سعدی و امیر خسرو و مسعود سعد و فیضی و صائب و بیدل کی ہمنشین ہے۔

ایران کے روشن فکر لوگ اب ہمیشہ کے لئے اقبال کے مقام اور مرتبہ کو جان چکے ہیں ۔ اور اس کا حق پہچانتے ہیں اور آج اس مجلس کے انعقاد سے اپنے دیرین اور مضبوط تعلق کو جو ان کو اقبال کی ذات سے ہے ذہن کو آگاہ کر رہے ہیں —

اخبار محیط اپنے ایڈیٹر کی مرحوم شاعر سے دوستی کی یادگار میں اور اس

باقی بماند از دعوت اقبال خود داری کردند . ولی جای افسوس است امروز که انجمن روابط ادبی ایران و هند در صدد تجلیل مقام اقبال بر آمده این شاعر سال هاست از این جهان فانی به سرای باقی رخت بر بسته و در همان بهشتی که خود بر همبری مولوی در حسبات خویش سفر نموده ارواح سید جمال الدین و نادر و بزرگان دیگر را ملاقات کرده بود امروز بصورت روح مجردی همنشین مولوی و سعدی و امیر خسرو و مسعود سعد و فیضی و صائب و بیدل است .

روشن فکران ایران در سابق و لاحق همیشه مقام منزلت ادبی اقبال را شناخته و نسبت با و حق شناس بوده اند چنانکه امروز هم با اقامه این مجلس یاد بود نمونه ای از علاقه دیرین و استوار خود را بشخص شخیص اقبال بجهانیان نشان میدهند .

روز نامه محیط هم نظر بپاس حقوق دوستی مدیران با شاعر فقید و مقام

پارسیوں کو یہ جواب نہیں سنا تھا کہ ہندوستان کے پارسیوں کی روح اور ان کا دل ایرانی ہے مگر ان کا سرمایہ ہندوستان کا مال ہے اور ہندوستان میں ہی رہیگا اس لئے انہوں نے رابندر ناتھ ٹیگور کو ایران آنیکی دعوت دی تا کہ اس کی وساطت سے دین شا . رستم مسانی اور دیگر پارسیوں کا سرمایہ ایران میں کھینچ لائیں —

لیکن ایران کے اہل دل دربار ایران کی اس بے خبری اور فراموش کاری پر پیچ و تاب کھا رہے تھے اور ان کا دل اسبات سے جلتا تھا کہ ان بے خبروں کو کیوں معلوم نہیں کہ ہندوستان میں ایک ایسا شخص بھی رہتا ہے جو تمام ہندوستانیوں سے ایران کی دعوت کا زیادہ حق رکھتا ہے — لیکن خدا کو منظور نہیں تھا کہ ،، اس دستگاہ ستم ،، سے کوئی خوشی کی یادگار باقی رہے اس لئے انہوں نے اقبال کو ایران آنے کی دعوت نہ دی —

افسوس کا مقام ہے کہ آج جب کہ انجمن روابط فرہنگی ایران و ہند اقبال کے احترام میں جشن منا رہی ہے یہ شاعر کئی سال ہوئے اس دنیا سے

شنیده بودند که روح و قلب پارسیان هند از ایران است ولی سرمایه های ایشان مربوط بهند و در هند باقی خواهد ماند، رابیندرانات تاگور را بایران دعوت میکردند تا بهمراهی او دینشاه و رستم مسانی و سر انجام سرمایه پارسیان هندوستان را بایران بیاورند صاحبدلان این کشور از فراموشکاری و بی اطلاعی دربار و مراکز حل امور بر خود می پیچیدند و میسوختند که چرا این بیخبران نباید بدانند در هندوستان مردی زندگی میکند که بچنین دعوتی از هر کس دیگر شایسته تراست .

اما چون خدا نخواسته بود از آن دستگاه ستم خاطره خوشی در خاطر ها

ابھی ہند و ایران کے مشہور شاعر اقبال کی عمر کے چھیاسٹھویں سال کے جشن کی وجہ سے دوستان فضل و ادب دنیا کے گوشے گوشے میں خوشی منا رہے تھے کہ ناگہاں اس کی موت کی افسوسناک خبر نے مشرق اور مغرب میں اس کے دوستوں اور ارادتمندوں کے دلوں کو داغدار اور سوگوار بنادیا —

میں چند سال سے اس نام آور شخص کی ادبی تصنیفات کا عاشق ہوں اور میرے اور اقبال کے درمیان غائبانہ دوستی کا رشتہ مضبوط موجود ہے ۔ ایک ماہ پہلے جب میں نے خارجی ممالک کے اخبارات مورخہ (۹ جنوری ، ۱۹۳۸ ع) میں اقبال کے چھیاسٹھویں سال کی مناسبت میں ہندوستان میں جشن کی خبر پڑھی تو میری آرزو تھی کہ اقبال کی ادبی خدمت کا حق ادا کروں اور اقبال کے فارسی دیوانوں کے چند سالہ مطالعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس خوشی کے موقع پر ایک رسالہ یا مقالہ تحریر کرکے اپنے ہم وطنوں کی خدمت میں

هنوز مرده جشن شصت و ششمين سالگی اقبال سخن سرای نامی هند و ایران سلسله جنبان خرسندی و شادکامی دوستان فضل و ادب او در سر تا سر گیتی بود که ناگهان خبر ناگوار مرگ وی دلهای دوستداران و ارادتمندان شرق و غرب را داغدار و سوگوار ساخت .

نگارنده این سطور که از چند سال پیش بدینطرف دلباخته و فریفته آثار ادبی این مرد نامی شده و از این راه پیوند دوستی غایبانه ای از دو سو استوار گشته بود یکماه پیش بوسیله روز نامه های خارجی خبر خوش جشن های ۱۹ بهمن ۱۳۱۶ (۹ ژانویه ۱۹۳۸) هندوستان را بافتخار شصت ششمین سال زندگانی او شنیده میخواست وام ادبی را که نسبت به اقبال عهده داراست در این روز ها ادا کرده و نتیجه مطالعاتی را که در زمانی است در دیوان

امر کے پیش نظر کہ وہ ادبیات فارسی میں اقبال کے لئے بہت بلند مقام کا قائل ہے، ایک نمبر اس کے ذکر خیر اور حالات کے لئے مخصوص کرتا ہے — امید ہے کہ ہماری اس مختصر سی خدمت کو اقبال کی پاک روح قبول کریگی اور ایران اور ہند کے درمیان حقیقی روابط میں (جو سیاسی تغیرات سے بالاتر ہیں) استحکام کا ذریعہ بنے گی —

ترجمان حقیقت

* ,, ترجمان حقیقت،، کے زیر عنوان اسی نمبر میں محیط لکھتے ہیں :—

در جهان نتوان اگر مردانه زیست
همچو مردان جان سپردن زندگیست

(اگر دنیا میں مردوں کی طرح زندہ نہ رہ سکیں
تو مردوں کی طرح جان دے دینا ہی زندگی ہے)

وقیعی که برای اقبال در ادبیات فارسی قائل است شماره ای را بذکر خیر و ترجمه احوال آن مرحوم اختصاص میدهد .

امید واریم این مختصر خدمت ما مورد قبول روح پاک اقبال قرار گرفته و موجبات تشیید روابط حقیقی ادب ایران و هند در خارج مرحله تحولات سیاسی فراهم آید .

* در جهان نتوان اگر مردانه زیست
همچو مردان جان سپردن زندگیست
(اقبال)

متعلق یه مختصر شرح اسکے فارسی زبان دوستوں اور ہوا خواہوں کے سامنے پیش کرسکوں۔ لیکن میں اپنی قوت بیان کی نارسائی کے لئے معذرت چاہتا ہوں۔ لسان‌الغیب حافظ صحیح فرماتے ہیں :—

کی شعر تر انگیزد خاطر کہ حزیں باشد
یک حرف ازین دفتر گفتیم و ہمین باشد

اصل مطلب شروع کرنے سے پہلے شعر و ادب کے دوستوں کیطرف سے اقبال کے خاندان اور پسماندگان کی خدمت میں اظہار ہمدردی کرتا ہوں اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ جسطرح غالب و شبلی کی موت کے بعد ہندوستان میں فارسی شعر کو نئی زندگی دینے کے لئے اقبال کو پیدا کیا پھر اسکے خاندان سے یا ہندوستان کے دیگر فارسی دوستوں میں سے

کہ بانجام درخواست او راضی شدم و اکنون از روح پاک و اندیشہ تابناک اقبال ھمت می طلبم تا مجملی از سر گذشت دورہ زندگی و مقام فضل و ادب وی را در این مختصر بہ محضر ھواخواھان و طرفداران فضل و ادب وی در کشور ھای فارسی زبان تقدیم نمودہ از نارسائی و کوتاھی سخن در این مقام پوزش میخواھم زیرا بگفتۂ لسان‌الغیب حافظ شیرازی

کی شعر تر انگیزد خاطر کہ حزین باشد
یکحرف ازین دفتر گفتیم و ھمین باشد

پیش از آنک وارد اصل مطلب شویم از طرف عموم دوستان شعر و ادب بیازماندگان و دودمان وی تسلیت گفتہ از خداوند آرزو میکنیم چنانکہ نظر لطف وی پس از مرگ غالب و شبلی سخنوری ھمچون دکتر اقبال را برای احیای شعر فارسی در ھندوستان بر انگیخت بار دیگر بچشم مہربانی نگریستہ از

پیش کروں اور ان سے درخواست کروں اس شیریں زبان شاعر کے احترام میں اس ملک کے شعراء اور صاحبان فضل و ادب کی طرف سے اظہار تشکر کریں ۔ لیکن اس غم انگیز واقعہ سے یہ ساری تجویزیں دھری کی دھری رہ گئیں اور مجھے اس قدر رنج اور صدمہ ہوا کہ نہ میرے قلم میں یارائے تحریر نہ زبان کو یارائے بیان تھا — میں نے خاموشی اور فراموشی کی راہ اختیار کی۔

ایک دن میرا ایک دوست جو میرے خیالات سے آشنا تھا میری ملاقات کو آیا اور اقبال اور اس کی تصنیفات پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ تم اس نامور شاعر کے حالات زندگی اور اس کے فضل و کمال اور تصنیفات پر کچھ لکھو یہ تمہارے لئے باعث تسلی ہوگا — اس دوست نے بہت اصرار کیا اور بالاخر میں نے اس کی تجویز قبول کرلی —

میں اقبال کی پاک روح اور تابناک افکار سے مدد چاهتا هوں تاکہ میں اسکی زندگی کے مختصر حالات اور اسکے فضل اور ادب کے

های فارسی او کرده و صورت رسالهٔ یا مقالهٔ بیاد بود این شاد کامی و دلخوشی به محضر علاقه مندان آثار ادبی او در میهن گرامی تقدیم کند و از ایشان خواستار شود که بپاس احترام این شاعر شیرین زبان در این کشور نیز از طرف سخن سرایان و صاحبان فضل و ادب اظهار سپاسگذاری شود . حدوث این واقعه غم انگیز چنان رشته این اندیشه و نظائر آنرا از هم گسیخت و چندان دل افسردگی و پریشانی بار خاطر شد که دیگر خامه را توانائی نگارش و زبانرا نیروی گذارشی نماند ، تسلیت خاطر را در خاموشی خود دید تا یکی از دوستان که بر آن عزم رهی آگهی داشت بدیدارم آمد و سخن از اقبال و آثار او در پیش آورد و دلجوئی مرا در خواهش نگارش گزارش زندگانی آن سخنور نامور و نشر فضایل و اوصاف و آثار وی جست و چندان اصرار ورزید

روشن و تابندہ از نور تو شرق
سوختیم از گرمی آواز تو
ای خوش آنقومی کہ داند راز تو
از غم تو ملت ما آشنا است
می شناسیم این نوا ها از کجاست *

اس تمہید کے بعد محیط طبا طبائی نے اقبال کی زندگی کے حالات اور اسکی تصنیفات پر مختصر نظر ڈالی ھے اور ھم اسکے مکمل ترجمہ یا اقتباس کی ضرورت نہیں سمجھتے ۔ مگر اقبال کی زندگی کے حالات بیان کرنے سے پہلے محیط نے جو تمہیدی نوٹ لکھا ھے اسکو یہاں نقل کیا جاتا ھے۔

اقبال کی زندگی

تنم گلی ز خیابان جنت کشمیر
دل از حریم حجاز و نوا ز شیراز است
میرا بدن ایک پھول ھے جنت کشمیر کے خیاباں سے
میرا دل حریم حجاز سے اور میری نوا شیراز سے ھے

مرا بنگر کہ در هندوستان دیگر نمی بینی
برهمن زادهٔ رمز آشنای روم و تبریز است
مجھے دیکھو کہ کیونکہ هندوستان میں پھر نہیں دیکھ سکو گے
کہ ایک برهمن زادہ روم و تبریز کے اسرار سے آشنا ھے

---

* یہ اشعار جو حسب حال هیں فاضل مقالہ نگار نے اسرار خودی، جاوید نامہ اور مسافر سے انتخاب کئے هیں —

کسی کو پیدا کرے تا کہ اس مقدس شعلہ کی روشنی جو مسعود سعد سلمان، امیر خسرو، فیضی، غنی و بیدل کی یادگار ہے نزدیک و دور پھیلا سکے - میں اپنی عقیدت و محبت کی پیش کش کو اقبال کے مندرجہ ذیل کے اشعار کے ذریعہ جو اقبال کے ادبی لقب کی مانند ترجمان حقیقت ہیں پیش کرتا ہوں: —

ای صبا ای پیک دور افتادگان
اشک ما برخاک پاک او رسان
ای صبا ای رہ نورد تیز گام
بر طواف مرقدش نرمک خرام
چونکہ در خواب است پا آهسته نه
غنچه را آهسته تر بکشا گره
خوش بگو ای نکته سنج خاوری
ای می زیبد ترا حرف دری
محرم رازیم باما راز گوئی
آنچه میدانی ز ایران باز گوئی
ای به آغوش سحاب ما چو برق

دودمان اقبال یا دوستان دیگر فارسی زبان در هند کسی را بر انگیزد تا این شعله مقدس را که یاد گار مسعود سعد سلمان و امیر خسرو و فیضی و غنی و بیدل است در دست گرفته پرتو آن را بدور و نزدیک بفرستند .

از خدا وند خواستارم که همچون حلقه ارتباط ادبی درمیان ایران و هند پایدار نگاه دارد و مراتب علاقه مندی خود را نسبت بفقید مزبور با این چند بیت که همچون نام ادبی اقبال ترجمان حقیقت است از زبان خود او اظها رمیکنم .

اسلام کا مبلغ تھا، اسلام قبول کر لیا۔ اقبال کے خاندان کو گذشتہ دو سو سال میں اسلامی رسوم و آئین میں گہری دلچسپی اور دابستگی رہی ہے۔ اسی مدت میں اس عارف اسلامی کی صوفیانہ روح اس خاندان کے افراد میں داخل ہوگئی اور تمام خاندان پر ہمیشہ صوفیانہ عرفان اثر انداز رہا ہے۔

اقبال کی تصنیفات

اقبال کی تصنیفات اور انکی شان نزول کے متعلق سب سے پہلے سید محیط ہی نے اظہار نظر کیا ہے۔ چنانچہ ایک مختصر اقتباس ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں جن سے محیط کی وسعت نظر اور اقبال سے ارادت اور عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب ابھی خود ہندوستان میں لوگوں نے اقبال کے نظریات اور خیالات کا درست جائزہ نہیں لیا تھا مگر یہ ایرانی ادیب اقبال کی طرز فکر اور اسکی نفسیاتی بیک گراؤنڈ (زمینہ) سے خوب آشنا تھا۔ حافظ کے ساتھ والہانہ عشق و عقیدت کے باوجود اقبال کی شدید تنقید کو (جو اسنے حافظ کے تصوف پر کی) محیط نہایت ٹھنڈے دل سے سنتے ہیں اور اقبال کے اصلی مقصد کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہاں اس بات کا ذکر کر دینا مناسب ہوگا کہ مثنوی اسرار خودی کا پہلا ایڈیشن جس میں اقبال نے حافظ کے طرز تصوف

کیشش اسلام بوده قبول اسلام نمود و این خاندان در مدت دویست سال پیوسته به آئین و رسوم اسلامی دلبستگی کامل داشته اند . درهمین سال روح تصوف آن داعی عارف در کالبد افراد این خاندان دمیده شده همگی روشی عرفانی و روحی صوفیانه یافته اند .

ز شعر دلکش اقبال میتوان دریافت
که درس فلسفه میداد و عاشقی ورزید

اقبال کے دلکش اشعار سے هم جان سکتے هیں
که وه فلسفے کا سبق دیتا هے اور عشق بازی کرتا هے

نه شیخ شهر و نه شاعر نه خرقه پوش اقبال
فقیر راه نشین است و دل غنی دارد

اقبال نه شیخ شهر هے نه شاعر اور نه خرقه پوش هے
وه فقط ایک فقیر راه نشیں هے مگر اسکا دل غنی هے

ان چار شعروں کا خلاصه مطلب جو میں نے پیام ,,مشرق،، کی فصل ,,می باقی،، سے انتخاب کئے هیں در حقیقت اسکی زندگی کا خلاصه هے - کیونکه اقبال ایک قدیمی خاندان کا فرد هے جس نے مدتوں کشمیر میں زندگی بسر کی اور اسکے اجداد دو سو تیس سال قبل برهمن مذهب کے پیرو تھے - اس خاندان کے افراد کا شمار مشهور پیشواؤں میں هوتا تھا اور ان میں سے اغلب کو ,,پنڈت،، کا مذهبی درجه حاصل تھا - پھر اقبال کے بزرگوں میں سے ایک شخص نے کسی مسلمان عارف کے هاتھ پر جو کشمیر میں

مفاد این چهار بیت که از غزلهای بخش ,,می باق ,,دیوان ،،پیام مشرق،، اقبال برگزیده ایم در حقیقت خلاصه تاریخ زندگی اوست . چه اقبال از یک خاندان قدیمی است که درکشمیر سالیان دراز میزیسته اند و نیاکان او تا دویست و سی سال پیش پیروکیش برهمنائی بودند افراد این خاندان از پیشوایان مذهبی نامی بشمار می آمده و غالبا درجه روحانی ,,پندت،، داشته اند تا آنکه یکی از نیاکان او بدست عارفی مسلمان که در کشمیر داعی

نکال دئے ھیں ۔ اور اسکے چوتھے ایڈیشن میں جو خود اقبال نے مجھے بھجوایا ھے وہ اشعار جن پر لوگوں کو اعتراض تھا ، موجود نہیں۔ انہیں دنوں انگلستان کے عارف مشرب مستشرق نیکلیسن نے مثنوی اسرار خودی کا انگریزی زبان میں نہایت اچھا ترجمہ کیا ۔ اور بمع اپنے تنقیدی مقدمہ کے شائع کیا ۔ اور اس ذریعہ سے اس نے یورپ اور امریکہ کی ادبی محافل سے اقبال کو آشنا کرایا ۔ مغرب کے تنقید نگاروں نے اپنے ادبی رسالوں میں مقالات لکھےاور اقبال کا بھی اپنے ھم وطن ٹیگور کی مانند دنیا کے نامور شعرا میں شمار ھونے لگا ـــ

دیوان (پیام مشرق) اقبال کو زبان فارسی کے ایک کامل شاعر کی حیثیت سے پیش کرتا ھے کیونکہ اس مجموعہ اشعار میں شعر فارسی کی مختلف اقسام یعنی غزل ، دوبیتی ، رباعی ، مثنوی ، سرود ، قطعہ کو اسنے

سال ۱۹۱۸ مثنوی رموز بی خودی را که از حیث نام ضد کتاب اول بنظر میآید ولی در حقیقت مفسر و مبین همان نظریه است بفارسی انتشار داد . در چاپهای جدیداسرار خودی برخی از بیتهای آنرا حذف کرد چنانکه در چاپ چهارم که خود بنام بنده دستخط نمود و فرستاده است اثری از آن ابیات نیست .

در این ایام نیکلسون خاور شناس عارف مشرب انگلیسی ترجمه شیوائی از اسرار خودی با مقدمه انتقادی بزبان انگلیسی انتشار داد و اقبـــال را در محافل ادبی اروپا و امریکا نامور و سر شناس ساخت . نا قدین غربی در مجله های ادبی و روز نامه ها بانتقاد او خامه گشودند در نتیجه اقبـــال نیز مانند تاگور هموطن خود سخنور جهانی بشمار آمد .

انتشار این دیوان (پیام مشرق) اقبـــال را یک شاعر کامل فارسی

۱۹۱۶ع میں مثنوی اسرارخودی چھپ گئی اور ہندوستان کے عمومی اسلامی ماحول میں اسکا عجیب اثر ہوا۔ اسکا اقبال کی سابق ہر دل عزیزی پر اثر پڑا کیونکہ اس مثنوی میں اقبال نے بے جان عرفان، بے نور اور راکد تصوف پر حملہ کیا تھا۔ اور حتیٰ کہ تمام شعرا پر جنھوں نے اس قسم کے اشعار کہے ہیں اعتراض کیا تھا۔

اقبال نے باوجود مخالفین کے شور و غوغا کے میدان مبارزہ سے قدم پیچھے نہ ہٹایا اور ۱۹۱۸ میں مثنوی ,,رموز بیخودی،، (جو نام کے لحاظ سے پہلی کتاب کا جواب مخالف معلوم دیتی ہے) شایع کی لیکن در حقیقت یہ مثنوی بھی اسکے پہلے نظریات کی تائید و تفسیر میں ہے۔

بہر حال مثنوی اسرار خودی کے جدید ایڈیشن میں اسنے بعض اشعار

اقبال دیگر باور نداشت که یک وحدت سیاسی و فرمانروائی بتوان در این کشور های دور از هم افتاده ایجاد کرد بلکه عقیده پیدا کرد که مردم هر یک از این کشور ها باید تنها بر ای تحصیل استقلال و عظمت خود بکوشند. هنوز آتش جنگ خاموش نشده بلکه سر نوشت آن هم معلوم نبود که مثنوی اسرار خودی بزبان فارسی انتشار یافت (۱۹۱٦) این مثنوی در میان توده های انبوه مسلمان هند تاثیر غریبی بخشید و اقبال را پس از یکدوره طولانی محبوبیت عمومی از نظر ها افکند زیرا در آن مثنوی بعرفان سست و تصوف راکد و خاموش تافته بود و حتی از کلبه سخنورانی که در این بابت سخن سروده بود خرده ها گرفته اندیشه های هر یک را مورد انتقاد قرار داده بود.

اقبال باوجود هیاهوی مدعیان از میدان مبارزه فکری بیرون نرفت و در

اجتماعی میں جتنی دلچسپی ھے اتنی ھی اسکو اپنی زاد و بوم کے مسائل سے ھے۔ اقبال کے کلام میں ھر جگه اسکا اسلامی ممالک سے عشق ھویدا ھے۔ لیکن ایران اور افغانستان کے لوگوں سے وہ غیر معمولی دلچسپی کا اظہار کرتا ھے —

اقبال نے پیام مشرق میں اپنی اس باطنی محبت کے چہرہ سے پردہ اٹھادیا ھے۔ اور جاوید نامه میں بھی اس نے اپنے آپ کو ایران اور افغانستان کا حقیقی دوست، ظاھر کیا ھے لیکن ایران و افغانستان سے طرفداری اسکے نسلی تعصب کی وجه سے نہیں ۔ وجه یه ھے که ان دو مسلمان قوموں کو همسایگی اور فرهنگ و زبان کی نزدیکی کے باعث اپنے نزدیک تو گردانتا ھے اور ان سے عشق کا اظہار کرتا ھے —

اقبال افغانستان ، ایران اور هندوستان کےلوگوں کو ان ریشه دوانیوں کے

کمتر از علاقه ای نیست که نسبت بزاد و بوم اصلی خود دارد .

در شعر اقبال آثار تمایل شدید او نسبت بکلیه ممالک و ملل مسلمان جهان همه جا نمودار ولی آنچه بیشتر پدیدار است محبت زایدا لوصفی است که بدولت افغان و ایران اظهار میکند .

اقبال در دیوان پیام مشرق پرده از این مهر درونی بر داشته و در کتاب جاوید نامه خود را یک ایران پرست و افغان دوست حقیقی معرفی میکند . ولی این تظاهر بطرفداری از ایران و افغانستان مربوط بمسائه تعصب نژادی و ملاحظات تاریخی نیست بلکه این دو ملت را چون از برادران اسلامی دیگر از حیث مکان و فرهنگ و زبان بخود نزدیکتر مینگرد با آنها بیشتر نرد محبت میبازد و خود میگوید :—

فارسی زبان کے لوگوں کے مطالعہ کے لئے پیش کیا ھے —

اقبال کی شہرت آھستہ آھستہ تمام اسلامی ممالک میں پھیل گئی اور ۱۹۳۱ میں اسے انجمن اسلامی فلسطین میں شرکت کے لئے دعوت دی گئی اور اسلامی نمائندوں نے اسکو سب سے پہلی صف میں جگہ دی کیونکہ ادبی اور دینی شہرت کے پہلو بپہلو اسکو قومی اور سیاسی شہرت بھی حاصل تھی ۔ اور یہ امتیاز دیگر اعضائے انجمن میں سے کسی کو حاصل نہ تھا —

اقبال و ایران

اس عنوان کے تحت محیط لکھتے ھیں: —

* ,,اقبال سب سے پہلے ایک مسلمان ھے دوسرے درجہ پر ھندی اور تیسرے درجہ پر ایرانی ھے ۔ اسکو ایرانی تاریخ ، زبان ، فلسفہ اور اوضاع

زبان معرفی کردہ زیرا در این مجموعہ اقسام گونا گون سخن را از غزل، دو بیتی رباعی ، مثنوی ، سرود ، قطعہ بمعرض مطالعہ فارسی زبانان قرار داد .

شہرت اقبال کم کم در سراسر کشور ھای اسلامی گوشزد عام و خاص شدہ چنانکہ در سال ۱۹۳۱ برای شرکت در انجمن مسلمانان بفلسطین دعوت شد و نمایندگان اسلامی او را در ردیف اول جای دادند زیرا اقبال اھمیت ادبی و دینی را با شہرت ملی و سیاسی توام داشت. این فضیلتی بود کہ او را از ھمہ اعضای دیگر امتیازی می داد .

---

* ,,اقبال در درجہ اول مسلمان و در مرتبہ دوم ھندی و درجہ سوم ایرانی است. علاقۂ او بتاریخ زبان، فلسفہ، سیاست و اوضاع اجتماعی ایران

خطرہ سے آگاہ کرتا ہے جنکی اسکیمیں جامع اسلامی کو درہم برہم کرنے کی غرض سے یورپ میں بنائی جاتی ہیں—

اگرچہ پہلوی کے زمانے کی سوشل تبدیلیاں اس کے عرفانی مذاق کے موافق نہیں تھیں اور ایران کے حالات کو تنقید اور مایوسی کی نگاہ سے

تو ای کودک منش خود را ادب کن
مسلمان زاده ای ترک نسب کن

برنگ احمر و خون و رگ و پوست
اگر نازد عرب ترک عرب کن

نه افغانیم و نی ترک و تتاریم
چمن زادیم و از یک شاخساریم

تمیز رنگ و بو بر ما حرام است
که ما پروردهٔ یک نو بهاریم

هنوز از بند آب و گل نه رستی
تو گوئی رومی و افغانیم من

من اول آدم بی رنگ و بویم
از آن پس هندی و تورانیم من

باز میگوید:

اگرچه زادهٔ هندم فروغ چشم من است
ز خاک پاک بخارا و کابل تبریز

تنم گلی ز خیابان جنت کشمیر
دل از حریم حجاز و نوا ز شیراز است

اقبال همیشه مردم افغان و هند و ایران را از دسایس اجتماعی که برای برهم زدن جامعهٔ اسلامی در اروپا طرح شده و در کشور های ایران و ترکیه و

دیکھتا ھے لیکن رومی کی راھنمائی کے سبب اسکو ایرانی روحانیت سے اسقدر معنوی عشق تھا کہ خود ایران میں کسی روشن فکر ایرانی کو بھی نہ ھوگا—

اقبال ھندوستان کی سر زمین میں پیدا ھوا لیکن اسکی ذھنی ترقی و پرورش ایرانی زبان اور افکار کی آغوش میں ھوئی - اگرچہ بظاھرا وہ لاھور کی خاک میں مدفون ھے اسکا اصلی مزار اھل دل کے سینوں میں ھے جو اسکے سات فارسی دیوانوں میں اسکی ابدی ادبی زندگی کو مشاھدہ کرتے ھیں

هند تطبیق میشود حذر میداد (و در جاوید نامه که بر هبری جلال الدین رومی تا بهشت و دوزخ و سفر کرده و در فردوس اعلی نادر شاه و سید جمال الدین وسعید حلیم پاشا را دیده از زبان آنها شکوه ها میگوید و بر این حس تحقیری که نسبت باوضاع اجتماعی دیرینه کشور ها در این سر زمینها بوجود آمده نوحه و ندبه میکند). هر چند تحولات اجتماعی دورهٔ پهلوی چندان بمذاق عرفانی او خوش نمی آمدو اوضاع ایران را از دیدهٔ انتقاد و یاس مینگریست اما بارشاد روح پر فتوح مولوی همواره انس و الفت معنوی او با روحیات ایرانی بیش از آنحدی بود که حتی در یکنفر ایرانی روشن فکر وجود داشته است .

اقبال در سر زمین هندوستان بدنیا آمد ولی در آغوش و زبان و اندیشه ایران رشد پیدا کرد و بیش از آنچه بزبان اردو نسبت وطن خود خدمت نموده خدمتگزار زبان و ادب فارسی و دوستدار ایران و ایرانی محسوب میشود . گرچه بظاهر امروز در لاهور سر بخاک هند فرو برده ولی مزار حقیقی او در قلوب مردم صاحبدلی است که از خلال دیوان های هفتگانه ادامهٔ حیات ابدی و ادبی او را مشاهده میکند :

هرگز نمیرد آنکه دلش زنده شد بعشق
ثبت است بر جریدهٔ عالم دوام ما

سید تقی زاده

علامه دهخدا
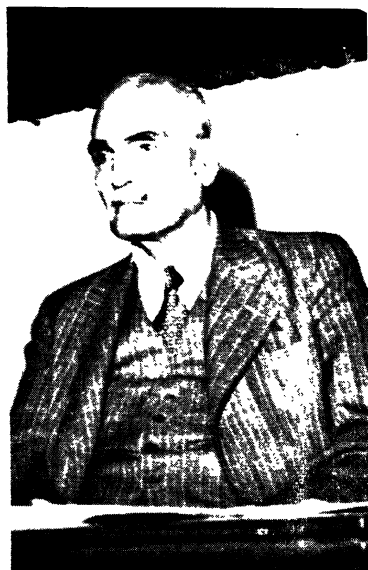
، اگر کوئی شخص آج کی فارسی نظم و نثر سے مانوس ہو اور اس نے نظم و نثر کے بنیادی قواعد حافظ اور سعدی کے کلام سے اخذ کئے ہوں اور نثر کا اسٹائل قائم مقام اور اس کے پیروؤں سے سیکھا ہو تو جب وہ اقبال کے کلام کو مطالعہ اور تنقید کی نگاہ سے دیکھے گا تو اسکو اسمیں کسی حد تک غیر مانوس تعبیرات اور ابہامِ مضمون اور تعقید لفظی و معنوی نظر آئیگی اور وہ سمجھے گا کہ شعر کہنے کا یہ اسلوب بیان شاعر کے زبان فارسی پر پورا پورا تسلط نہ ہونیکا نتیجہ ہے اور وہ خیال کریگا کہ اگر اقبال چند سال ایران کے ماحول میں رہتا اور آج کل کی عمومی زبان سے مانوس ہو جاتا تو یہ بیگانگی اور تعقید بیان اسکے کلام سے جاتی رہتی - لیکن میں عرض کروں گا کہ یہی شعر جو ایک ایرانی تنقید نگار کی نگاہ میں تعقید سے خالی نہیں اسی موجودہ زمانے میں بھی دریا ی سیحون کے ساحل

کسی که انس دائمی با شعر و نثر فارسی امروز داشته و قواعد اساسی نظم و نثر را از کلام حافظ و سعدی فرا گرفته و روش نثر را از قائم مقام و پیروان سبک او آموخته باشد وقتی سخن اقبال را از نظر تتبع و انتقاد بنگرد آثار غرابت تعبیر و ابهام و مضمون و تعقید لفظی و معنوی را در آن فراوان می بیند و چنان میپندارد که این اختلاف اسلوب سخنسرائی در نتیجه عدم تسلط شاعر بر زبان فارسی بوده و گمان میکند که اگر اقبال چند سالی را در محیط ایران زندگی میکرد و با زبان تکلم امروز مردم کشور ما انس می یافت بیشک این آثار غرابت و تعقید از زبان او زایل میشد.

اما همین سخن که بنظر ناقد ایرانی خالی از تعقید نمی آید در همین عصر در خاور فلات ایران از کنار سیحون تا ساحل گنگ همه جا مطبوع طبع

شعر اقبال

اس عنوان کے تحت میں محیط فارسی شاعری پر سیر حاصل تبصرہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں: —

*اقبال نے اردو اور فارسی دو زبانوں میں شعر کہے ہیں۔ اسوقت اسکے سات فارسی کے اور دو اردو کے دیوان ہمارے پاس موجود ہیں جنمیں سے اغلب کئی بار چھپ چکے ہیں۔ چونکہ ہم زبان اردو کے اصول فصاحت سے آشنا نہیں اسلئے اس کے اردو شعر کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے لیکن فارسی زبان کے متعلق اسکی تقلید و مطالعہ پر اظہار نظر کرنا آسان ہے۔ اقبال نے ان سات فارسی دیوانوں میں شعر فارسی کے مختلف اقسام مثلاً مثنوی، دوبیتی، غزل، قطعہ، سرود اور رباعی پر طبع آزمائی کی ہے اور معنی اور مضمون کے لحاظ سے ہر ایک میں دلکش اور لطیف تعبیرات کے ذریعہ اپنا مقصود بیان کرنے میں کامیاب ہوا ہے —

---

* «اقبال بدو زبان فارسی و اردو شعر سروده چنانکه امروز هفت دیوان فارسی و دو دیوان اردو از او در دست داریم که برخی از آنها تاکنون چند مرتبه بچاپ رسیده است .

برای ما وقوف بر کیفیت سخن اردوی او غیر ممکن است زیرا از اصول فصاحت اردو اطلاعی نداریم۔

اما در زبان فارسی او برای ما مجال تتبع و اظهار نظر بیشتر است اقبال در این هفت دیوان خود باقسام سخن فارسی از مثنوی و دو بیتی و غزل و قطعه و سرود و رباعی طبع آزمائی کرده و از حیث معنی و مضمون در هر نوبتی بخوبی از عهده بیان مقصود با تعبیرات دلکش و لطیف بر آمده است .

بلاغت کے ان اصولوں پر مبنی ھیں جو فیضی، قدسی ، صائب ، بیدل، شوکت ، غنی اور غالب کے کلام میں محفوظ ھیں —

ہندوستان کے فارسی سخن شناسوں نے ان خاص الفاظ اور اصطلاحات کو (جو اب ایران میں متروک ھوگئی ھیں لیکن ہندوستان، افغانستان، تاجکستان ، بخارا اور سمرقند میں گذشتہ صدیوں سے باقی اور رائج ھیں) اپنی لغات کی کتابوں میں جمع کیا ھے اور ضرورت کے وقت سبک ہندی کے شعرا کے کلام سے بطور سند کے پیش کرتے ھیں - کئی بار اس ملک کی ادبی محافل میں اس قسم کی تعبیرات پر اعتراض کیا گیا لیکن شاعر یا ادیب نے صائب،کلیم، نظیری اور عرفی، کے کلام سے سابقہ استعمال ثابت کرکے اپنے آپ کو اعتراض سے بری کیا ھے —

بر اصول بلاغت دیرینه ایست که در سخن فیضی و قدسی و صائب و بیدل و شوکت و غنی و غالب محفوظ مانده است .

سخن شناسان فارسی زبان هندوستان این تعبیرات مخصوصی را که امروز در ایران مهجور متروک گشته ولی در هندوستان و افغانستان و تاجیکستان و بخارا و سمرقند از قرون گذشته باقی و متداول مانده در کتب فرهنگ خویش جمع آوری کرده در هنگام ضرورت باشعار گویندگان بزرگ سبک هندی غالباً استشهاد میجویند .

بسا اتفاق افتاده که در مجالس ادبی آنکشور بر اینگونه تعبیرات ایراداتی وارد شده ولی گوینده ادیب باتکا سابقه استعمال صائب و کلیم و نظیری عرفی خود را از ورطه انتقاد نجات بخشیده است .

سے لے کر گنگا تک تمام جگه ترکستان ، افغانستان اور هندوستان کے سخن سنجوں کی نظر میں پسندیدہ ھے اور اقبال کے بدیع اشعار ان ممالک کے لوگوں کے لئے شہد و شکر سے شیریں تر ثابت ھو رھے ھیں -

یاد رھے که فارسی زبانوں کا ایک وہ گروہ ھے جنھوں نے فارسی زبان کو دیوان بیدل صائب، کلیم، طالب، عرفی وغیرہ نے حاصل کیا ھے- اور یه لوگ عہد صفوی کے بڑے بڑے شعرا کو (جنکا اسٹائل هندی اسٹائل کے نام سے معروف ھے) اسی احترام کی نگاہ سے دیکھتے ھیں جس سے هم سعدی ، حافظ، عراقی اسٹائل کے دیگر شعرا کو احترام اور حیرت کی نگاہ سے دیکھتے ھیں *

یه تعبیرات (الفاظ اور اصطلاحات) جو ایرانی قارئین کو اقبال کے بیان کی کمزوری یا ابہام مضمون یا اسٹائل کا نیا پن معلوم ھوتا ھے پرانے

سخن شناسان ترکستان و افغانستان و هندوستان است و گفته های بدیع اقبـال در کام جان مردم این کشور ها شیرین تر از شهد و شکر اتفاق می افتد .

اما این دسته از فارسی زبانان جهان کسانی هستند که اساس سخن فارسی را از روی دیوان بیدل و صائب و کلیم و طالب و عرفی فرا گرفته اند و آثار بزرگان عهد صفوی را که پیشوایان سبک معروف بهندی هستند باهمان نظر دقت و احترامی مینگرند که نوشته ها و گفته های سعدی و حافظ و سخنواران عراقی دیگر را ما بنظر اعجاب و احترام مشاهده می کنیم .

این تعبیرات جدیدی که در گفتار اقبـال خواننده ایرانی را متوجه ضعف تالیف و یا ابهام مضمون و با تازگی سبک می سازد همه مبتنی

اور ان دو ملکوں کا دیرینہ ادبی رشتہ قطع ہوگیا ۔ اور وہ لوگ جو آزادی سے هندوستان یا ایران کے درباروں میں آتے جاتے تھےاور وهاں شہرت اور جاہ جلال حاصل کر سکتے تھے مجبور ہو گئے کہ دو ملکوں میں سے ایک کو اپنے دائمی گھر کے طور پر انتخاب کریں ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شعر و سخن گوئی کا رشتہ جو کئی صدیوں سے دونوں ملکوں کو آپس میں ملائے ہوئے تھا ٹوٹ گیا ۔ هندوستانی شعرا عہد صفوی کے شعرا کی طرز اور اسلوب بیان کی پیروی میں صائب، بیدل، فیضی، کلیم اور قدسی کا تتبع اور تقلید کرتے رہے ۔ لیکن اس کے بر عکس گذشتہ دوسو سال میں

کشور قطع شدو کسانی که آزادانه میتوا نستند در دربار هند و دربار ایران هر دو از راه سخنوری کسب شهرت و جاه و جلال کنند نا گزیر شدند که در یکی از دو کشور رخت اقامت دائمی بیفگنند . و در نتیجه این انفصال رشته ارتباطی که سیاق سخنگوئی سخنوران هند و ایران را در مدت چند صده بیکدیگر پیوسته بود از هم گست. بدین طریق که سخنوران هند دنبال همان روش و اسلوب عهد صفوی را گرفته و صائب و بیدل و فیضی و کلیم و قدسی را تتبع و تقلید کردند در صورتی که شعرای دویست سال اخیر ایران دیگر در

---

۱ یہ مقالہ اسوقت لکھا گیا جب ابھی تک اقبال کے اسٹائل اور اسکے تتبع کا ایرانیوں نے دقیق مطالعہ نہیں کیا تھا اس اقتباس سے ظاهر ہے کہ بہت سے ایرانی اقبال کے کلام کو نا مانوس سمجھتے تھے محیط نے یہاں اقبال کے اسٹائل کو سبک هندی سے مشابہ قرار دیا ہے استاد سعید نفیسی اور ڈاکٹر خطیبی کے مقالات ملاحظہ ہوں جسمیں انہوں نے اقبال کے متعلق جدید ترین نظریات بیان کئے ہیں ۔ محیط کی اقبال سے عقیدت اور اور اسکا دفاع قابل تعریف ہے —

غلام علی بلگرامی اور سراج الدین آرزو نے اپنی تصنیفات میں اس قسم کے مباحثوں اور جھگڑوں کی طرف اکثر اشارہ کیا ہے —

ایران کے مشرقی اور مغربی علاقوں میں ان الفاظ و لغات کے استعمال میں اختلا ف کی کیا وجہ ہے؟ عصر حاضر کے نکتہ سنجوں کا خیال ہے کہ چونکہ ہند اور ایران کے فارسی زبانوں کے درمیان براہ راست ارتباط منقطع ہو گیا تھا اور اس سر زمین کے شعرا نے زبان کو محض کتابوں سے سیکھا تھا، بعض اوقات فارسی زبان کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے اردو زبان کے مطالب و معانی انکے پیش نظر ہوتے تھے اس لئے ایران اور ہند کے طرز بیان میں یہ فرق وجود میں آگیا ۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ دو سو سال سے اسطرف زبان فارسی میں بنیادی تبدیلیاں وجود میں آئی ہیں —

نادر شاہ کی موت کے بعد ہند کے اوضاع میں گڑبڑ پیدا ہو گئی

غلام علی آزاد بلگرامی و سراج الدین آرزو در آثار ادبی خود باینگونه مباحثات و مناقشات ادبی غالباً اشاره کرده اند

علت این اختلاف تعبیر و تفاوت استعمال لغات در خاور و باختر فلات ایران چیست؟ برخی از نکته سنجان حاضر چنین تصور میکنند که چون ارتباط مستقیم بین فارسی زبانان و هند و ایران قطع شده و گویندگان آن سر زمین زبان فارسی را از روی کتب آموخته و در استعمال لغات فارسی بیشتر بمعانی انتقالی از زبان اردو بفارسی توجه میکنند بدین سبب چنین تفاوتی در سیاق گفتار فارسی ایران و هند تولید شده است .

اما حقیقت امر اینست که زبان فارسی در ایران از دویست سال پیش بدینطرف دچار دو تحول اساسی شده است . نخست پس از مرگ نادر و بروز هرج و مرج در هند و ایران رشته ارتباط ادبی دیرینه بین دو

دوسری بات یہ ہے کہ یورپ کی زبانوں سے فارسی میں ترجمے ہونے لگے اور معاصر شعرا کی خارجی زبانوں سے آشنائی نے انکے طرز بیان اور اسلوب کلام پر اثر ڈال کر اسمیں نئی تبدیلی پیدا کر دی۔ ہندوستان کے فارسی زبان شعرا کو اس واقع سے بہرہ مند ہونے کا موقعہ نہیں ملا—

شعرا معاصر ایران اور ہندوستان کے مشہور شعرا کے طرز بیان میں تفاوت کے یہ ہی دو سبب ہیں—

وحید دستگردی مرحوم مدیر مجلہ ادبی ارمغان (جو خود ملک کے مشہور شاعروں میں سے تھے) اس تفاوت طرز بیان کو ہند کے شعرا کے کلام میں نقص تصور کرتے تھے اور اقبال کے متعلق گفتگو میں ایک دن مجھ سے بحث کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ابہام مضمون اور تعبیرات نامانوس جو ہمیں بہت نا پسند معلوم ہونی ہیں ہندوستان کے شعرا کی

نکتہ دوم آنکہ رواج بازار ترجمہ از زبان ہای اروپائی بفارسی و آشنائی غالب نویسندگان و گویندگان معاصر با یکی از زبان ہای بیگانہ در چگونگی بیان اسلوب کلام ایشان تحول جدیدی تولید کردہ کہ سخنوران فارسی زبان ہند را آن از نصیبی نیست.

این دو عامل مختلف سبب ایجاد تفاوت در بین روش گفتار سخنوران معاصر ایران و گویندگان بنام ہندوستان شدہ است.

مرحوم وحید دستگردی مدیر مجلہ ادبی ارمغان کہ خود از شعرای بنام کشور بود این پیش آمد را بر ای سخنوران ہند نقیصہ‌ای میدانست و راجع بشعر اقبال روزی با نگارندہ مناقشہ میکرد و میپنداشت کہ این ابہام مضمون و تعبیرات نامانوس فارسی کہ بنظر ما بسیار بعید و نامطبوع میآید

ایرانی شعرا نے عہد صفوی اور ہندی طرز کی شاعری کو چھوڑ دیا۔ اور کریم خان زند کے زمانے سے تو اصفہان کے شعرا نے سبک ہندی کے خلاف تحریک شروع کردی اور شعرا کی توجہ شعرای قبل از عہد مغول کی طرف مبذول ہو گئی ــ

هاتف، آذر و مشتاق، عاشق اور رفیق نے کھلم کھلا سبک ہندی کی مخالفت شروع کر دی۔ اسکے بعد نشاط، مجمر اور صبا اس مخالفت کو اصفہان سے طہران میں لے آئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قاچاریہ دورہ کے شاعر دورہ صفوی کے شعرا کو چھوڑ کر متقدمین اور متوسطین کی پیروی کرنے لگے۔ قاچاریہ دورہ کے شعرا عہد سامانی، عہد غزنوی، سلجوقی کو تقلید و تتبع کی بنیاد قرار دیکر فرخی، عنصری مسعود و سنائی کی پیروی دورہ کرنے لگے ــ

تتبع آثار عہد صفوی و پیروی از سبک ہندی گامی ننہادہ اند بلکہ از دورہ کریم خان نہضتی بر ضد سیاق سخن ہندی در بین سخنوران اصفہان آغاز شدہ و سخنسرایان بآثار عصر قبل از مغول التفات پیدا نمودند .

ہاتف و آذر و مشتاق و عاشق و رفیق با سبک سخن ہندی علنا مخالفت ورزیدہ و نشاط و مجمر و صبا کنون این اختلاف را از اصفہان بتہران منتقل ساختند . چنانکہ سخنوران دورہ قاجاریہ یکبارہ از اقتفای سخنوران صفوی ببعد چشم پوشیدہ و در صدد تتبع کلام متقدمین و متوسطین بر آمدند .

شعرای دورہ قاچاریہ اسلوب فارسی سخنوران عہد سامانی و غزنوی و سلجوقی را اساس تتبع قرار دادہ طبع خویش را بتقلید از فرخی و عنصری و مسعود و سنائی وادار کردند .

طریقه کا مطالعه کرے، تو وه دیکھے گا که اقبال کا شعر اسی دلکش ادبی بوستان سے مربوط هے جسکا همارے دل اور هماری زبان سے پیوند اس غدار زمانے نے کاٹ دیا هے۔

جب انسان بیدل اور صائب کے دیوان کے مطالعه کے بعد اقبال کے کلام کو پڑھے تو اسکے اشعار میں کسی قسم کی بیگانگی اور ابہام احساس نہیں کرتا۔ ایک بڑی خوبی جو اقبال کو اس سبک کے پیش قدم شعرا سے ممتاز کرتی هے مضمون کی باریکی، اسکی معلومات کی وسعت اور بلند حقائق کا ادراک هے جو زمانے کی عمومی تعلیمی ترقی سے مربوط هے۔

اقبال چاهتا هےکه عصر حاضر کے متعلق اپنی اجتماعی اور فلسفی معلومات زبان فارسی کے اسی پرانے اسلوب بیان کے ذریعے ایران اور جزیرۂ نمائے هندوستان کے لوگوں تک پہنچائے۔

ورزد ، معلوم میشود سخن اقبـال از همان بوستان دلکش ادبی است که متاسفانه دست روزگار غدار پیوند الفت آنرا با دل و زبان و ما بریده است .

انسان وقتی از مطالعه دیوان بیدل و صائب بمطالعه آثار منظوم دکتر محمد اقبـال بگراید در سخن این شاعر هیچگونه غرابت لفظ و ابهام معنی نمی بیند و تنها صفت بارزی که اقبـال را از پیشقدمان این سبک ممتاز میسازد دقت مضمون و وسعت اطلاع و ادراک معانی بلند متناسب با پیشرفت فرهنگ عمومی عصر او میباشد .

اقبـال میخواهد حاصل معلومات اجتماعی و فلسفی عصر حاضر را با همان اسلوب معهود از راه زبان فارسی بمردم فلات ایران شبهه جزیره هندوستان انتقال دهد .

صحت کلام کی طرف بے توجہی یا بے خبری کا نتیجہ ھیں - اور انکو بالکل غلط تصور کرنا چاہئے ـــ

دوسری طرف مرحوم دستگردی جب اسی قسم کی تعبیرات اور مبہم معانی کو نظامی، خاقانی، یا امیر خسرو یا حسن کے کلام میں دیکھ پاتے تو ان شعرا کی مسلم استادی اور حد ادب کا لحاظ کرتے ہوئے کوشش کرتے تھے کہ انکا ابہام وغیرہ تشریح کرکے دور کر دیں ـــ

جب کوئی اھل مطالعہ شخص فارسی کلام کے رشتہ کو حکیم نظامی اور خاقانی کے زمانے سے امیر خسرو اور حسن دھلوی سے ملائے اور پھر جامی اور طاھر دکنی سے ملا کر اسی رشتہ کو طالب، کلیم، مسیحا، قدسی، صائب اور فیضی کی طرف کھینچ لائے اور پھر حزیں، بیدل و غنی و غالب سے ملا کر فصاحت و بلاغت اور کیفیت الفاظ اور مضمون بیان کرنے کے

نتیجهٔ عدم انس و توجه بصحت کلام فارسی و بعبارت دیگر حاصل بی اطلاعی گویندگان هند است و سراسر غلط بشمار میآید .

در صورتی که همان مرحوم وقتی در گفتار نظامی و خاقانی یا امیر خسرو و حسن نظیر این تعبیرات نا مانوس و معانی مبهم را مییافت باعتبار استادی گویندگان حد ادب را نگاهداشته بتفسیر و رفع ابهام آنها همت میگماشت .

اما وقتی شخص متتبع رشته کلام فارسی را از روزگار حکیم نظامی و خاقانی بعهد امیر خسرو و حسن دهلوی اتصال دهد و سپس با گفتار جامی و طاهر دکنی مربوط سازد و همین رشته را تا طالب و کلیم و مسیحا و قدسی و صائب و فیضی کشیده بآثار حزین و بیدل و غنی و غالب پیوندد و در میان فصاحت و بلاغت و کیفیت استعمال لغات و بکار بردن مضامین آنها استقصا

میں گذشتہ بیس سال کے عرصہ میں اقبال کے کلام سے آشنائی کے بعد بتدریج اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ سالہا اس طرز بیان کے مخالفین سے میرا بحث و مباحثہ رہا لیکن آج میں دیکھتا ہوں کہ موجودہ سیاسی اور ادبی تحول کی وجہہ سے میرے نظریات ان لوگوں نے قبول کر لئے ھیں جو پانچ سال پہلے ان کو سننا بھی گوارا نہ کرتے تھے —

اھل ایران کو معلوم ھونا چاھئے کہ ھندوستانی مسلمانوں کے دلوں میں ھمارے ملک کو ھماری زبان اور ھمارے تمدن کو بہت بلند مرتبہ حاصل ھے۔ ملت ایران نے بھی اقبال کی تکریم اور تجلیل کر کے ھندوستان کے لوگوں پر ثابت کر دیا ھے کہ ھماری پرانی دوستی کو غیر ادبی ریشہ دوانیاں منحرف نہیں کر سکتیں —

*****
**
*

این نظری است که نگارند سطور از بیست سال پیش که با سخن اقبال آشنا شد متدرجا دریافت و پس از آنکه سالها با مناقشه و معارضه مخالفین آن اسلوب در تهران مواجه میشد . امروز مینگرد در نتیجهٔ ترکیب عوامل سیاسی و ادبی مورد قبول کسانی قرار گرفته که تا پنج سال پیش برای شنیدن چنین موضوع گوش شنوائی نداشتند .

اقبال اور سعید نفیسی

پروفیسر سعید نفیسی ایران کے ان چند مایہ ناز علماء و فضلاء میں سے ہیں
جن کو فارسی اور عربی کے علاوہ فرانسیسی اور روسی زبان پر پورا پورا تسلط
ہے اور جدید یورپین ادبیات و علوم سے اچھی طرح آشناً ہیں — نفیسی کی وسعت
مطالعہ کا اندازہ کچھ اس سے ہو سکتا ہے کہ انھوں نے مختلف صنف کے موضوعات
اور ادبی شعبوں کے متعلق قلم فرسائی کی ہے اور اب تک ان کی تألیفات اور
تصنیفات کی تعداد ۱۳۰ تک پہنچ چکی ہے —

جیسا کہ مقدمہ میں ذکر کیا جاچکا ہے علامہ اقبال کی نفیسی سے
خط وکتابت بھی رہی ہے - ذیل میں سعید نفیسی کی تحریروں اور تقریروں سے
کچھ اقتباس نقل کئے جاتے ہیں — سیعد نفیسی اپنے ایک مقالہ میں فرماتے ہیں -

*'' اقبال ہندوستان کے دوسرے فارسی گو شاعروں کی نسبت ایران سے
بہت زیادہ تعلق رکھتا ہے اور اس ملک سے اثر پذیر ہوا ہے - بعض معاصرین
نے اقبال کے فارسی شعر پر بحث کی ہے اور کہا ہے کہ اقبال اس
اسٹائل کا جو ہندی طرز کے نام سے مشہور ہے (اور جس کو ادبی
اصطلاح میں امپریشن ازم (Impresionism) کہنا بہتر ہوگا) کا آخری

متن فارسی یہ ہے

* اقبال قطعا خیلی بیش از شاعران فارسی زبان دیگر ہندوستان با ایران
مربوط است و از ایران ملہم شدہ است . برخی از معاصران کہ دربارۂ شعر
فارسی اقبال بحث کردہ اند گفتہ اند کہ وی آخرین شاعر بزرگ سبک
معروف بہندوستانی یا باصطلاح ادبی امپرسیو نیسم است .

استاد سعید نفیسی بر مزار اقبال (۱۹۵۶)

اپنی مثنوی اسرار خودی اور اس کے بعد مثنوی رموز بے خودی لکھی — اقبال نے خود اس کے متعلق کئی اشارے کئے ہیں — اسرار خودی کے مقدمہ میں کہا ہے ۱

پارسی از رفعت اندیشه ام
در خورد با فطرت اندیشه ام ۱

بعد میں مولانا جلال الدین اور شمس تبریزی کی طرف اشارہ کرتا ہے اور کہتا ہے ۲

شمع خود را همچو رومی بر فروز
روم را در آتش تبریز سوز ۲

کہیں کہیں اپنے اشعار میں ایران کی عظمت کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔

اقبال خود درین زمینه اشارات بسیار دارد: در مقدمهٔ اسرار خودی می گوید:

گرچه هندی در عذوبت شکرست
طرز گفتار دری شیرین ترست
فکر من از جلوه اش مسحور گشت
خامهٔ من شاخ نخل طور گشت

گاهی در اشعار خود اشارهٔ بسیار صریحی بعظمت ایران دارد و از آن جمله در قسمت اول پیام مشرق که ,, لالهٔ طور،، نام گذاشته جاودان ماندن ایران را چنین بیان میکند:

سکندر رفت و شمشیر و علم رفت
خراج شهر و گنج کان و یم رفت
امم را از شهان پاینده تر دان
نمی بینی که ایران ماند و جم رفت

بڑا شاعر ہے لیکن اگر اس کے اشعار پر غور کریں اور اس کے کلام کا ایران کے بڑے شاعروں سے مقابلہ کریں تو ہم دیکھیں گے کہ یہ بات درست نہیں اور معلوم ہوجائیگا کہ اقبال کا کلام امپریشن‌ازم کے طرز کے معروف شعرا مثلاً عرفی ، فیضی ، ظہوری ، نظیری ، بیدل ، صائب ، کلیم ، غالب اور دیگر شعرائے سے پورے طور پر شباہت نہیں رکھتا بلکہ زیادہ تر وہ ان شاعروں سے مشابہت رکھتا ہے جن کو سمبولیست کہتے ہیں اور اس طرز کے سب سے بڑے نمایندے سنائی، عطار و مولانا جلال‌الدین و عراقی و اوحدی و کمال خجندی ہیں — اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں کہ اقبال اپنی جوانی کے زمانے سے ہی مولانا جلال الدین کی مثنوی سے متأثر ہوا اور ۱۹۱۰ ع میں ۳۴ سال کی عمر میں فارسی زبان میں شعر کہنا شروع کیا اور سب سے پہلے مولانا جلال الدین کی مثنوی کی تقلید میں

اگر درست اشعار او را با بزرگان شعرای ایران بسنجیم می بینم که این مطلب درست نیست و شعر اقبـال با اشعار شاعران معروف سبک امپرسیو نیسم مثلا عرفی و فیضی و ظهوری و نظیری و بیدل و صائب و کلیم و غالب و دیگران شباهت کامل ندارد بلکه بیشتر باشعار شاعرانی مانند است که ما باید آنها را سمبولیست بگویم و بزرگ ترین نمایندگان این سبک سنائی و عطار و مولانا جلال الدین و عراقی و او حدی و کمال خجندی اند .

تردیدی نیست که اصلا بزبان فارسی شعر گفتن اقبان بدان جهتست که در کودکی و جوانی از مثنوی مولانا جلال‌الدین ملهم شده و در ۱۹۱۰ میلادی در ۳۴ سالگی بشعر گفتن در زبان فارسی کرده نخست بتقلید از مثنوی مولانا جلال الدین پرداخته و مثنوی اسرار خودی را سروده و بلا فاصله درسال بعد مثنوی دیگر خود رموز بیخودی را در ۱۹۱۶ گفته است .

کی پہلی نظم ،، پیام ،، نہ صرف اس کے بے مثال شاہکاروں میں سے ہے بلکہ اس کے احساسات کو بھی بڑی خوبی سے بیان کرتی ہے اور بہترین طریقہ سے اس کے مقصد کو ادا کرتی ہے ۔ یہ اشعار اپنے اندر ایک خاص لطف رکھتے ہیں ،، از خطابه روز اقبال در سال ۱۳۳۰

،، روسی عصر ،، کے مقدمہ میں استاد سعید نفیسی فرماتے ہیں : —

* ،، دنیا کے سب سے کمسن مگر بہت قدیم تمدن و علم کے حامل ملک پاکستان پر خورشید جیسا چہرہ بہت جاہ و جلال سے چمک رہا ہے ۔ آسمان پاکستان پر چمکنے کے ساتھ ساتھ وہ اپنی روشنی ایران پر بھی ڈال رہا ہے ۔ اور یہ امر بالکل قدرتی ہے کیونکہ ایران و پاکستان نزدیک اور دیوار به دیوار همسائے ہیں اور آفتاب ہر دو گھروں کو ایک وقت روشنی دیتا ہے ۔

گذاشته و نخستین منظومهٔ آن قطعه ایست بعنوان ،، پیام،، که نه تنها از شاهکار های قطعی اوست بلکه معرف بسیار خوبی از همین احساسات اوست و به بهترین وجهی مقصودش را ادا میکند و لطف خاصی در این اشعارهست .

*بر فرهنگ و دانش بسیار کهنسال جوانترین کشور های جهان پاکستان سیمائی چون خورشید در اوج کمال میتابد. در همان زمن که بر آسمان پاکستان پرتو میفشاند بر آسمان ایران نیز فروغ میفگند . بسیار هم طبیعی است زیرا که پاکستان و ایران همسایگان دیوار بدیوارند و آفتاب هر دو خانه را که درکنار یکدیگر باشند باهم روشن میکند .

این خورشید فروغ جهانفروز محمد اقبال شاعر بزرگ پاکستان خود وارث نه صد سال سنن ادبی زبان فارسی در هند و پاکستان است پیش از او صدها نویسنده و سراینده زبان فارسی درین شبه قاره بزرگ آثار جاودانی از خود

اقبال کے اشعار کی ایک اہم خاصیت یہ ہے کہ اس کو مشرق کے مستقبل پر بہت اعتماد ہے اور نہایت صریح طور پر اس نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ مغرب کی برتری اور تسلط کا دور دورہ ختم ہونے کو ہے اور اس کے بعد مشرق کے عروج اور تسلط کی باری ہے ۔ ہندوستان اور پاکستان کی آزادی اور شرق اقصی میں جو حالات پیش آرہے ھیں اس کی پیشگوئی کی تائید کرتے ھیں ۔ اقبال نے ایک جگہ صاف طور پر لکھا ہے :-

بیا که ساز فرنگ از نوا در افتاد است
درون پرده او نغمه نیست فریاداست

اقبال نے مشہور جرمن شاعر گوئٹے کے دیوان شرق کے جواب میں پیام مشرق لکھا ہے ۔ اس کے چہارمی حصے کا نام نقش فرنگ رکھا ہے اس حصے

خاصیت بسیار مهمی که در اشعار اقبـال هست اینست که اعتماد عجیبی بآیندهٔ مشرق زمین دارد و با کمال صراحت معتقد است که دورهٔ برتری و استیلای مغرب بسر رسیده و از این پس نوبت استعلای شرقست . حوادث این روزها نیز دارد پیشگوئی او را مسلم می کند . استقلال هندوستان و پاکستان و آنچه در شرق اقصی در شرف وقوع است آیا تا اندازه ای پیشگوئی های او را مسلم نمیکند؟ اقبـال جای دیگر صریحا میگوید :

بیا که ساز فرهنگ از نوا در افتاداست
درون پردهٔ او نغمه نیست فریاداست

اقبـال در دانشگاه های انگلستان و آلمان تحصیلات عالی کرده و درجهٔ دکترا در فلسفه را داشته و ناچار انگلیسی و آلمانی را بسیار خوب میدانسته و در مقابل دیوان شرقی و غربی گوته شاعر معروف آلمانی کتاب پیام مشرق را نوشته است . قسمت چهارم این کتاب را ,, نقش فرنگ،، نام

بخوبی انجام دیا اس کی تصنیفات برہان قاطع اور قاطع برہان کی طرح ہمارے سامنے موجود ہیں اقبال ایرانی مشائخ کی پسندیدہ اور محبوب روش کا پیرو ہے مگر اس کا تصوف جدید معارف اور فلسفہ اور مشرق اور مغرب کے نئے علوم سے گھل مل گیا ہے اور انیسویں صدی کا رنگ اس پر چڑھ گیا ہے ۔ اس کا تصوف جس قدر سنائی اور مولانا سے با خبر ہے اسی حد تک ہیگل ، کانت ، شوپنہاور ، نطشے و بودا کونفوسیوس وغیرہ سے آشنا ہے ۔

جس طرح پہلے بزرگوں نے مثنوی مولانا کو قرآن پہلوی کا نام دیا ہے — اسی طرح اگر ہم اقبال کی مثنوی کو مثنوی قرن حاضر سمجھیں تو مناسب ہوگا ۔ اس میں کسی بحث کی گنجائش نہیں کہ اقبال نہ صرف پاکستان و ایران کے زمانہ حاضر کی عظیم المرتبت ہستیوں میں سے ہے بلکہ وہ ان لوگوں

میگفت : (میگویم و می آیمش از عهده برون!) اینک آثار او چون برهانی قاطع و قاطع برهان در پیش ماست. وی پیرو همان روشن مأ لوف و پسندیدهٔ این مشایخ تصوف ایران در زبان فارسی بوده است منتهی تصوفی که کاملا با معارف جدید و فلسفه ها و حکمتهای نوین از شرق و غرب آمیخته شده و صبغهٔ قرن نوزدهم و بیستم میلادی را بخود گرفته است . تصوفی که بهمان اندازه که از سنائی و مولانا باخبر است بهمان اندازه هم از هیگل و کانت و شو پنهاور نیتچه و بودا و کونفوسیوسن وجنیا آگاهی دارد .

همچنان که پیشینیان مثنوی مولانا را (قرآن پهلوی) اصطلاح کرده اند آثار اقبال راهم باید (مثنوی قرن حاضر) بدانیم و بیهوده نیست که خود (زبور عجم) را در تسمیه یکی از کتابهای خود بکار برده است .

اس جہان میں روشنی اور نور پھیلانے والا خورشید پاکستان کا عظیم الشان شاعر محمد اقبال ہے جو نو سو سال کے ہند و ایران کے فارسی روایات کا وارث ہے۔ اس سے پہلے سینکڑوں شعراء اور مصنفین اپنی جاودانی تصنیفات چھوڑ گئے ہیں اور ان کے نام ادبیات فارسی میں خاص آب و تاب رکھتے ہیں ۔ لیکن محمد اقبال نے پہلے گذرے ہوئے اساتید کا مطالعہ کیا اور امپریشن‌ازم کی طرز شاعری (جو ہندوستان میں پرانی اور فرسودہ ہوچکی تھی) کا رخ سمبولیسم کی زیبا تر اور روشن تر روش کی طرف (جو کہ صوفیا یعنی سنائی ، فرید الدین عطار ، عراقی ، محمود شبستری وغیرہ کی طرز ہے) پھیر دیا ۔ اس روش کی غیر معمولی مشکلات کے باعث صدیوں سے تمام لوگ اس طرز شعر گوئی کو چھوڑ چکے تھے ۔ اسکی مشکلات نے لوگوں کو ڈرا دیا تھا اور کوئی جرأت نہیں کرتا تھا کہ حدیقة الحقیقة اور مثنویات عطار ، مثنوی مولانا و گلشن راز کے پہلو بہ پہلو اور ان کے برابر اپنی تصنیف پیش کرے۔

پاکستان کے اس ذہین و طباع شاعر نے یہ جرأت کی اور اپنا کام

گذاشته اندو نامهای شان در ادب فارسی فروزندگی خاصی دارد. اما محمد اقبال از آن کسانی بود که میبایست دفتر پیشینیان را در نوردد سبک معروف امپرسیونسیم شعر فارسی را که در هند کم کم فرسوده و مدروس شده بود بروش روشن تر و شیوا تر یعنی سمبولیسم مشایخ بزرگ تصوف ایران مانند سنائی و فرید الدین عطار و فخر الدین عراقی و جلال الدین بلخی و محمود شبستری باز گرداند. قر نها بود که دشواری فوق العاده این روش همه را از آن دور کرده احیانا ترسانیده بود و کسی جرائت نمیکرد دوش بدوش و سر بسر حدیقةالحقیقه و مثنویات عطار و مثنوی مولانا و گلشن راز بگذارد .

این نابغهٔ پاکستانی این دلاوری را کرد و از عهده هم بر آمد . گویا

*" بہار ۱۹۳۲ (میلادی) میں میرا ایک دوست زبور عجم کا نسخہ ہندوستان سے میرے لئے بطور ارمغان لایا ۔ اس کتاب کے مطالعہ سے مجھ میں عجیب احساسات پیدا ہوئے ۔ اور میں نے ایک شوق و شعف سے لبریز خط اقبال مرحوم کو لکھا ۔ خط بھیجنے کا سب سے قابل اعتماد ذریعہ ڈاکٹر محمد اقبال پروفیسر ادبیات فارسی پنجاب یونیورسٹی تھے، کیونکہ ان سے میری کئی سال سے خط و کتابت تھی ۔ یہ خط میں نے انہیں کے ذریعہ سے بجھوایا ۔ دو ماہ بعد اقبال مرحوم کا جواب آیا ۔ ہندوستان سے ایک مسافر مقامات مقدسہ کی زیارت کو آیا اور یہ خط لاهور سے میرے لئے لایا اور خط کے همراه پیام مشرق کا ایک نسخہ بھی جو اقبال نے میرے لئے بجھوایا تھا مجھکو پہنچا دیا ۔ اس دوسری کتاب کو پڑھنے کے بعد میں نے دوسرا خط اقبال کو لکھا اور اپنے شوق اور شعف کی شدت کا اس میں بیان کیا اس کے

---

*در بهار سال ۱۹۳۲ میلادی یک نسخه ازکتاب زبور عجم را دوستی از هندوستان بر ای من ارمغان آورد . از خواندن آن احساسات عجیب در من انگیخته شد . نامه ای پر از شوق و شعف بمرحوم علامه اقبال نوشتم و چون مطمئن ترین و سیله برای رساندن آن نامه مرحوم پرفسور دکتر محمد اقبال استاد ادبیات فارسی در دانشگاه پنجاب بود که از سالیان دراز با او مکاتبه و رابطه داشتم آن نامه را بتوسط او فرستادم . دو ماه پس از آن جوابی از مرحوم علامه اقبال رسید و مسافری که از هندوستان بزیارت عتبات می رفت آنرا از لاهور بر ای من آورده بود و نسخه ای از کتاب پیام مشرق را هم که مرحوم علامه اقبال برای من فرستاده بود ، رساند . خواندن این کتاب دوم باعث شد که باز نامهٔ دیگری بمرحوم اقبال نوشتم و نهایت شوق و شعف خود را در آن نامه بیان کردم و باز پس از دو ماه دیگر نامهٔ

میں سے ھے جن کا نام ھمیشه ادبیات کی تواریخ میں ثبت رھیگا اور جن کو مجدد ادبیات کا نام دیا جاسکتا ھے

اقبال کے دو خط استاد سعید نفیسی کے نام

اقبال کو ایران اور ایرانی ادبا اور فضلا میں قدرتاً دلچسپی تھی اور اس کو اشتیاق تھا که اپنے فارسی کلام کے متعلق ان کی رائے معلوم کرے مگر دونوں ملکوں کے درمیان کوئی باقاعدہ رابطه نه تھا ۔ پروفیسر نفیسی اس زمانے میں بھی ایران اور ایران سے باھر کے علمی، ادبی حلقوں میں شہرت رکھتے تھے۔ اقبال نے پروفیسر اقبال مرحوم کے ھاتھ مثنوی اور زبور عجم نفیسی کو بھجوائیں اور جب انھیں معلوم ھوا که ان کا پہلا مجموعه کلام ,,پیام مشرق،، پروفیسر مذکور کو نہیں پہنچا تو انہوں نے کسی اور ایران جانے والے مسافر کے توسط سے اس کتاب کا ایک نسخه بھی ان کو بھجوا دیا ۔ پروفیسر سعید نفیسی کے نام جو اقبال نے دو خط لکھے اس سے قبل ,,اقبال نامه،، میں شائع ھوچکے ھیں ۔ ذیل میں پروفیسر نفیسی کے تمہیدی نوٹ کے ساتھ درج کئے جاتے ھیں ۔

بدین گونه هیچ جای سخن نیست که اقبـال نه تنها از بزرگان پاکستان و از بزرگان عصر ماست بلکه از کسانیست که نامشان از تاریخ ادب بیرون نه خواهد رفت و ایشانرا بحق (مجدد ادبیات) نام نهاد .

میں نہیں پہنچی اس لئے پیام مشرق اسی ہفتہ آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں ۔

والسلام با هزار احترام ،

نیاز کیش ،

محمد اقبال

۴ نومبر ۱۹۳۲ع

مخدوم مکرم دانشمند ،

آپ کا دوسرا خط جو نیاز مند کی عزت افزائی اور افتخار کے لئے آپ نے لکھا ہے کوئی سات آٹھ روز پہلے ملا ۔

یہ سنکر کہ زبور عجم کی طرح پیام مشرق ، بھی آپ جیسے دانشمند نے پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا ہے اور اس کے فارسی اشعار کو سراها ہے، میرے لئے سر بلندی کا موجب ہے ۔ جس طرح فضلاً و ادباً ایران کو مجھ سے

زبور عجم مرا بخدمت شما راه نبوده است و پیام مشرق را بهمین هفته بخدمت فرستاده میکنم . والسلام‌ع‌الف احترام نیاز کیش محمد اقبال

۴ نوامبر ۱۹۳۲

مخدوم مکرم دانشمند :

خط دست دیگر که بفخر و شرف این نیاز مند رقم زده شده بود بهمین هفت هشت روز شرف وصول داد . از اینکه پیام مشرق همچنان زبور عجم پسندیده خدمت مخدوم دانشوری آقای بوده است و سخن پارسی آنرا هم پسند داشته اید این نیاز مند را سر بلند میگرداند و هم چندان که دانشوران ایران

دو ماہ بعد اقبال کا دوسرا خط ایک اور مسافر کے ذریعہ جو ایران آیا مجھ تک پہنچا ۔،،

پہلا خط

۲۶ اگست ۱۹۳۲ ع

مخدوم دانشمند ،

آپ نے جو خط پروفیسر محمد اقبـــال کے ھاتھ بجھوایا تھا وصول ھوا ۔ کئی سالوں سے آپ کے ایران کو دیکھنے کی آرزو دل میں رکھتا ھوں اور اپنی زندگی کا واحد حاصل شعر فارسی کو سمجھتا ھوں اور یہ امر کہ آپ ایسے نامور عالم (جو ایران کے ذوق ادبی کے معیار کی حیثیت رکھتا ھو) نے میرا کلام پسند فرمایا ھے نیاز مند کے لئے فخر اور ھمت افزائی کا باعث ھے میرا خیال ھے کہ سوائے زبور عجم کے میری اور کوئی کتاب آپ کی خدمت

دوم مرحوم اقبـــال بوسیلهٔ مسافر دیگری که او هم بایران آمده بود بمن رسید .

خرداد ماه ۱۳۳۲

سعید نفیسی

۲۶ اوت ۱۹۳۲

مخدوم دانشمند :

خط دست آقای بوسیله سرکار پروفیسر محمد اقبـــال صاحب راهی کرده بودید حاصل شده سالهای دراز است که میل آرزوی ایران شما را در صمیم می پرورم و یگانه محصول ذره نمای وجود را سخن فارسی میدانم . اینکه سخن پارسیم مطلوب و مقبول همچون آقای دانشمند بنامی که میزان ذوق ادب ایرانست باشد مایهٔ فخر و دلداری این نیاز منداست. یقین دارم که جز از

اقتباس از سخزانی آستاد نقیسی بتاریخ ۲۶ فروری ۱۹۵۶ کراچی -

*میرے پاکستانی احباب بار بار مجھسے پوچھتے ہیں کہ اقبال کے متعلق ایران میں‌لوگوں کا کیا خیال ہے - ایرانیوں کی رائے اسکے سوائے اور کیا ہوسکتی ہے- اقبال کو وہ اسی نظرسے دیکھتے ہیں جس‌سے رومی اور حافظ کو-

ابتدائی سخن گوئی سے ایرانیوں اور پاکستانیوں کے دل میں ایک مشترک خیال اور ایک آرزو اور امید جاگزیں ہے - اس خیال اور آرزو کو ایک زمانے میں مولانا جلال الدین قونیہ میں سعدی شیراز میں ,,خیام نیشا پور میں بیان کرتے رہے - اسی خیال اور آرزو کا غالب نے دھلی میں اور قبال نے لاھور میں ترجمانی کی ہے - میرے پرانے دوست خواجہ عبد الحمید عرفانی نے تہران میں ایک بہت مفید کتاب ,,رومی عصر،، کے نام سے شایع کی ہے - اس نام سے بہتر نام اس کتاب کے لئے ممکن نہ تھا کیونکہ یقیناً اقبال کو آج سے بیس سال پہلے ہماری نگاہوں میں

---

*دوستان پاکستانی من مکرر از من پرسیده اند در ایران در باره اقبال چه عقیده دارند؟ چه عقیده میخواهید داشته باشند ؟ همان عقیده ای که دربارۂ فردوسی و حافظ دارند .

ایرانی و پاکستانی از روزی که در جهان سخن گفتن آغاز کرده اند همیشه یک فکر و یک آرزو و یک امید داشته اند . این فکر و آرزو و امید را وقتی مولانا جلال الدین در قونیه ، سعدی در شیراز و عمر خیام در نیشا پور ادا کرده اند و همان فکر را غالب در دهلی و اقبال در لاهور بزبان آورده است - دوست چندین ساله من خواجه عبدالحمید عرفانی در تهران کتاب بسیار پر مغزی بعنوان رومی عصر انتشار داده است . بهتر ازین ممکن نبود کسی عنوانی بر ای این کتاب پیدا کند زیرا که قطعا اقبال رومی بیست سال پیش

ملاقات کی خواهش هے اسی طرح یه نیازمند بھی ان سے ملنے اور ایران کو دیکھنے کی آرزو رکھتا هے لیکن ممکن هے که میری کمزوری اور علالت اس راه میں رکاوٹ پیدا کرے - کچھ عرصه بعد افغانستان کا سفر در پیش هے - اور میری آرزو هے که کسی دن اپنی آنکھوں سے ایران کو دیکھوں - اور دوسری خواهش جو میں خدا سے چاهتا هوں آپ ایسے شفیق اور مہربان دوست کی ملاقات هے -

والســــلام مع الاحترام

نیاز کیش

محمد اقبـــال

فروری ۱۹۲۵ میں استاد نفیسی اقبال اکیڈمی کی دعوت پر پاکستان تشتریف لائے اور مختلف جلسوں میں اقبال اور اُسکے مقام کے متعلق تقریریں کیں - ذیل میں اُنکی بعض تقاریر سے اقتباس درج کیا جاتا هے :—

میل و هوس دیدار این نیاز مند دارند این نیاز مند آرزوی ایشان و خاک ایران میکشد . ناتوانی و فسردگی خاطر تواند که خار راه گردد . چندی دیگر سفری بافغانستان در پش است و آرزوی آن دارند که باری چشم بایران باز کند . آرزوی دیگر دیدار آن مشفق مخدوم است که از الاسبحانه و تعالی می خواهد .

والسلامع الاحترام

نیاز کیش

محمد اقبال

افلاطون عالم اسلام میں ابن سینا اور مولانا جلال الدین نے اور آخری شخص جسنے وہ کام انجام دیا محمد اقبـال ہے ۔

اقبـال خود بھی اپنے اس آسمانی پیغام اور کام کو محسوس کرتا تھا ۔ ہم مسلمان حضرت خاتم النبیین کے بعد کسی پیغمبر کو تسلیم نہیں کر سکتے لیکن اقبـال کرامت اور ارشاد کے مقام سے بہرہ مند ہے اور اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ۔

آج آٹھ کروڑ افراد پر مشتمل ایک قوم نہایت تیزی سے دنیا میں اپنی جگہ پیدا کر رہی ہے اور روز بروز ترقی اور تعالی کی طرف گامزن ہے ۔ آج سے چالیس سال پیشتر اور پاکستان آزاد کے قائم ہونے سے پہلے اقبـال نے اپنے آسمانی فرائض کے متعلق یوں کہا ۔

خوگر من نیست چشم هست و بود
لرزه بر تن خیزم از بیم نمود

کرده در عالم اسلام ابن سینا پس از آن مولانا جلال‌الدین کرد و آخرین کسی که اینکار را کرد محمد اقبـال بود .

اقبـال خود باین‌وظیفه آسمانی خود پی برده بود ما مسلمانان پس از حضرت ختمی مرتبت رتبه پیغمبری برای کس دیگر قائل نیستیم ولی کرامت و مقام ارشادی در اقبـال هست که نمیتوان آنرا نا دیده و ناشنیده گرفت .

امروز ملت بزرگی شامل هشتاد و چند ملیون مسلمان در جهان هست که با سرعت جای خود را در جهان باز کرده و با سرعت روز بروز بر مقام خود می افزاید . چهل سال پیش از این و نزدیک سی سال پیش از آنکه پاکستان استقلال از دست رفته خود را دو باره بدست آورد اقبـال این وظیفه آسمانی خود را بدینگونه ادا کرده است . خوگر من نیست چشم هست و بود الخ

رومی کا مقام حاصل ہے ۔ اقبال خود مولانا جلال الدین ہے جو رومی کے سات سو سال بعد پیدا ہوا ہے ۔ وہی افکار جو سات سو سال گذرے قونیہ (موجودہ مملکت ترکی) میں رومی کی زبان پر جاری تھے اسکے سات سو سال بعد سیالکوٹ میں اقبال کی شکل میں نمودار ہوئے —

میں اقبال کا مقام ایک پیشوا اور راہنما کا مقام سمجھتا ہوں ۔ شاعر عظیم کہلانے کا حق وہ شاعر رکھتا ہے جو زمانے کے اوضاع کو تبدیل کر دے ۔ آسمان کی گردش پر اسکو قابو ہو اور حوادث عالم میں انقلاب پیدا کر سکے ۔ دنیا کی تاریخ میں نئے حادثات وجود میں لائے ۔ میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ایسا کام انسان کی کئی ہزار سال کی تاریخ میں صرف معدودی چند افراد نے انجام دیا ہے ۔ قدیم یونان میں

ماست مولانا جلال الدین است که هفتصد سال پس از او آمده است . همان فکری که در قوینه در خاک ترکیه امروز مولانا را بسخن گفتن وا داشت هفتصد سال بعد در سیالکوت تار وجود و پود محمد اقبال را بهم بافته است .

تنها مطلبی که میخواهم اند کی درباره آن در حضور شما بحث کنم مقام پیشوائی و رهنمائی و ارشادیست که من بر ای اقبال قائلم . گوینده بزرگ آن است که مقتضیات زمانه را تغیر بدهد چرخ روزگار را بمیل خود بگرداند حوادث جهان را زیر و روکند . حادثه ای در تاریخ جهان فراهم کند و من با کمال جرأت میگویم که اینکار را در تاریخ چند هزار ساله بشر تنها چند تن کرده اند از ان جمله در یونان قدیم افلاطون اینکار را

اس پیغام کو اقبال ایک اور جگہ بیان کرتا ہے —

شعر را مقصود گر آدم گری است
شاعری هم وارث پیغمبری است

*دنیاے اسلام میں اقبال کو بہت بلند روحانی مقام حاصل ہے لیکن اسکی حکمت اور شاعری کا مقام اس سے کمتر نہیں . ایران اور پاکستان کی مشترک ادبی تاریخ میں بڑے بڑے شاعر پیدا ہوئے ہیں ـ اقبال کو انکے زمرے میں ایک امتیازی مرتبہ حاصل ہے ـ اور اسکو بلبل حکیمان یا حکیم بلبلان کا لقب زیب دیتا ہے ـ بڑے بڑے شعرا میں سے اکثر معنی کو لفظ پر قربان کردیتے ہیں اور انکی کوشش یہ رہی ہے کہ خوبصورت اور موسیقی دارالفاظ استعمال کریں ـ لیکن اقبال کی توجہ ہمیشہ بلند و لطیف و دقیق معانی کی طرف مبذول رہی ہے ـ اسکے خیالات حکمت کی دنیا کی بلندیوں میں پرواز کرتے ہیں اور اسکی ساری توجہ معانی پر متمرکز ہے ـ شعر کی

متن فارسی :

*ازین مقام روحانی که اقبال در عالم اسلام داشته است اگر بگزریم مقام حکمت و شاعری او کمتر از آن نیست . در فرهنگ مشترک ایران و پاکستان گویندگان بزرگ بسیار آمده اند و رفته اند . درمیان ایشان امتیاز بزرگی که اقبال دارد اینست که او را باید ,,بلبل حکیمان،، و یا ,,حکیم بلبلان،، لقب داد . اکثریت شعراء بزرگ معنی را فدای لفظ کرده اند یعنی بیشتر کوشیده اند الفاظ شیوه که بیان موسیقی در آنها باشد بکار برند اگر معنی حکیمانه درین الفاظ شیوا جا میگرفته است از گفتن آن دریغ نمیکرده اند چنانکه سعدی و حافظ اینکار را کرده و اکثریت شاعران پیرو این روش ادبی بوده اند .

بام از خاور رسید و شب شکست
شبنم نو بر گل عالم نشست
نغمه ام از زخمه بی پرواستم
من نوای شاعر فرداستم
نغمهٔ من از جهان دیگراست
این جرس را کاروان دیگر است
ای بسا شاعر که بعد از مرگ زاد
چشم خود بر بست و چشم ما کشاد
رخت ناز از نیستی بیرون کشید
چون گل خود از مزار خود دمید
عاشقم فریاد ایمان من است
شور حشر از پیش خیزان من است
چشمهٔ حیوان برا تم کرده اند
محرم راز حیاتم کرده اند
زره از سوز نوایم زنده گشت
پر کشود کر مک تا بنده گشت
سر عیش جاودان خواهی بیا
هم زمین و آسمان خواهی بیا

ان اشعار میں اقبال اپنے ان فرائض کو جو بحیثت ایک پیشوا اور رھنما کے اسی پر عائد ھوتے ھیں بیان کرتا ھے ۔ کیا ان اشعار میں اس نے پاکستان کے قیام سے پیشتر ھی پاکستان کا نقشہ پیش نہیں کردیا ۔

درین اشعار اقبال خود وظیفه پیشوائی و راهنمائی خود را بیان میکند. آیا در همین اشعار پاکستان را پیش از آنکه بوجود آید نساخته است؟

اور پھر کہا ہے :

شاعری زین مثنوی مقصودنیست
بت پرستی بت گری مقصود نیست
خرده بر مینا مگیر ای هوشمند
دل بذوق خردهٔ مینا ببند

مثنوی مولانا روم سات سو سال سے تمام دنیا کے مسلمانوں میں ,, قرآن عجم،، کے نام سے مشہور ہے کیونکہ قرآن مجید کے بعد ہم مسلمانوں نے کسی کتاب کا مثنوی کے برابر احترام نہیں کیا اور نہ کسی اور کتاب کا اتنا مطالعہ کیا گیا ہے............لیکن جس بات کی طرف توجہ ضروری ہے وہ یہ ہے کہ سینکڑوں بڑے اور چھوٹے شاعروں نے مثنوی کی تقلید کی ہے لیکن کسی کو بھی مثنوی سے وہ قرب میسر نہیں ہوا جو

مثنوی مولانا را از زمانهای بسیار قدیم یعنی از همان هفتصد و پنجاه سال پیش که درمیان مسلمانان همه جهان انتشار یافته ,, قرآن عجم،، نام داده اند زیرا که قطعا پس از مصحف شریف وکتاب آسمانی ما ، مسلمانان هیچ کتابی را مسلماً باندازه مثنوی نخوانده و محترم نشمرده اند . اشارات فروان اقبـال نبست بمثنوی در شعر فارسی و اردوی او باندازه ایست که تقریباً سراسر آثار وی را فرا گفته و یکی از جنبه های بسیار آشکار شعر اوست که همه میدانند .

اما نکته ای که باید بیشتر بان توجه کرد اینست که درمیان صدها شاعر بزرگ و کوچک که تقلید از مثنوی کرده اند هیچ کس باندازه اقبـال بآن نزدیک نشده است . نه تنها بسیاری است از عقاید و افکار مولانا را در شعر

مذکورہ بالا خاصیت خاص طور پر تصوف کے بلند مرتبہ شعرا مثلاً سنائی، عطار، مولانا و عراقی اور انکے پیرؤں کے کلام میں پائی جاتی ہے ۔ اقبال اس صنف شعر کی تکمیل کرتا ہے بلکہ بہتر ہوگا اگر اسکو ان معنی آفرین پیغمبر شعرا کا خاتم کہا جائے ۔ خود اقبال نے اس بات کی طرف نہایت لطیف اشارہ کیا ہے —

ذرہ ام مہر منیر آن منست
صد سحر اندر گریبان منست
خاک من روشن تراز جام جم است
محرم نا زادہ های عالم است
فکرم آن آہو سرفتراک بست
کو ہنوز از نیستی بیرون نجست
محفل رامشگری برہم زدم
زخمہ بر تار رگ عالم زدم
بسکہ ساز فطرتم نادر ونواست
همنشین از نغمہ ام نا آشناست
رم ندیدہ انجم از تابم ہنوز
ہست نا آشفتہ سیمابم ہنوز

اما اقبال همه جا نظر بمعانی بزرگ و لطیف و دقیق داشته چنان فکر او در آن محیط حکمت و در آن بالای آسمان سیر میکرده که همهٔ توجه خود را طرف معانی آسمانی کرده است . این خاصیت در شعر فارسی مخصوص بزرگان تصوف مانند سنائی و عطار و مولانا و عراقی و پیروان آنهاست و اقبال در این زمینه مکمل و اگر درست بخواهید خاتم این پیغمبران معنی آفرین است . اقبال خود این مطلب را با بیان بسیار لطیفی بدینگونه ادا میکند .

ذره ام مهر منیر آن منست (الخ)

وہ قومیں جنکو پیشوائی اور سروری کا مقام حاصل رہا ہے کوشش کریں اور اپنے کھوئے ہوئے مقام کو دوبارہ حاصل کریں۔ اس سے ظاہر ہے کہ اقبال صرف پاکستان یا ایران کا شاعر نہیں بلکہ تمام ملل اسلامی اور انکے بعد مشرق کی تمام قوموں کے لئے مبعوث ہوا ہے۔ اقبال کا یہ پہلو جو ہمارے لئے بڑی اہمیت رکھتا ہے اقبال کے کلام میں مخصوصاً پیام مشرق میں بہت نمایاں ہے۔ اقبال اپنے اس پیغمبرانہ اور ملہمانہ پیغام کو نہایت عالی، فصیح اور شاعرانہ طرز میں بیان کرتا ہے اور اسکا یہ پیغام تمام مسلمانوں کے لئے وصیت نامہ کا حکم رکھتا ہے،،

—— * ——
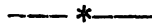
پیش ازین مقام سروری و پیشوائی داشته اند آن مقام از دست رفته را دوباره بدست بیاورند . اینجاست که اقبال تنها شاعر پاکستان یا شاعر ایران نیست بلکه برهمه ملل اسلام و بالا تر از آن برهمه ملل شرق مبعوث شده است و این جنبه بسیار مهم در آثار اقبال و مخصوصاً در پیام مشرق همه جا دیده میشود . گاهی این مقصد رسالت و نبوت و این عقیده حکیمانه خود را با بیان بسیار بلند شیوائی فصیح و شاعرانه ادا میکند که تقریباً حکم وصیت نامهٔ او را بر ای ما مسلمانان جهان دارد .

اقبـال کو۔ نہ صرف اقبـال نے بہت سے افکار اور عقاید (اپنے اردو اور فارسی کلام میں) رومی سے اخذ کئے ھیں بلکہ فارسی صنف شعر میں وہ رومی کے اسقدر قریب پہنچ جاتا ھے کہ اسکو ایک قسم کا معجزہ شمار کرنا چاھئے۔

اسکے بعد استاد سعید نفیسی اقبـال کی مندرجہ ذیل حکایات کی طرف اشارہ کرتے ھیں —

آن شنیدستی کہ در عہد قدیم
گوسفندان در علف زاری مقیم

اور

سید ھجویر مخدوم امم
مرقد او پیر سجزی را حرم

اور چند اشعار نقل کرنے کے بعد فرماتے ھیں کہ :

,,دیکھئے اقبـال اپنے صوفیانہ تصوف سے کتنا بلند نتیجہ اخذ کرتا ھے۔ اقبـال کے فلسفہ کا ایک مبہم پہلو یہ بھی ھے کہ زیردست قوموں کو چاھئے کہ اپنے آپ کو غیروں کے استیلا سے نجات دلائیں۔ مخصوصاً

اردوی خود بیان کرد، بلکہ در شعر فارسی گاھی باندازہای بمولانا نزدیک شدہ کہ این را نوعی از اعجاز باید دانست .

در بیان مقدمہ و شرح و مطلب و نتیجہ گرفتن از داستان و رسیدن بحقایق بلند نیز اقبـال پیرو روش خاص مولاناست .

ملاحظہ میفرمایند نتیجہ ای کہ اقبـال ازین فکر تصوف گرفتہ نتیجہ بسیار عالیست زیرا کہ یکی از مہمترین جنبہ ھای حکمت اقبـال اینست کہ ملل زیر دست باید خود را از استیلای این و آن برھانند و مخصوصاً آنہای کہ

جسے اسلام نے انا اکرما کم عنداللہ اتقاکم — کے لفظوں میں پیش کیا یا رسول اکرم کا قول کہ . . . . بعثت لاتمم مکارم الاخلاق ۔ تصوف کا انتہائی مقصد انسان کے بلند ترین تکامل کا حصول ہے ۔ انکے نزدیک عالی ترین مقام یہ ہے کہ انسان خدا میں فنا ہو جائے. صوفیوں نے قرآن کی آیت اللہ نورالسموات والارض،، (اللہ آسمان اور زمین کانور ہے) کی دلپذیر تعبیریں کی ہیں —

ایک بہت بڑے صوفی نے کہا ہے کہ انسان کو اس مقام پر پہنچنا ہے جہاں اسے سوائے خدا کی ذات کے کچھ نہ دکھائی دے ۔ اسطرح صوفیا ایک قسم کی،، فنا،، کے قایل تھے. اسی فنا کو بعض نے،، خدا میں جذب

قاین بودند همان دستوریست که شریعت مطهر اسلام داده است که ،،ان اکرامکم عنداللهاتقاکم،، و این گفته‌ٔ رسول اکرم است که فرماید ،،انی بعثت لاتمم مکارم الاخلاق،، علت غائی و نتیجه‌ٔ قطعی تصوف رسیدن بحد کمال بشریت است که می توان اصلاح (Perfectionism) را در بارهٔ آن وضع کرد. بزرگان تصوف ایران و پاکستان بفروع دین چندان اهمیت ندادهاند و همهٔ تعلیمات خود را صرف اصول دین کردهاند بهمین جهت توحید و وحدت وجود در نظر شان مهم ترین مقصد و مقصود تصوف است و اصول فلسفه (Monisme) را بحد کمال خود رسانده اند برخلاف فلسفه های دیگر شرق که بیشتر جنبه (Dualism) دارند بالا ترین حد کمال را درین می دانستند که وجود در وجود خدا مستهلک شود و این آیهٔ شریفه ،،اللهنورالسماوات والارض،، را توجیهات بسیار شیرین و بسیار جالب کرده اند. یکی از بزرگان تصوف می فرماید ،رسد آدمی بجائی که بجز خدا نبیند،، بهمین جهت صوفیاٌ ما بیک

اقبال کے کلام میں تصوف

۲۱ اپریل ۱۹۵۶ کو کراچی میں یوم اقبال کے موقع پر اپنے صدارتی خطبہ میں استاد نفیسی نے فرمایا :

* ,, اقبال کی شاعری کا سب سے مہم پہلو اسکا تصوف ہے۔ ہمیں فی‌الحقیقت اقبال کو ایک صوفی شاعر سمجھنا چاہئے اور اس لحاظ سے وہ ایران اور پاکستان کے صوفی شعرا سے مختلف نہیں ۔ گذشتہ ۹۰۰ سال کے عرصہ میں ایران اور پاکستان کے صوفیا نے عام لوگوں تک اپنے خیالات پہنچانے کی غرض سے فارسی زبان اختیار کی۔ صوفیا کی نگاہ میں زرتشتی ،عیسائی ، یہودی سب برابر تھے. وہ ہر فرد کو خدا کا سمبل یا ظل تصور کرتے تھے ۔ انسان اور انسان کے درمیان صرف ایک امتیاز کے قایل تھے

* درمیان جنبه های مختلف آثار اقبال قطعاً جنبه تصوف آن بر جنبه های دیگر برتری دارد. اصلا می توان اقبال را شاعر صوفی دانست و ازین حیث با سرایندگان دیگر تصوف ایران و پاکستان تفاوتی ندارد. بزرگان مشایخ تصوف ایران و پاکستان در نهصد و پنجاه سال پیش عمدا زبان فارسی را برای انتشار عقاید خود در میان عامهٔ مردم اختیار کردند. صوفیه بیش از هر فرقهٔ دیگر از فرق اسلامی توجه بعوام داشته و در ارشاد و هدایت ایشان می کوشیدند و بعیب خداوندان زور و زر اعتنا نمی کردند و حتی در مجالس وعظ و سماع خود تهی دستان را بالا دست توانگران می نشاندند . در نظر شان مسلم و هندو و گبر و ترسا و یهود یکسان بودند و هر موجودی را مظهر خالق می دانستند. تنها امتیازی که درمیان مردم

من کیم تو کیستی؟ عالم کجاست
درمیان ماؤ تو دوری چراست

(میں کون ہوں ،تو کون ہے، اور یہ دنیا کیا ہے .میرے اور تیرے درمیان فاصلہ کیوں ہے)

من چرا در بند تقدیرم بگو
تو نمیری من چرا میرم بگو

(میں کیوں تقدیر کی زنجیر سے بندھا ہوا ہوں تو نہیں مرتامیں کیوں مر جاتا ہوں)

اور اسکے جواب میں کہتا ہے :

زندگی خواهی خودی را پیش کن
چار سو را جذب اندر خویش کن

(تو زندگی چاھتا ہے تو اپنی خودی کی تربیت کر اور چار سو کو اپنے اندر جذب کرلے)

باز بینی من کیم تو کیستی
در جهان چون مردیو چون زیستی

(پھر تو دیکھے گا کہ میں کون اور تو کون ہے اور تونے دنیا میں کیسے زندگی گذاری اور کیسے مرا)

من کیم؟ تو کیستی؟ عالم کجاست
و جای دیگر فرموده است :
زندگی خواهی خودی را پیش کن

ہو جانے،، سے تعبیر کیا ہے - یہ تصور ہندؤوں کے ،،نروانا،، کے تخیل سے کچھ زیادہ مختلف نہیں حکیم سنائی نے کہا ہے کہ اگر تمھیں زندگی کی آرزو ہے تو مرنے سے پہلے مر جاؤ۔

صوفیا کے نزدیک ان مقامات تک سوائے کشف اور شہود کی راہ کے رسائی ممکن نہیں اور اس سفر کا صحیح مسافر وہ ہے جو یکے بعد دیگرے ان مقامات سے گذر کر تکامل روح کے آخری مقام پر پہنچتا ہے۔ اس دلچسپ اور مفید تصور کو جو انسان کی بہترین اور اعلی ترین صفات کو ظاہر کرتا ہے اقبال نے تصور خودی کا نام دیا ہے۔

اسکی فلسفیانہ شاعری کا سب سے پہلا شاہکار اسی لطیف تخیل سے متعلق ہے - اقبال ،،جاوید نامہ،، میں کہتے ہیں :

قسم فنا معتقد بوده اند که برخی از ایشان آنرا فنا فی الله نامیده اند و بی شباهت باصول نروانای هندیان نیست. سنائی می فرماید.

،،بمیر ای دوست پیش از مرگ اگر عمر ابد خواهی،،

این مراحل سلوک در نظر صوفیا جز بکشف و شهود فراهم نمی شود و سالک حقیقی آن کسیت که مراحل کمال را یک بیک بپیماید و بعروج نفس برسد.

اقبال این فلسفه بسیار جالب و مهم را (مقصود از فلسفه عروج نفس است) که قطعا عالی ترین فلسفه انسانی است فلسفه خودی نامیده است و سراسر نخستین شاهکار فلسفی او یعنی اسرار خودی بیان این نکتهٔ بسیار باریک و دقیق است در جاوید نامه می فرماید:

صفات کو مختلف پرندوں کی شکل میں پیش کیا ہے اپنے ارتقا کے سفر میں
بعض پرندے مختلف منزلوں پر رہ جاتے ہیں اور آخر میں پہنچنے والوں کو
تکمیل نصیب ہوتا ہے۔ منطق الطیر اسی صوفیانہ تخیل کا بیان ہے۔

پندرھویں صدی عیسوی کے مشہور ایرانی شاعر فضولی بغدادی نے
اسی خیال کو اپنی نہایت اچھی منثور کتاب مسافرت روح میں بیان کیا
ہے۔ ابوالعلا معری نے اپنے تصنیف الغفران میں اس مضمون کو انتہائی
شاعرانہ بلندیوں تک پہنچا دیا ہے —

یورپ کی زبانوں میں اسی طرز کا بہترین نمونہ اطالوی شاعر دانتہ
کی ڈیوائن کامیڈی ہے۔ انسانی معراج کے بیان کا لطیف ترین اور زیبا ترین نمونہ

فریدالدین عطار هر یک از مرغان را مظهر یکی از صفات بشری قرار داده و
از سفری که بوی کمال میکنند یک یک در راه می مانند و سرانجام بحد
کمال می رسند و کتاب منطق الطیر او بیان شاعرانه بسیار لطیفی از همین
فکرست . فضولی بغدادی شاعر معروف قرن پانزدهم ایران این مضمون را
در رسالهٔ بسیار لطیفی بنثر فارسی بنام ،، سفر نامهٔ روح ،، بیان کرده است .
ابوالعلاءٔ معری در رساله الغفران این مضمون را بحد اعلای شاعرانهٔ خود
رسانیده است.

در ادبیات اروپا نمونه کاملی که ازین بیان حکیمانه داریم و نخست
کمدی الهی دانته شاعر بزرگ ایتالیائی است.

جاوید نامهٔ اقبال که آخرین شاهکار اوست لطیف ترین تعبیرات شاعرانه
را درین زمینه دارد . روح وی در عروج بآسمان با ارواح بزرگان جهان مانند

اقبـال ایران اور پاکستان کے دوسرے بڑے صوفیوں کی طرح اسبات کو قبول کرتا ھے کہ ,,خودی،، کے بعد بیخودی کا مقام ھے - یہ وھی فلسفہ ھے جسکو صوفی جدائی اور فنا کہتے ھیں - پہلا درجہ خودی دوسرا بیخودی ھے - یہ خیال دنیای شعر میں زیبا ترین تصورات میں سے ھے اور اسکے نتیجہ کے طور پر متعدد بڑے بڑے شاھکار وجود میں آئے ھیں —

زر تشتیوں کی مشہور منظوم کتاب ,,ارتای و یراف نامک،، میں روح عالم سفلی سے سفر کرتی ھے اور بلندیوں سے گذر کر تکامل حاصل کرتی ھے۔ ایرانی صوفیوں نے اس خیال کو ایک فلسفہ ارتقا یا معراج روح بیان کیا ھے جسمیں روح ترقی کرتے کرتے خدا کی ذات میں مدغم ھو جاتی ھے عطار اسی تصورکو اپنی مثنوی منطق‌الطیر میں بیان کرتے ھیں۔ عطار نے مختلف انسانی

در نظر اقبـال مانند بزرگان تصوف ایران و پاکستان هر کس که باسرار خودی پی برد باید برموز بیخودی هم آشنا شود و آن همان فلسفه تجرید و فنای صوفیه است . پس مرحله نخستین خودی است و مرحله نهائی بیخودی . عروج نفس یا معراج نفس کـه هـمان وسیله‌ٔ ارتقا برای رسیدن برموز بیخودی است موضوع آخرین شاهکار اقبـال است . . . . . این مضمون یکی از لطیف ترین مضامین شاعرانه است که در سراسر جهان شاهکار های فراوان بوجود آورده است. در تعلیمات زر دشتی ایران منظومهٔ معروفی هست بنام ,,ارتای وبراف نامک،، که روح برای پیمودن مراحل کمال سفری بآسمان میکند و مراحل مختلف پستی را زیر پای گذارد تا باوج کمال برسد . بعدها صوفیهٔ ایران این مضمون را در تصوف بکار برده و ازان نتیجه برای رسیدن بکمال انسانیت و مخوشدن در الوهیت گرفته اند و سنائی منظومه معروف سیرالعبادالی‌المعاد را در همین زمینه سروده

صوفیوں کی تصنیفات مخصوصاً مثنوی مولانا روم ، گلشن راز از شیخ محمود شبستری اور آثار سید علی ھمدانی اور عراقی کا نہایت غور سے مطالعہ کیا ھے ۔

اسرار خودی، رموز بیخودی، جاوید نامہ اور اس کی آخری مثنوی پس چہ باید کرد ای اقوامِ شرق ، کو بیسویں صدی کی مثنوی کا درجہ حاصل ھے ۔ جیسا کہ ان چار مثنویوں کے مطالعہ سے ظاہر ھے فلسفۂ خودی کو قدیم صوفیا ؑ کی طرح صرف فرد تک ھی محدود نہیں کرتا بلکہ تمام اقوام اور ملل مشرق کو اس کے دائرہ میں لے آتا ھے۔ اس طرح اس نے قدیم صوفیوں کے روایتی "انفرادیت" کے تصور کو ایک زندہ اجتماعیت میں بدل دیا ھے اور اس کا بہت مبہم نتیجہ نکلا ھے۔ یعنی مشرق کے لوگوں کے دلوں میں خود اعتمادی پیدا ھورھی ھے ۔

مملکت آزاد پاکستان کا وجود میں آنا بہت حدتک اقبال کی تعلیم کا پھل ھے۔ میرے خیال میں پاکستان اقبال کے صوفیانہ تخیل کا ایک زندہ معجزہ ھے —

صوفیہ مخصوصاً مثنوی مولانا و گلشن راز شیخ محمود شبستری و آثار مخلصه میر سید علی همدانی و فخر الدین عراقی دانسته است. اسرار خودی و رموز بیخودی و جاوید نامه و حتی آخرین اثروی "پس چه باید کرد ای اقوام شرق" را میتوان مثنوی قرن بیستم و گلشن راز قرن بیستم دانست . درین چهار شاهکار خود اسرار خودی و فلسفه کمال پرستی یا (Perfectionism) را منحصر بافراد نکرده بلکه در اقوام و اجتماعات شرق نیز وارد کرده و نتیجه بسیار مهمی که از آن گرفته استقلال و اعتماد بخود ملل شرق است و جای شک نیست که همین تعلیمات اقبال پاکستان مستقل را بوجود آورد و استقلال پاکستان را میتوان از معجزات تصوف و فلسفهٔ اقبال دانست .

اقبال کا جاوید نامہ پیش کرتا ہے اقبال عالم بالا کیطرف سفر میں انسانی دنیا کی عظیم‌الشان شخصیتوں سے ملاقات کرتا ہے جسمیں زرتشت پیغمبر اسلام، مولانا جلال الدین رومی، عارف هندی جہان دوست، سید جمال‌الدین افغانی، سعید حلیم‌پاشا مہدی سودانی، حسین بن حلاج، قرۃالعین شاہ همدان، غنی کشمیری، احمد خان درانی اور حتی زمانہ قدیم کے ”خدا“ بھی شامل ہیں—

اقبال ان بزرگ شخصیتوں سے ملاقات کے دوران میں پیچیدہ اور دقیق اور لطیف فلسفانہ اور عارفانہ نکات کے علاوہ سوشل اور سیاسی مسائل بھی زیر بحث لے آتا ہے۔ اس لئے ہمیں جاوید نامہ کو تصوف کی آخری کتاب کی حیثیت سے قبول کرنا ہوگا ۔ اور اقبال نہ صرف تصوف کے بلند ترین شارعین میں شمار ہوگا بلکہ ماننا پڑیگا کہ وہ ایران اور پاکستان کے صوفیانہ طرز فکر کا آخری بڑا نمائیندہ ہے۔

اقبال کے کلام کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے بڑے بڑے

زردشت ، رسول اکرم و رومی و یک عارف هندی بنام ”جہان دوست“ و سید جمال الدین افغانی سعید حلیم پاشا و مہدی سودانی و حسین بن منصور حلاج و میر سید علی همدانی وغنی کشمیری و نادر شاه و ابدالی و حتی با ارباب انواع قدیم رو برو می شود و او درمکالمه ایکه با هر یک کرده است ، نه تنها مسائل دقیق حکمت و عرفان را طرح میکند بلکه بمسائل اجتماعی نیز می پردازد . بهمین جهت جاوید نامه را می توان آخرین اثر تصوف درین زمینه دانست و اقبال را یکی از راهنمایان بزرگ تصوف بلکه آخرین مرد بزرگ تصوف ایران و پاکستان شمرد .

مطالعه در آثار اقبال می رساند که وی ممارست کامل در آثار بزرگان

بیدل ، غالب ، وغیرہ نے امپرشنزم (Impressionism) طرز کی شاعری کی ترقی میں حصہ لیا ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شعر سے وہ روانی اور سادگی جو صوفیانہ خیالات کے بیان کے لئے لازم ھے رخصت ہوگئی ۔ بیدل کا کلام تو خاص طور پر صرف ان لوگوں کے لئے مخصوص ہوگیا جو فن شاعری کے تمام پہلوؤں اور نکات سے آشنا ھیں ۔

اقبال نے اس طرز بیان کے نقص کو محسوس کیا اور اس نے دوبارہ شاعری کو صوفی مکتب کی مخصوص سادہ بیانی اور روانی عطا کی ۔ اقبال کے پیغام کے مخاطب مشرق کے لوگ اور خاص کر مسلمان ھیں ۔ اقبال کی شاعری نے پہلے اهالی پاکستان کو بیدار کیا اور پھر اهل ایران کے دلوں میں جنبش پیدا کی اور اب اقبال کا اثر ان لوگوں میں بھی پھیل رہا ھے جو فارسی

فغانی، عرفی، فیضی، ظهوری و نظیری طالب آملی و غنی و کلیم و صائب بیدل و غالب امپرسیونسیم را ترقی فوق‌العاده دادند و نتیجه آن این شد که شعر از آن روانی و سادگی که برای فهم مسائل دقیق و لطیف تصوف لازم است افتاد و مخصوصاً در شعر بیدل اختصاص بکسانی پیدا کرد که از جمله رموز شاعری آگاه باشند .

اقبال بهتر از همه متوجه این عیب شده و دوباره شعر را بهمان سادگی و روانی سمبولیسم (Symbolism) بر گرداند زیرا که مخاطب او همه مردم کشور های شرق و اسلام از پیر و جوان و زن مرد و بودند و همین سبب شد که شعر اقبال همه مردم پاکستان و پس ازان مردم ایران را تکان داد و اینک روز بروز نفوذ آن درمیان مردی که فارسی زبان نیست بیشتر می شود ۔.

خالص ادبی نقطه نظر سے دیکھا جائے تو بھی اقبال کا شمار بزرگ ترین صوفی شعراء میں ہوتا ہے اس خیال کے مدنظر کہ ان کے خیالات عام لوگوں کو آسانی سے سمجھ آجائیں صوفی شعرا عموماً سمبل (یا شرحی اشارات) کا استعمال کرتے رہے ہیں ۔ یہ طرز شعر گوئی گیارھویں صدی میں پہلے صوفی شاعر ابو سعید ابوالخیر سے شروع ہوا اور سولھویں صدی کے اوآخر تک معراج پر رہا اور جامی اس مکتب کا آخری بڑا شاعر ہوا ہے۔ اسی مکتب کے ایک بہت بڑے شاعر شمس‌الدین حافظ نے اپنے کلام میں بعض مقامات پر امپرشنزم کی طرز میں شعر کہے ہیں اور اس طرز کو گذر وقت کے ساتھ ہند و پاکستان کے شعرا میں مقبولیت حاصل ہوگئی اور ایران میں یہ طرز شعر ہندی مکتب کے نام سے مشہور ہے۔ برصغیر ہند و پاکستان میں فغانی، عرفی، فیضی، ظہوری، نظیری، طالب، املی، غنی، کلیم، صائب،

از نظر ادبی تصوف اقبال را باید یکی از بزرگترین سرایندگان این فن دانست . صوفیه از آغاز که بشعر گفتن در زبان فارسی آغاز کردند برای اینکه مطالب بسیار دقیق و لطیف خود را در اذهان مردم بهتر و آسانتر وارد کنند سبک سمبولزم (Symbolism) را در شعر اختیار کردند و این روش که از زمان ابو سعید ابوالخیر نخستین شاعر تصوف بزبان فارسی از قرن یازدهم وارد ادبیات ما شد تا پایان قرن شانزدهم در اوج ترقی بود و عبدالرحمن جامی را باید آخرین شاعر بزرگ این سبک دانست.

یکی از بزرگترین شاعران تصوف شمس‌الدین حافظ شیرازی گاه گاهی اصول‌امپرسیونسیم (Impressionism) را در اشعار خود بکار برده است که چون بعدا درمیان شاعران بزرگ فارسی زبان هند و پاکستان رواج کامل یافته درمیان ایرانیان بسبک هندی یا هندوستانی معروف شده‌است. در هند و پاکستان

اور لاهور میں قیام کے دوران میں مجھے موقع ملا که میں اپنی آنکھوں سے اس ماحول اور گردو پیش کے حالات کو دیکھه سکوں جهاں اقبال نے اپنی زندگی کے دن گذارے هیں اور اس مطالعه سے اقبال کا مرتبه میری نگاهوں میں بلند تر هوگیا هے۔ پاکستان آنے سے پهلے بهی میں اقبال کو ایک بهت بلند شخصیت سمجهتا تها لیکن اب جب که میں یهاں سے واپس جارها هوں اس کا مقام میرے لئے پهلے سے بهت بلند هوگیا هے ۔ کیونکه جو معجزانه کام اس نے اس ملک میں انجام دیا هے میں اپنی آنکھوں سے دیکھه چکا هوں ۔

اقبال در آن زیسته است روز بروز این مرد بزرگ را در نظر من بزرگ تر کرد . من پیش از آن که بپاکستان بیایم اقبال را بزرگ میدانستم امروز که از پاکستان می روم او در نظر من بسیار بزرگ تر شده است زیرا خود دیدم وی چگونه درین سر زمین اعجاز کرده است .

زبان نہیں جانتے - دنیا میں بے شمار شاعر ہوئے ہیں - لیکن ان میں سے صرف انہی شعرا کو قابل تمجید اور عظیم المرتبت خیال کیا جاتا ہے جنہوں نے اپنے اپنے زمانے میں ایک نبی، یا ملہم من اللہ کی خدمات انجام دیں ہوں -

نہ فقط انہوں نے عام لوگوں کی تمنیات اور آرزوؤں کی نمائیندگی کی بلکہ ان کی آرزوؤں اور مقاصد کو پورا کرنے کا طریقہ بھی ان کے سامنے پیش کیا - اقبال یقیناً ان عظیم المرتبت انسانوں میں سے ہے اور ہم اسے اگر پیغمبر شاعران یا شاعر پیغمبران کا لقب دیں تو نہایت مناسب اور صحیح ہوگا - ایسے عالی قدر افراد کی حقیقی عظمت اس وقت ہم پر روشن ہوتی ہے جب ہم ان کے ماحول اور ان کے زمانے کے پس منظر کے مدنظر ان کے کلام کا مطالعہ کریں - صرف اسی حالت میں ہم اندازہ لگا سکینگے کہ ان کے ملک اور ان کے ہم وطنوں نے اس کے کلام سے کس قدر فائدہ اٹھایا ہے - سیالکوٹ

در جهان ما شاعران بسیار بوده اند اما در عالم حقیقت تنها کسانی از میان ایشان بزرگ و در خور ستائیشں اند که پیامبر عصر و زمان خود بوده باشند . یعنی نه تنها آرزو های مردم دیار خود را بیان کرده باشند بلکه راه رسیدن بآن آرزو ها را هم نشان داده باشند. قطعا علامه محمد اقبال یکی ازین مردان بزرگست که میتوان او را پیامبر شاعران یا شاعر پیامبران دانست .

برای پی بردن بمقام بلند این گونه سرایندگان بزرگ باید ایشان را در محیط زمان و مکان خود دید تا معلوم شود چه نتیجه از وجود ایشان بهره کشور شان و ملت شان شده است . درین یک ماه و نیم گذشته سفر های متعدد من در پاکستان و مخصوصاً اقامت در سیالکوت و لاهور یعنی محیطی که

کرنے کا حوصلہ نہ ہوا تھا۔ ۱۹۵۳ میں ڈاکٹر خطیبی نے اقبال کی ساری فارسی تصنیفات کا مطالعہ کیا اور اپنے خیالات کا اظہار یوم اقبال کے جلسہ میں فرمایا۔ اس دفعہ یوم اقبال کے پروگرام میں صرف ڈاکٹر خطیبی ھی کی تقریر تھی جسکو حاضرین نے اور ایران کے طول و عرض میں سامعین نے ریڈیو پر سنا۔ اسکے بعد انکی تقریر کا خلاصہ بعض اخبارات اور رسائل میں چھپا اور یونیورسٹی کے ادبی حلقوں میں اقبال کی شاعری پر فنی اعتبار سے گفتگو ہونے لگی۔ خطیبی نے اقبال کے اسٹائل اور نفس مضمون کا بغور مطالعہ کیا اور کسی حد تک ایرانی شعرا سے مقابلہ اور مقایسہ کرنے کی کوشش کی تاکہ ایرانی اھل ادب تاریخی پس منظر کی روشنی میں اقبال کو بہتر پہچان سکیں —

ڈاکٹر خطیبی کی ایرانی ادبی حلقوں میں مقبولیت اور اس کے نظریات کی تاریخی اھمیت کے پیش نظر میں نے انکی انتخاب کردہ غزلیات اور قطعات وغیرہ کو نقل کر دیا ھے تاکہ قارئین پاکستان ایک ایرانی ادیب کے ذوق سے آشنا ہو سکیں۔ چونکہ خطیبی کے مقالات سے اقتباسات زیادہ تر ایک خاص طبقہ کے ادبا کے لئے ھیں اسلئے فارسی اشعار کا ترجمہ کرنیکی ضرورت محسوس نہیں کی گئی —

اقبال اور ڈاکٹر حسین خطیبی

ڈاکٹر حسین خطیبی تہران یونیورسٹی کے ہر دل عزیز پروفیسر اور شیر و خورشید سرخ (ایرانی ریڈ کراس) کے سکریٹری ھیں - خطیبی مرحوم ملک‌الشعرا بہار کے نہایت عزیز شاگرد تھے اور اب تہران یونیورسٹی میں اسی پوسٹ پر کام کر رھے ھیں جو بہار کے وفات سے خالی ہوئی - دوسرے لفظوں میں وہ ''سبک شناسی'' یا فن تنقید و سخن سنجی کی تدریس میں مشغول ھیں - خطیبی کا ذوق شعر اور حافظہ حیرت انگیز ھے انکو ھزارھا چیدہ چیدہ اشعار اور مختصر قطعات یا رباعیات کے علاوہ قدما اور متوسطین کے سینکڑوں مفصل قصائد اول سے آخر تک حفظ ھیں - اور جب وہ ان طویل قصائد کو اپنی مخصوص تحت اللفظ طرز میں پڑھتے ھیں تو ایسا معلوم ھوتا ھے کہ اشعار آسمان سے ان پر نازل ھو رھے ھیں —

میری جس ایرانی ادیب سے سب سے پہلے ایران میں ملاقات ہوئی ڈاکٹر خطیبی ھیں اور بعد میں جب کبھی مرحوم ملک‌الشعرا سے بعض ادبی موضوعات پر راھنمائی چاھی تو انھوں نے ھمیشہ ڈاکٹر خطیبی کا نام لیا - مجھکو یہ فخر ھے کہ سب سے پہلی تقریر اور سب سے پہلا مقالہ جو بہار کی شاعری پر ڈاکٹر خطیبی نے لکھا وہ میرے لگاتار اصرار کا نتیجہ تھا اور اس امر کا ذکر خاص طور پر انھوں نے اپنے مقالہ میں کیا ھے —

اقبال کے متعلق رسمی اور سطحی قسم کی تقریریں اور مقالات تو ایران میں عام ھونے لگے تھے مگر کسی ایرانی کو اقبال کا باقاعدہ مطالعہ

فارسی کے لحاظ سے (جیسا کہ ہم ایرانی اس زبان کو سمجھتے اور پڑھتے ہیں) اعتراض کیا جا سکے —

آقائی خطیبی لکھتے ہیں :—

اقبال کے اشعار کا اسٹائل لفظی لحاظ سے سبک ہندی کے شعرا کی مانند زبان کی مخصوص ترکیبوں لفظوں اور دقیق مضامین پر مبنی نہیں بلکہ ایران کے قدیم شعرا کے کلام سے شباہت رکھتا ہے۔ الفاظ کے استعمال کے لحاظ سے اسکی شاعرانہ روش مشہور خراسانی اور عراقی روش کے نزدیک ہے لیکن بلحاظ معنی، وسعت فکر اور باریک بینی اس کا کلام ایک سمندر کے مانند ہے اور اگر چاہوں کہ مختصر الفاظ کی مدد سے جو میرے محدود اختیار میں ہیں اسکے متعلق کچھ بیان کروں تو رومی کا یہ مشہور شعر یاد آتا ہے —

گر بریزی بحر را در کوزہ ای

چند گنجد قسمت یکروزہ ای

مورد ایراد قرار داد اگر نگویم وجود ندارد باید اقرار کنم آنقدر کم است کہ میتوان گفت نیست .

پایۂ اشعار مرحوم اقبال از جنبۂ لفظی بخلاف تمام شعر ای کہ بعد از دورۂ سبک معروف بہندی در خارج از ایران شعر گفتہ اند بر ترکیبات و الفاظ و افکار و معانی این سبک متکی نیست بلکہ چون در آثار شعرای قدیم ایران ، روش او در شاعری از جنبۂ لفظی بسبک ہای معروف بخراسانی و عراقی قدیم نزدیک تر است اما از جنبۂ معنی و وسعت فکر و دقت نظر آثار او بمنزلۂ دریائی است کہ اگر خواستہ باشم آنرا بمدد الفاظ مختصر و نارسائی کہ باختیار من است بیان کنم و شرح دہم بیت معروف مولوی را بخاطر می آورد کہ : گر بریزی بحر را در کوزہ ای (الخ)

(اقتباس از مقدمہ ,, رومی عصر،،)

,, ... اس عظیم‌الشان پاکستانی شاعر اقبال لاهوری (جس نے هم فارسی زبانوں پر اتنا بڑا احسان کیا هے) کے متعلق سوائے اسکے نام کے میں نے کچھ نہیں سنا تھا ۔ اور میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ ان مشکلات کے هوتے هوئے جو فارسی زبان کی ترقی کے راستے میں حائل تھیں اس ملک میں اتنا بلند طبع اور پر مغز شاعر پیدا هو سکتا هے ۔ ایسا شاعر جسکی نظیر آخری چند صدیوں میں ایران سے باهر یقیناً نہیں ملتی ۔ اور جب مجھے یہ معلوم هوا کہ اقبال نے با این همه تصنیفات کے جو اس نے فصیح فارسی زبان میں یادگار چھوڑی هیں زبان فارسی فقط کتابیں پڑھکر سیکھی، تو مجھے نہایت تعجب هوا ۔ میں نے اقبال کی تمام تصنیفات کا غور سے مطالعہ کیا هے اور میں نے دیکھا هے کہ اسکے تمام اشعار میں کوئی ایسی ترکیب یا لفظ نہیں پایا جاتا جس پر زبان

,, ... من از این شاعر بزرگوار پاکستانی مرحوم اقبال لاهوری که این همه حق بگردن ما فارسی زبانان دارد جز نام چیزی نشنیده بودم و هرگز تصور نمیکردم باهمه موانعی که در راه پیشرفت زبان فارسی ایجاد شده است این کشور بتواند چنین شاعر پرمایه بلند طبعی را بوجود آورد که بطور یقین میتوان گفت نظیر او در قرون اخیر بین شعرای فارسی زبان خارج از ایران دیده نمیشود و بیشتر موجب تعجب شد وقتی دانستم کو مرحوم اقبال با اینهمه آثار فصیح که بزبان فارسی از خود برجای گذاشته این زبان را فقط بدرس خوانده و تمام آثار این شاعر را بدقت مورد مطالعه و امعان نظر فاتر قرار دادم و دیدم که در سراسر اشعار او لفظی یا ترکیبی که بتوان از نظر فارسی آنطور که ما ایرانیان این زبان را می دانیم و می خوانیم

اقبال کو گرچہ اہل زبان سے میل ملاپ اور مصاحبت کا موقع نہ ملا لیکن مطالعہ اور تتبع سے اس نے زبان فارسی میں ایسی مہارت پیدا کرلی کہ دقیق تریں عرفانی افکار اور مشکل ترین فلسفی و علمی اور اخلاق معانی کو فارسی زبان کی فصیح ترین ترکیبات اور کامل ترین الفاظ میں آسانی اور روانی سے بیان کرجاتا ہے - اور مبہم مضامین و سست الفاظ اور نا درست کلمات کے استعمال سے پرہیز کرتا ہے اور چند ایک استثنا' سے قطع نظر اس نے اپنے سٹائل کو لفظی حیثیت سے بھی قدیم فارسی کی بنیاد پر مستحکم طور پر قائم کیا ہے اور مضامین اور زبان کی مشکلات کے باوجود خوب نباھا ہے - اس کے اشعار میں کوئی لفظ یا ترکیب یا طرز استعمال نہیں پائی جاتی جس پر اصول اور قواعد زبان فارسی کے لحاظ سے اعتراض کیا جاسکے -

---

مرحوم اقبال با آنکه زبان فارسی را بدرس خوانده و در طول عمر بر ثمر خویش فرصت آنکه با اهل این زبان معاشرت داشته باشد نیافته بود بر اثر همین ممارست و تتبع چنان در زبان فارسی مهارت یافت که توانست دقیقترین افکار عرفانی و مشکل ترین معانی فلسفی و علمی و اخلاقی را در قالب فصیح ترین الفاظ و کاملترین ترکیبات زبان فارسی بریزد و بآسانی و روانی بیان کند و نه تنها از ایراد مضامین دشوار و لغات سست و کلمات نادرست احتراز جوید بلکه باستثنای مواردی معدود از جنبه لفظی هم سبک خود را بهمان پایه اشعار قدیم فارسی استوار سازد و نگاه دارد و با کمال استادی از مضامین سخن و دشواریهای کلام بیرون آید و در اشعار لفظی یا ترکیبی یا نحوه استعمالی که از نظر اصول قواعد زبان فارسی بتوان آنرا مورد و انتقاد قرار داد تقریباً دیده نشود .

اقتباس از مقاله بعنوان ,,سبک اقبال،،
اقبال کا سٹائیل یا طرز بیان

اس عنوان کے تحت ڈاکٹر خطیبی فرماتے ہیں: -

*اگر ہم چاہیں کہ اقبال لاہوری کے سٹائیل کو چند الفاظ میں بیان کریں تو کہیں گے اس شاعر کا ایک اپنا مخصوص سٹائیل ہے جس کو ,,سبک اقبال،، (طرز اقبال) کا نام دینا مناسب ہوگا۔ اقبال نے عام توقع کے خلاف سبک ہندی کی طرف بہت کم توجہہ دی ہے اور بہت کم اس سٹائیل کا تتبع اور پیروی کی ہے۔ اقبال نے اس کی بجائے ایران کے قدیم شعرا مثلا منوچہری، ناصر خسرو، سنائی، عطار، رومی، سعدی، حافظ، جامی کا گہرا مطالعہ اور پیروی کی ہے اور اپنے شعر میں زیادہ تر انہی شعرا کی روش کو استعمال کیا ہے اور اپنے مخصوص سٹائیل کی حدود کے پیش نظر اس قدیم فارسی شاعری کی طرز کو محفوظ رکھا ہے۔

سبک اقبال

* اگر خواسته باشیم سبک اشعار علامه محمد اقبال لاهوری را در چند کلمه خلاصه کنیم باید بگوئیم این شاعر سبکی مخصوص بخود داشت که شاید مناسب باشد آنرا بنام ,,سبک اقبال،، بخوانیم . اقبال بعکس آنچه ممکنست در بادی امر تصور شود کمتر بسبک هندی متوجه بوده و از آن اقتباس و پیروی کرده است بلکه با مطالع و تتبع عمیق در اشعار شعرای قدیم ایران از قبیل منوچهری و ناصر خسرو و سنائی و عطار و مولوی و سعدی و حافظ و جامی بیشتر روش آنانرا در شعر و شاعری بکار می بست و حدود سبک خود را بهمان پایه اسالیب قدیم شعر فارسی نگاه میداشت .

اقبال کی توجہ زیادہ تر افکار و معانی پر ہے اور الفاظ کو صرف اسی حد تک اہمیت دیتا ہے کہ اس کے دقیق اور عمیق معانی و مطالب کا اظہار کرسکیں وہ لفظی اور شعری صنعتوں اور تکلفات سے (جو عموماً کم‌مایہ شعرا اپنے افکار اور معانی کی سستی کی تلافی کیلئے کام میں لاتے ہیں) بالکل بے پروا ہے کیونکہ اس کی عروس افکار سادہ اور صریح الفاظ میں زیادہ خوبصورت اور کامل تر معلوم دیتی ہے ۔ اقبال شعر کی مختلف اقسام میں پوری مہارت رکھتا ہے ۔ فن شعر میں اس نے کچھہ تبدیلیاں بھی کی ہیں اور فنی لحاظ سے بھی مجموعی طور پر اس کو اس درجہ کا کامل اور جامع شاعر سمجھا جاسکتا ہے جس کی نظیر ایران سے باہر کے فارسی گو شعرا میں کئی آخری دوروں میں نہیں دیکھی گئی ۔

(نشریہ انجمن روابط فرہنگی ایران و پاکستان تہران)

اقبال در شاعری بیشتر متوجه معانی و افکار است و بلفظ همانقدر ارزش میدهد که وسیله ای برای ابراز معانی و مفاهیم دقیق و عمیق او باشد خارج از این حدود به پیرایه های لفظی و صنایع شعری و تکلفاتی که معمولا شاعران و نویسندگان کم مایه در اشعار خویش بکار می بندند تا سستی افکار و نقص معانی خود را باین طریق جبران کنند بکلی بی اعتناست زیرا عروس افکارش در لباس ساده عبارت زیبا تر تمامتر جلوه می کند .

بعضی تصرفات هم در نوع شعر کرده است و رویهمرفته میتوان از این حیث نیز اقبال را شاعری تمام و جامع و کامل دانست که نظیر او درمیان شعر ای پارسی گوی خارج از ایران در ادوار اخیر دبیده نشده است.

اقبـــال کی شاعری

کسی شاعر کی اهمیت اور اسکا مقام اس وقت معلوم هو سکتا هے جب هم اسکا اسکے زمانے کے اور هم عصر شاعروں سے مقابله کریں اور پھر اسکے ماقبل اور بعد کے دوروں میں شعر کے تحول کا مطالعه کریں اور اسے جانچیں اور مجموعی طور پر ان باتوں اور باریکیوں کے مد نظر اس شاعر کے متعلق اظہار نظر کریں اور فیصله دیں —

محمد اقبـال لاهوری کے متعلق اگر همارا مقصد صحیح اور دقیق فیصله کرنا هو تو ضروری هے که اسی طریق سے شعر فارسی میں تحول کی تاریخ کا ایران اور ایران سے باهر مطالعه کریں اور مختلف دوروں میں شعر کی لفظی اور معنوی خصوصیتوں سے واقفیت حاصل کر کے انکا اپس میں

؂ارزش و مقام شاعر موقعی معلوم میشود که نخست او را در زمان خود و با شاعران هم عصرش مقایسه کنیم و سپس دورهٔ قبل و بعد از او را نیز از نظر تحولات شعری مورد مطالعه قرار دهیم و با توجه بمجموع این نکات و دقایق دربارهٔ آن شاعر نظری اظهار بداریم و تضاوتی بکنیم .

در مورد استاد محمد اقبـال لاهوری نیز اگر خواسته باشیم و سخن ما مقرون بصحت و دقت باشد باید بهمین کیفیت تاریخ تطور شعر فارسی را در ایران و خارج از ایران مطالعه کرده و مختصات لفظی و معنوی شعر را در هر یک از این او را بدانیم و باهم مقایسه کنیم تا بدورهٔ اقبـال و شعر او

---

۱ ـــمتن خطابه ایست که در جشن اقبـال در سفارت کبرای پاکستان ابراد شد .

جگہ دلائے گا اور وسعت فکر اور کمال معنوی کے لحاظ سے (جسمیں شاعر کے ھنر کو بیشتر جستجو کرنا چاھئے) اسکو بطور مطلق فارسی گو شعرا کے درمیان بہت بلند مقام اور درجہ مل جائیگا۔ جب میں نے ابھی دقت اور انتقاد کی نظر سے اقبال کا مطالعہ نہیں کیا تھا اسکے متعلق بعض باتوں یا نظریات کو جو اسکی تعریف میں دوسروں کی زبان سے سنتا تھا مبالغہ یا محض رسمی کلمے (جو ایسی محافل میں معمولاً کہے جاتے ھیں) خیال کرتا تھا۔ لیکن جب سے میں نے اقبال کے اشعار کا اچھی طرح مطالعہ اور تحقیق کی تو میں نے محسوس کیا کہ جو کچھ اس کے متعلق پہلے سے سنا ھے قطعاً مبالغہ نہیں تھا —

میں نے دیکھا کہ اقبال مختلف انواع شاعری کے فنون میں ماھر ھے وہ قدیم اسلوب شعر فارسی کو خوب سمجھتا ھے اور اس سے اقتباس کرتا ھے اور اسکے ساتھ ھی وہ ایک نئی طرز کا موجد اور بانی ھے۔ شعر

هستیم، بمراتب بیش از آن خواهد شد که اکنون هست و یقیناً این سنجش و مقایسه او را از نظر شعر و شاعری در ردیف چند شاعر طراز اول پارسی گوی خارج از ایران جای خواهد داد و از نظر وسعت و کمال معنی که بیشتر هنر شاعر را در آن باید جست ویرا درمیان شعر ای پارسی زبان بطور مطلق نیز مقام و موقعی بس ارجمند خواهد نهاد.

این بندهٔ خود پیش از آنکه با نظر دقت و انتقاد آثار این شاعر را بخواند و بداند، قسمتی از آنچه را در حق او از زبان دیگران می شنید علی‌الرسم مبالغهٔ درستایش و از نوع سخنانی می پنداشت که معمولا در این قبیل مجالس گفته میشود. لکن از زمانی که خود بر اثر تتبع و تحقیق خوب با آثار اقبال آشنا شدم از آنچه پیش از آن در حق او شنیده بودم کمتر سخنی را مبالغه

مقابلہ کریں اور اس ترتیب سے اقبال کے زمانے اور اسکے شعر تک رسائی حاصل کریں - پھر ہمیں اسکے کلام پر دو مختلف پہلوؤں سے نظر ڈالنا ہوگا - پہلے ہم دیکھیں گے استعمال لفظ اور اس مہارت کے لحاظ سے جو اس استاد شاعر کو کلمات سے انتخاب اور ترکیبوں کی ساخت اور کلام میں ظاہری حسن پیدا کرنے میں حاصل ہیں - اس کے بعد معنوی لحاظ سے ہم دیکھیں کہ شاعر نے مضامین تلاش کرنے اور انکو مناسب الفاظ کے سانچے میں ڈھالنے میں کتنی توجہ دی ہے —

اگر اقبال کے کلام کو اسی قوت فکر ، جودت طبع ، صفائی قریحہ و ذوق اور دائرہ خیال کی وسعت ، اسکی جدت تخیل اور تقلید و تتبع کرنے میں مہارت کو مد نظر رکھتے ہوئے دقیق امتحان کے ترازو پر تولیں، تو اسکا مقام اور مرتبہ ہم فارسی زبانوں کی نظر میں (جو اس زبان کے قیمتی اور گراں بہار آثار کے حقیقی وارث ہیں) اسکے موجودہ مقام سے بدرجہا بلند ہو جائیگا - اور بہ امتحان اور مطالعہ شعر و شاعری کے لحاظ سے اسکو ایران کے باہر کے طراز اول کے معدودے چند فارسی گو شاعروں کی صف میں

برسیم - آنگاه در آثار وی از دو جنبهٔ مختلف نظر کنیم یکی از جهت لفظ و مهارتی که این سخن سرای استاد در انتخاب کلمات ساختن ترکیبات و آرایش ظاهر کلام داشته ، و دیگر از نظر معنی و دقتی که در یافتن مضامین و ریختن آن بقالب الفاظ مناسب بکار برده است با توجه بقدرت فکر و جودت ذهن و صفای قریحه و وسعت دایرهٔ خیال و همچنین حد ابتکار و تقلید او در هر یک از این دو جنبهٔ مختلف ، و یقین است که اگر آثار اقبال را باین طریق در ترازوی دقیق امتحان و اختیار بسنجیم مقام و مرتبت او در پیش چشم ما فارسی زبانان که وارث حقیقی آثار پرارزش و گرانبهای این زبان

قائم تھی لیکن صفوی دورہ کے بعد یہ طرز شعر رو بانحطاط تھی اور یہ انحطاط ایران سے باہر کے فارسی گو شعرا کے کلام میں زیادہ نمایاں ہے۔ ایران میں اگر بڑے بڑے شاعر قدیم اسلوب شعر مخصوصاً عراقی طرز شاعری کو دوبارہ رواج دینے کی طرف توجہ نہ کرتے اور ہندی اسٹائل جوں کا توں جاری رہتا تو ایران میں بھی یہ انحطاط اور ابتذال زیادہ نمایاں ہوتا ـــ

دسویں صدی بلکہ گیارھویں صدی کے کچھ حصہ میں نسبتاً قیمتی اور گراں بہا تصنیفات شعری وجود میں آئیں اور بعض صاحب طبع شعرا نے اس طرز میں ایسے شعر کہے ھیں جنکو بہترین فارسی اشعار کا ایک جز شمار کیا جا سکتا ہے۔ لیکن شاعروں کی اس کوشش کا کہ نئے نئے مضامین اور جدید معانی پیدا کئے جائیں یہ نتیجہ ھوا کہ تخیل محض اور اغراق کے دائرے نے وسعت پیدا کر لی اور شعر فارسی ایک ایسی

بسبکہ ھندی تعبیر میشود ــ ھر چند در ابتدای کار بر پایہ و اساس صحیحی استوار بود لیکن بتدریج بعد از دورہ صفویہ راہ انحطاط در پیش گرفت و این انحطاط درمیان شعرای پارسی گوی خارج از ایران بیشتر پدیدار گشت .

در ایران هم اگر کوشش شعرای بزرگ ببازگشت اسالیب قدیم و بخصوص سبک عراقی معطوف نمی شد و دنبالهٔ سبک ھندی بهمان صورت کہ پیش میرفت ادامہ مییافت یقیناً آثار این انحطاط و ابتذال محسوس تر میگشت زیرا سبک ھندی ھر چند ــ چنانکہ گذشت ــ تا قرن دهم و قسمتی از قرن یازدهم آثار نسبتہ پر ارزشی بوجود آورد و شعرای صاحب طبعی بدین سبک شعر گفتند کہ آثار شان را میتوان در شمار یک قسمت از بهترین اشعار زبان فارسی بحساب آورد لیکن میل زیاد شاعران با بداع مضامین جدید

فارسی کی بعض قسموں اور فنون کے لحاظ سے جو اقبال نے استعمال کئے ھیں ایران سے باھر کے ممالک میں اسکا وھی مقام و مرتبہ ھے جو صفوی دور کے بعد ،،ادبی بازگذشت،، کے علمبردار شعرا کا ھے۔ اقبال کے کلام کا تتبع اور مطالعہ کرنے سے یہ امر مجھپر ثابت ھو گیا کہ اس شاعر کو معروف سبک ھندی (ھندی اسٹائل) کی شاعری میں وھی عیب اور سستی نظر آئی جو دورہ صفویہ کے بعد ایران کے شعرا نے محسوس کی اور جسکا نتیجہ یہ ھوا کہ اسٹائل میں تبدیلی آگئی اور قدیم اسلوب شاعری نے دو بارہ رواج حاصل کیا —

میرا خیال ھےکہ اسکے متعلق مختصر سی تشریح کی ضرورت ھوگی :—

نویں صدی (ھجری) کے بعد فارسی شاعری (جسکو بعض وجوھات کی بنا پر سبک ھندی کہا جاتا ھے) کی بنیاد ابتدا میں صحیح پائے پر

آمیز یافتم چنانکه نتوان آنرا بطریقی توجیه و تفسیر نمود، زیرا اقبال را شاعری دیدم در انواع مختلف شعر متفنن هم متوجه با سالیب کهن شعر فارسی و مقتبس از آن و هم در حد خود مبتکر طریقه ای جدید در بعضی از اقسام و فنون شعر و در بین شعرای فارسی زبان خارج از ایران دارای همان مقام و مرتبت که شعرای دورهٔ باز گشت ادبی بعد از صفویه در ایران داشته اند زیرا مطالعه و تتبع در آثار او برمن ثابت کرد که این شاعر در سبک معروف بهندی همان معایب و سستی ها را دیده و یافته است که بعد از دورهٔ صفویه توجه شعرای ایران را بخود جلب کرده و منجر بتغییر سبک و باز گشت اسالیب قدیم شده است.

در این باره گمان میرود مختصر توضیحی لازم باشد:

می دانیم سبک شعر فارسی از قرن نهم ببعد —که از آن بعلل و جهاتی

آسان راسته اختیار کر لیا اور انھوں نے شعر فارسی کا دروازہ اس قسم کی غیر صحیح اور سست ترکیبوں کے لئے کھلا چھوڑ دیا —

اسی سبب سے ہندی طرز کی شاعری آہستہ آہستہ انحطاط اور ابتذال کے راستہ پر جانے لگی۔ —

بہر حال ایران میں صاحب ذوق شعرا نے اس طرز کے نقص کی طرف توجہ کی اور اگرچہ انکی کوشش کوئی جدید اسٹائل پیدا کرنے میں کامیاب نہ ہوئی لیکن اسکا یہ فائدہ ضرور ہوا کہ شعر فارسی اپنے قدیم اور ہموار راستے پر پھر واپس آگیا۔ اور دورۂ بعد کے معروف شاعروں کو موقع مل گیا کہ قدیم طرز میں بعض تصرفات کرکے اور کچھ نئی باتیں پیدا کرکے قدیم طرز شاعری کو از سر نو زندہ کریں —

لیکن ایران سے باہر سبک ہندی اپنی اسی روش پر قائم رہا اور اسی وجہ سے گذشتہ سو دو سو سال کے عرصہ میں دیگر ممالک کے شعرا

ہمین راہ سہل و سادہ را در پیش بگیرد و عرصۂ شعر فارسی را برای ورود اینگونہ لغات و ترکیبات نادرست و سست باز بگذارد .

این مقدمات موجب آمد کہ سبک ہندی اندک اندک در سراشیب انحطاط و ابتذال بیفتد منتہی در ایران شعر ای صاحب قریحہ زود متوجہ این نقصیہ شدند و ہر چند کوشش آنہا بایجاد سبک جدیدی نیانجامید لیکن این فایدہ را داشت کہ شعر فارسی را بجادۂ ہموار قدیم خود باز گرد اند و فرصت آن داد کہ در دورۂ بعد شعرای معروف با تصرفات و ابتکاراتی سبک ہای قدیم شعر را از نو احیا کنند . اما خارج از سر حدات ایران سبک ہندی ہمان طرق را کہ در پیش گرفتہ بود ادامہ داد و بہمین علت ہم در یکی دو قرن

صورت میں ظاہر ہونے لگا جو غیر قدرتی اور بہت زیادہ پر تکلف اور عقل اور فہم کی حد سے باہر تھی اور اسی وجہ سے سست اور کم اہمیت مضامین فارسی شاعری میں داخل ہو گئے۔ اسکا دوسرا اثر یہ ہوا کہ مبہم تشبیہیں، کنائے، استعارے جو ذہنی کیفیات سے دور اور دشوار تھے پیدا ہو گئے۔ اور اپنے ہنر شاعری کے اظہار کے لئے شاعر ہر قسم کے استعارے، تشبیہ اور کنائے کو جائز خیال کرنے لگے۔

تیسری بات یہ تھی کہ الفاظ کے استعمال کی حدیں وسیع تر ہو گئیں اور پرانے شاعروں کی روش کے بر عکس یہ شاعر اپنے آپ کو کسی قید اور شرط کا پابند نہیں سمجھتے تھے۔ اور اپنے اشعار میں وہ عامیانہ اور مبتذل الفاظ کو فارسی زبان کے اصیل اور فصیح الفاظ کے دوش بدوش (جو صدیوں سے بلند طبع خراسانی اور عراق طرز کے شعرا کے ہاں مستعمل رہے) استعمال کرنے لگے۔ اور نئی ترکیبیں بنانے میں بھی انھوں نے یہی

و یافتن معانی نو موجب آمد که بتدریج اولا دائیرهٔ تخیل و اغراق درشعر فارسی وسعت پیدا کند و بصورتی بسیار متکلف و خارج از حد طبیعت و بیرون از دایرهٔ عقل و فهم بکشد و در نتیجه مضامین سست و کم ارزش در شعر فارسی راه پیدا بکند. ثانیا تشبیهات مبهم و کنایات و استعارات دور از ذهن و دشوار بوجود آید و شاعر برای ابراز هنرایراد هر گونه تشبیهه و استعاره و کنایا ای را در شعر جایز بداند. ثالثا بهمین علت حدود استعمال الفاظ وسعت یا بد و شاعر در انتخاب و استعمال کلمات درست بعکس شعرای قدیم خود را مقید بهیچگونه قید و شرطی نداند و در ضمن کلام الفاظ عامیانه و مبتذل را با کلمات اصیل و فصیح زبان فارسی — که قرن ها مورد استعمال شعرای بلند طبع خراسانی و عراق بوده است. یک رشته بکشدو در ترکیب سازی نیز

کہ ممکن ہے کہ اس وسیع ملک میں زبان فارسی اپنا قدیمی مقام اور مرتبہ دوبارہ حاصل کر لے۔

غزل سرائی اقبال

میں اس مقالہ میں اقبال کے کلام پر ہندی، عراقی اور خراسانی طرز کے کلام کے اثر پر بحث کروں گا اور اپنے نظریات کو اسکی غزلیات سے چند نمونے نقل کر کے ثابت کروں گا۔

ہندی طرز شاعری کا جو تھوڑا بہت اثر اقبال کے بعض مضامین اور افکار میں اور کہیں کہیں اسکی غزلیات ، مثنوی اور دیگر اشعار میں نظر آتا ہے اور اسکے متعلق مشکل ہی سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ سبک ہندی ہے۔ اسکے علاوہ بعض ترکیبیں اور اصطلاحیں ہیں جو ہمارے

دیگر از سخن سرایان فارسی زبان را بسر خوان بیدریغ خویش مہمان کند و در امان مہر و عطوفت خود بپرورد .

غزل سرائی اقبـال

در این خطابه آثار اقبـال را از نظر تاثیری که سبک هندی سبک های عراقی و خراسانی در آن داشته است مورد بحث و امعان نظر قرار میدهیم و مدعای خود را با شواهدی چند که از غزلیات او انتخاب شده است ثابت می کنیم .

از سبک هندی اثری که در اشعار اقبـال دیده میشود یکی گاه گاه مضامین و افکاری است که در ضمن غزل و مثنوی ها و سایر آثار او مشاهده

(بر خلاف دوره هائے قبل) قابل ارزش اور قابل توجه کلام پیش نہیں کر سکے —

اس دوران میں فقط علامه محمد اقبال لاهوری هے جس نے فارسی شاعری کے نیم مرده چراغ کو اپنے ملک میں از سر نو روشن کیا اور اس نے اس آسمانی نور اور جاویدان فروغ سے نه صرف اپنے وطن پاکستان کو بلکه زبان فارسی کے اصلی گہوارے یعنی ملک ایران کو بهی روشنی دی هے - اور اسنے ایرانیوں کی آنکھوں کو (جو حسرت اور اندوه سے هندوستان میں فارسی ادب کی شمع فروزان کو بجها هوا اور تاریکی میں دیکھ رهی تهیں) روشنی بخشی هے اور اسنے ایرانیوں کے دل میں یه امید پیدا کر دی هے

اخیر شعرای پارسی گوی کشور های دیگر بخلاف دوره های قبل نتوانستند آثار نسبه با ارزش و قابل توجهی داشته و باید گفت که تنها در این میان استاد محمد اقبـال لاهوری بود که توانست چراغ نیم مردهٔ شعر فارسی را در کشور خود از نو بر افروزد و از فروغ جاودانی و نور آسمانی آن نه تنها کشور پاکستان وطن خود را منور سازد بلکه از دور دور لمعه ای و فروغی بس تابناک بکشور ایران مهد زبان پارسی نیز بتابد و چشم ایرانیان را که با حسرت و اندوه نگران خاموشی و تیرگی شمع فروزان شعر و ادب پارسی در هندوستان بودند روشن کند و آنان را امیدوار و مطمئن سازد که ممکن است بار دیگر در این کشور پهناور زبان فارسی مقام و موقع دیرین خود را بدست آورد و باز هم سر زمین هنر دوست و ادب پرور هندوستان و پاکستان شعرای مانند مسعود سعد سلمان و امیر خسرو و امیر حسن و صائب و کلیم و عرفی و فیضی و بسیاری

مجموعی طور پر اگر دیکھا جائے تو طرز اور ترکیب کی کیفیت کے لحاظ سے اقبال کا کلام چھٹی، ساتویں اور آٹھویں هجری کے فارسی شعر کی (یعنی عراقی طرز) کی تقلید ہے ۔ اور معنی اور تفکر کے لحاظ سے (ان مواقع کو چھوڑ کر جہاں جلال‌الدین محمد مولوی سے اثر پذیر ہے اور اسکی پیروی اور تقلید کرتا ہے) اسکا کلام اسکا اپنا طبع زاد اور آزاد ہے —

اقبال نے اپنی مثنوی زیادہ تر رومی کی طرز میں اور اسی وزن میں لکھی ہے اور اپنے دوسرے کلام میں جسمیں غزلیں بھی شامل ہیں (اور جس کے متعلق هم جدا گانه اظہار نظر کریں گے) دوسرے شعرا کی نسبت اسکی توجه رومی پر متمرکز رهی ہے ۔

مثنوی سرائی میں رومی کے بعد اسکی توجه شیخ محمود شبستری کی طرف ہے اور مثنوی گلشن راز جدید کو اس نے اسی شاعر کی روش پر

بطور کلی شعر اقبـال از نظر اسلوب و کیفیت و ترکیب کلام تقلیدی است از سبک قرن ششم و هفتم و هشتم هجری در شعر فارسی ، یعنی دورهٔ سبک عراقی ، و از نظر معنی و فکر، جز در مواردی که تحت تاثیر افکار جلال الدین محمد مولوی قرار میگیرد و از او کاملا و تقلید میکند، در سائر موارد استقلال و ابتکار دارد .

اقبـال بیشترمثنوی های خود را بروش مثنوی مولوی و باهمان سبک و وزن سروده است و در سایر آثار خود و از جمله در غزلیات هم — چنانکه خواهد آمد — باشعار مولوی بیش از شعرای دیگر توجه داشته .

بعد از مولوی در مثنوی سرائی بشیخ محمود سبستری توجه داشته و

ھاں کی مستعمل فارسی سے مختلف ھیں ۔ اور انھیں ھم سبک ھندی کی باقی ماندہ اصطلاحات و ترکیبات کا حصہ خیال کر سکتے ھیں اور بعض کو وہ اصطلاحات اور الفاظ شمار کر سکتے ھیں جو مخصوصاً ھندوستان اور پاکستان میں استعمال ھوتے رھے ھیں ۔ اور غالباً اسی قسم کے بعض الفاظ ھیں جو ھمیں کہیں کہیں اقبال کی غزلیات اور دیگر کلام میں ملتے ھیں در حقیقت یہی الفاظ وغیرہ ھیں جو اسکے کلام کو کسی حد تک عراق طرز کی قدیم شاعری سے جدا کرتے ھیں —

ان دو حالتوں کے علاوہ اقبال کے اشعار اس اسٹائل کا نمونہ ھیں جسکی طرف اسکی پوری توجہ تھی اور جس کی اسنے تقلید کی ھے ۔ اس اسٹائل میں سب سے پہلے طرز عراقی اور دوسرے درجے پر طرز خراسانی کا نام لینا چاھئے ۔

میکنیم که تا اندازه ای — آنهم نه با دشواری و تکلف — بسبک هندی نزدیک میگردد و دیگر بعضی از اصطلاحات و ترکیبات که با اصطلاحات و ترکیبات زبان فارسی مستعمل درمیان ما تفاوت است و میتوان قسمتی از آن را باقیمانده اصطلاحات و ترکیبات سبک هندی و دنباله آن دانست و قسمتی دیگر را در شمار لغات اصطلاحات فارسی معمول در هندوستان و پاکستان محسوب داشت و همین گونه کلمات است که در بین غزلیات و سایر آثار او گاهگاه بچشم می خورد و در حقیقت مهمترین وجه امتیاز آثار او از اشعاری شعرای سبک قدیم عراق بشمار می آید .

غیر از این دو مورد اشعار اقبال نمودار کامل سبکی است که بیشتر بدان توجه داشته و از آن تقلید میکرده است و در این توجه و تقلید باید نخست سبک عراق و سپس سبک خراسانی را نام برد .

جاتا ہے لیکن اس امر کے ثبوت میں کہ اس نے خراسانی طرز شاعری کا مطالعہ اور تتبع کیا ہے بعض مخصوص اصطلاحات طرز خراسانی اس کے اشعار سے بطور دلیل کے پیش کئے جا سکتے ہیں۔ اور یہ یقینی بات ہے کہ یہ مخصوص الفاظ سبک عراقی کے دور دورے میں استعمال سے گر چکے تھے اور سبک ہندی میں بالکل استعمال ہی نہیں ہوئے۔

اقبال کی غزل گوئی پر ڈاکٹر خطیبی نے ایک جداگانہ مقالہ لکھا جس سے ذیل کا اقتباس درج کیا جاتا ہے۔

اس مقالہ میں ہمارا موضوع سخن اقبال کی غزل سرائی ہے۔

شعر کی دیگر اقسام میں بھی جدت مضمون، شعر کی ظاہری شکل وزن اور قافیہ کے لحاظ سے اقبال نے اپنے کلام کی عراقی طرز کے نزدیک لانے کی کوشش کی ہے۔ اور جیسا کہ اوپر اشارہ کرچکے ہیں اس نے صرف اسی حدتک ہندی طرز کلام کیطرف توجہ دی ہے اور اسکی پیروی کی ہے۔

دیوان او بسیار کم دیده میشود لیکن برای اثبات مطالعه و تتبع و در سبک خراسانی استعمال بعضی از مختلف لفظی سبک خراسانی را در اشعار وی میتوان بعنوان بهترین دلیل ذکر نمود زیرا یقین است که این مختصات در دورهٔ سبک عراقی از درمیان رفته و در سبک هندی بکلی مورد استعمال نه داشته است

در سایر اقسام شعر نیز در ابتکار از نظر مضمون و گاه تصرفاتی در قالب شعر و وزن و قافیه حدود سبک را بطور کلی متناسب با سبک عراقی نگاه داشته و در این قسمت از آثار خود هم فقط بهمان اندازه که در سایر موارد اشاره شد سبک هندی توجه نموده و از آن اقتباس و تقلید کرده است .

لکھا ھے ۔ اسکے علاوہ اپنی بعض مختصر مثنویوں میں بوستان سعدی، لیلی و مجنوں نظامی کی بھی اس نے پیروی اور تقلید کی ھے ۔ اس طرز شاعری کے شاعروں میں سے اسکو شیخ فخرالدین عراقی سے بھی دل بستگی تھی اور اس نے بار بار اس شاعر کا ذکر کیا ھے اور اسکے بعض شعروں پر تضمین لکھی ھے —

دو بیتی میں زیادہ تر اسنے بابا طاھر کی روش کی پیروی کی ھے اور غزلسرائی میں حافظ اور رومی کا پیرو ھے —

سبک خراسانی کے معروف شعرا میں سے منوچہری اور ناصر خسرو کا اثر اسکے دیوان میں پایا جاتا ھے اور معلوم ھوتا ھے کہ اس طرز کا بھی اس نے کافی مطالعہ کیا ھے لیکن اس طرز کی شاعری کی تقلید اور پیروی کی طرف اسکا رحجان نہیں ھے لہذا قصیدہ اسکے کلام میں بہت کم پایا

مثنوی گلشن راز جدید را بروش این شاعر سروده . گذشته از این قسمت در بعضی از مثنوی های کوتاه خود از بوستان سعدی و لیلی و مجنون نظامی هم اقتباس و تقلید کرده است . همچنین از میان شعرای این سبک بشیخ فخرالدین عراقی نیز توجهی داشته و از این شاعر در ضمن آثار خود مکرر نام برده و بعضی از ابیات او را هم تضمین کرده است . در ساختن دو بیتی های خود بیشتر روش دو بیتی های بابا طاهر را بکار بسته و در غزلسرائی چنانکه بتفصیل خواهد آمد، پیرو حافظ و مولوی بوده است . از میان شعر ای معروف سبک خراسانی فقط بطور مستقیم آثاری از منو چهری و ناصرخسرو در دیوان او دیده میشود و معلوم است که در این سبک هم مطالعهٔ کافی محموده ولی تمایلی به پیروی و تقلید از آن نداشته است و بهمین مناسبت قصیده در

دوم — اقبال کا وہ کلام جسمیں مستقیم طور پر گو حافظ اور رومی کی پیروی اور تقلید نہیں کرتا (لیکن بعض الفاظ اور اصطلاحات سے قطع نظر جو بعض اوقات سبک عراقی کی حدود سے باہر استعمال کرتا ھے) ان دو مشہور شاعروں کے زیر اثر ھے۔ اقبال کے کلام کا بھی وہ حصہ ھے جسمیں اس نے غزل کے لئے ایسی ردیفیں انتخاب کی ھیں جو حافظ اور دوسرے عراقی استادان کے شعرا کے کلام میں موجود نہ تھیں —

سوم — وہ غزلیں ھیں جو عموماً سبک ھندی کے زیادہ نزدیک ھیں۔ ایسی غزلوں کی تعداد نسبتاً کم ھے۔ لیکن اس حصہ میں بھی اقبال کی توجہ زیادہ تر سبک ھندی کے پہلے دور کی طرف تھی اور اسلئے اسکے کلام میں لفظ و معنی کے لحاظ سے اس اسٹائل کے آخری دوروں کا تکلف اور معنوی اور لفظی سستی نہیں پائی جاتی۔

دوم — آثاری که هر چند مستقیما اقتفا و تتبع غزلیات حافظ و مولوی نیست لیکن در آن از حیث سبک و اسلوب باستثنای لغات و اصطلاحاتی که گاهگاه چنانکه گذشت خارج از حدود سبک عراقی بکار میبرد کاملا تحت تاثیر روش این دو شاعر غزلسرای معروف قرار دارد و در همین قسمت است که ردیف های برای غزل انتخاب میکند که در غزلیات حافظ و بعضی دیگر از غزلسرایان سبک عراقی سابقه نداشته است.

سوم — غزلیاتی که روبهم رفته بسبک هندی نزدیکتر بوده و تعداد آن نسبت به سایر غزلیات او کمتر است در این قسمت هم و نیز بیشتر توجه او بدورهٔ اول سبک هندی بوده و اشعارش از حیث لفظ و معنی از تکلفات و سستی های معنوی و لفظی او اخر این سبک بکلی دوراست.

اس طرز شعر میں اقبال بہت بلند طبع اور صاحب ہنر ہے اور اسکی دو تصنیفات یعنی زبور عجم اور پیام مشرق کا زیادہ تر حصہ غزلیات پر مشتمل ہے —

ان غزلیات کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے —

اول —وہ عزلیات جنمیں لفظ اور معنی کے لحاظ سے اس نے سبک عراق کے معرف غزلسرا شعرا خاص طور پر حافظ اور رومی کا تتبع اور اقتباس کیا ہے۔ان غزلیات میں وزن و قافیه اور ردیف کے علاوہ وہ حافظ اور رومی کے استعمال شدہ ترکیبات کو بعینه استعمال اور اقتباس کرتا ہے۔ بعض موقعوں پر تو مضمون اور طرز تفکر میں حافظ اور رومی کے بہت ھی زیادہ نزدیک ہے —

اما در غزلسرائی که بیشتر در این خطابه موضوع سخن ماست اقبـال شاعریست بسیار بلند طبع و هنر مند و قسمت زیادی از دو جلد اثر معروف او بنام ,, زبور عجم ،، و ,, پیام مشرق،، را غزلیاتش تشکیل میدهد که میتوان آنرا بسه قسم تقسیم کرد .

اول — آنچه از حیث لفظ و معنی اقتفا و اقتباسی است از شعرای معروف غزلسرائی سبک عراق بخصوص حافظ و مولوی . در این آثار گذشته از وزن و قافیه و ردیف قسمتی از ترکیبات مستعمل در غزلیات حافظ و مولوی را نیز عینا اقتباس کرده و بکار برده و در بسیاری از موارد از حیث مضمون و فکر هم بحافظ و مولوی سخت نزدیک میشود .

بسے اشعار بھی ملتے ھیں جو استحکام لفظی ، لطف معنی اور طرز کی زیبائی کے لحاظ سے اسکے بیشتر اشعار سے کم درجہ کے ھیں -

اب ھم نمونے اور مقابلہ کی غرض سے اور ساتھ ھی اس گرمایہ شاعر کے سرشار ذوق کے ثبوت کے طور پر چند غزلیں جو اس نے حافظ و رومی کی پیروی میں اور دو ایک غزلیں جو اسکی اپنی طبع زاد ھیں پیش کرتے ھیں —

حافظ کی اس غزل کی تقلید میں :

سرم خوش است و ببانگ بلند می گویم
که من نسیم حیات از پیاله می جویم

اقبال نے یہ غزل کہی ھے :

بایں بہانه دریں بزم محرمی جویم
غزل سرایم و پیغام آشنا گویم
بخلوتی که سخن میشود حجاب آنجا
حدیث دل بزبان نگاه می گویم
بی نظارهٔ روی تو می کنم پاکش
نگاه شوق بجوی سرشک می شویم

بپایهٔ سایر ابیات نمیرسد .

اینک بعنوان نمونه و برای مقایسه و نیز از جهت اثبات قریحهٔ سرشار این شاعر پرمایه چند غزلی از او را که بتقلید حافظ و مولوی سروده با یکی دو غزل از مبتکرات طبع وی در اینجا می آورد . بتقلید این غزل حافظ که میگوید :

سرم خوش است و ببانگ بلند می‌گویم (الخ)
بایں بہانه دریں بزم محرومی جویم (الخ)

اختصار کے طور پر اقبال کے غزلیات کے متعلق (اور کئی وجوهات سے اسکے دیگر کلام کے متعلق) کہا جا سکتا ھے کہ وہ سرشار طبع اور خلاق ذوق کا مالک تھا اور اسکو فارسی زبان پر (جو اس نے صرف کتابوں سے مطالعه کی اور تتبع اور تحقیق کے ذریعه سیکھی) پورا تسلط تھا۔ اقبال مشکل ترین افکار اور دقیق ترین معانی کو لفظوں کے قالب میں لانے میں کامیاب رھا ھے اور اس کا بیان حشو و زوائد سے مبرا اور مختصر، فصیح، سلیس اور صحیح ھے۔ اور اس لئے هم کہه سکتے هیں که اس سے کسی قسم کی غلطی سرزد نہیں هوئی۔

مجموعی طور پر فقط ایک اعتراض اسکے کلام پر وارد هو سکتا ھے اور وہ یه ھے که سارا کام یکساں اور ایک جیسا نہیں اور اسکی قوت بیان، اعلی قسم کی غزلیات اور دیگر اشعار کے پہلو به پہلو کہیں کہیں

آنچه بطور اختصار در باب غزلیات اقبال میتوان گفت و آنرا بسیاری جهات در مورد سایر آثارش نیز تعمیم داد طبع سرشار و قریحهٔ عالی و ذوق خلاق او در شاعری و تسلط کامل وی بزبان فارسی است که آنرا تنها بدرس خوانده و از راه تتبع و تحقیق در آثار شعر و نثر فارسی آموخته توانسته است مشکل ترین افکار و دقیقترین معانی را در قالب لفظ بریزد و با کمال دقت بدون حشو و زوائد با ایجاز توام با فصاحت و سلاست و صحت بیان کند و هیچگونه دچار اشتباه نشود. فقط تنها ایرادی که میتوان بطور کلی بر اشعار او گرفت آنست که آثاری یکدست نیست یعنی درمیان ابیات محکم و متین و غزلیات شیوه و سایر آثار او گهگاه بنمونه ابیاتی بر می خوریم که ازحیث استحکام لفظ و لطف و معنی و جمال اسلوب در درجهٔ فروتری قرار دارد و

کے جواب میں اقبال کی غزل کے پہلے دو بیت یہ ہیں:

جہان عشق نہ میری نہ سروری داند
همیں بس است کہ آئین چاکری داند
نہ ہر کہ طوف بنی کرد و بست زناری
صنم پرستی و آداب کافری داند

اور پھر حافظ کی مشہور غزل جسکا مطلع ہے:

خیزو در کاسئہ زر آب طربناک انداز
بیشتر زانکہ کہ شود کاسئہ سر خاک انداز

مندرجہ ذیل مطلع کی غزل جواب میں کہی ہے:

دگر آشوب قیامت بکف خاک انداز
ساقیا بر جگرم شعلہ نمناک انداز

مندرجہ بالا چند نمونے ہیں ان غزلوں کے جو اس نے حافظ کی پیروی میں کہی ہیں اسکے علاوہ حافظ کی بہت سی اور غزلوں کے قافیہ میں تھوڑی بہت تبدیلی کے ساتھ جواب کہے ہیں۔ اب ہم چند نمونے ان غزلوں کے پیش کرتے ہیں جو اس نے رومی کی غزلیات کے طرز پر کہی ہیں —

صورت نپرستم من بتخانہ شکستم من
آن سیل سبک سیرم ہر بند گستم من
در بود و نبود اندیشہ گمانہا داشت
از عشق ہویدا شد این نکتہ کہ هستم من
در دیر نیاز من در کعبہ نماز من
زنار بدوشم من تسبیح بلستم من

صورت نپرستم من بتخانہ شکستم من (الخ)

چو غنچه گرچه بکارہ گره زنند ولیک
ز شوق جلوه گه آفتاب میرویم
چو موج ساز وجودم ز سیل بی برواست
گمان مبرکه در این بحر ساحلی جویم

حافظ کی اس مشہور غزل :

جز آستان توام در جہاں پناهی نیست
سر مرا بجز این در حواله گاهی نیست

کا جواب یوں ہے :

اگرچه زیب سرش افسر و کلاهی نیست
گدای کوی تو کمترز پادشاهی نیست (الخ)

حافظ کی ایک اور غزل جسکا مطلع ہے :

کنون که در چمن آمد گل از عدم بوجود
بنفشه در قدم او نهاد سر بسجــــود

یه غزل کہی ہے :

بہار تا به گلستان کشید بزم سرود
نوای بلبل شوریده چشم غنچه کشود

اور یه غزل :

به شاخ زندگیٔ ما نمی ز تشنه لبی است
تلاش چشمه حیوان دلیل کم طلبی است

حافظ کی اس غزل کے جواب میں ہے :

اگرچه عرض هنر پیش یار بی ادبی است
زبان خموش ولیکن دهان پر از عربی است

اور حافظ کے اس مطلع کی غزل :

نه هر که چہره بر افروخت دلبری داند
نه هرکه آئینه سازد سکندری داند

پردگیان بے حجاب من بخودی در شدم
عشق غیورم نگر میں تماشا گراست

مطرب میخانه دوش نغمهٔ دل کش سرود
باده چشیدن خطاست باده کشدن رواست

زندگی رهروان درتگ و تاز است و بس
قافله موج را جاده و منزل کجاست

سعده در گیر زد بر خس و خاشاک من
مرشد رومی که گفت منزل ما کبریاست

ذیل کی دو غزلیں اقبال کی مخصوص طرز غزل سرائی کا ایک اعلی نمونه هے اور ان میں اسکا ابکار (Originality) اور تقلید دونوں ظاهر هیں :

تو باین گمان که شاید سر آشیانه دارم
بطواف خانه کاری بخدائے خانه دارم

نسرز نریده رنگم مگذر ز جلوهٔ من
که بتاب یک‌دو آنی تب جاودانه دارم

نکنم دگر نگاهی برهی که طی نمودم
بسراغ صبح فردا روش زمانه دارم

یم عشق کشتیٔ من ، یم عشق ساحل من
نه غم سفینه دارم نه سر کرانه دارم

شرری فشان ولیکن شرری که وا نسوزد
که هنوز نو نیازم غم آشیانه دارم

تو باین گمان که شاید سر آشیانه دارم (الخ)

سرمایهٔ درد تو غارت نتوان کردن
اشکی که زدل‌خیزد در دیده شکستم من
فرزانه بگفتارم دیوانه بکردارم
از بادهٔ شوق تو هشیارم و مستم من

اسی طرز میں یہ غزل ہے:

فرقی ننهد عاشق در کعبه و بتخانه
این جلوت جانانه ، آن خلوت جانانه
شادم که مزار من در کوی حرم بستند
راهی ز مژه کاوم از کعبه به بتخانه
هر کس نگهی دارد ، هر کس سخنی دارد
از بزم تو می خیزد افسانه ز افسانه
در دشت جنون من جبریل زبون صیدی
یزدان بکمند آور ای همت مردانه
اقبال به منبر زد رازی که نباید گفت
نا پخته برون آمد از خلوت میخانه

یہ دلکش غزل بھی رومی کی پیروی میں ہے:

گریهٔ ما بی اثر ناله ما نارساست
حاصل‌این سوز و ساز یک‌دل خونین نواست
در طلبش دل طپید، دیرو حرم آفرید
ما به تمنای او، او به تماشای ماست

فرقی ننهد عاشق در کعبه و بتخانه (الخ)
گریه ما بی اثر ناله ما نا رساست (الخ)

آقای مجتبی مینوی اور اقبال

آقای مجتبی مینوی فارسی، عربی اور انگریزی ادبیات میں غیر معمولی دسترس رکھتے ھیں۔ علمی، ادبی، تنقیدی اور تاریخی مسائل پر صدھا مقالے اور متعدد کتابیں آپکے قلم سے نکل چکی ھیں اور آپ کا شمار ایران کے حوزے کے علما اور ادبا میں ھوتا ھے —

آپ کی تالیف "اقبال لاھوری،، سب سے پہلی کتاب ھے جو اقبال اور اسکے کلام کو اھل ایران سے روشناس کرانے کی غرض سے لکھی گئی ھے۔ یہ کتاب ۱۹۲۹ میں مجله یغما کی طرف سے شائع کی گئی —

مجتبی مینوی کئی سال لندن میں مقیم رھے اور لندن ھی کے قیام کے زمانے میں بعض پاکستانیوں کے توسط سے وہ اقبال کے کلام اور پیام سے آشنا ھوئے۔ جیسا کہ انکی تحریروں اور تقریروں سے ظاھر ھے وہ اقبال کی شاعری اور اسکے وسیع علمی اور ادبی مطالعہ سے بہت متاثر ھوئے ھیں —

آقای منیوی لکھتے ھیں:—

"اقبال کی شاعری کا مہم ترین پہلو اسکا نفس مضمون اور اسکے مقاصد ھیں اور چونکہ اس رسالے میں جو اقبال سے آشنائی کرانے کی غرض سے لکھا گیا ھے اس کے کچھ اشعار بھی درج کئے گئے ھیں، اس لئے

مہمترین جنبه شاعری اقبال معانی و مقاصد اوست و چون در این رساله ای که بر ای معرفی او نوشته ام مقداری از اشعار او درج است لازم میدانم که قبلاً ذهن شما را متوجه این مطالب کنم که از قرن هشتم

از همه کس کناره گیر صحبت آشنا طلب
هم ز خدا خودی طلب هم ز خودی خدا طلب

از خلش کرشمه ای کار نمی شود تمام
عقل و دل و نگاه را جلوه جدا جدا طلب

عشق بسر کشیدن است جمله کائنات را
جام جهان نما مجو، دست جهان کشا طلب

راهروان برهنه پا راه تمام خار زار
تا بمقام خود رسی راحله از رضا طلب

چون بکمال می رسد فقر دلیل خسروی است
مسند کیقباد را در تـــه بوریا طلب

پیش نگر که زندگی راه بعالمی برد
از سر آن چه بود رفت درگذر انتها طلب

****

از همه کس کناره گیر صحبت آشناطلب (الخ)
(نقل از مجله یغما ۱۹۵۳)

جسطرح هم کئی عربی کلمات کو انکے عربی زبان میں اصلی معنوں سے مختلف معنوں میں استعمال کرتے ھیں اور ترکی کے لوگ فارسی اور عربی کے الفاظ کو انکے اصلی مفہوم سے مختلف معنوں میں استعمال کرتے ھیں اسی طرح ھندوستانیوں (اور افغان اور تاجیک لوگوں) نے بھی فارسی اور عربی کے بہت سے الفاظ کے معنوں کو بدل دیا ھے ۔ اور اردو یا فارسی اشعار میں بہت سے الفاظ کام میں لاتے ھیں جو شکل کے لحاظ سے تو فارسی یا عربی ھیں لیکن ان الفاظ کا مفہوم اھل ھند کے لئے اس مفہوم سے جو ھمارے ذھن میں آتا ھے کچھ مختلف ھوتا ھے ۔ اسی قسم کا فرق ان کتابوں میں یا شعروں میں بھی پایا جاتا ھے جو ایران کے مختلف حصوں میں لکھے گئے ھیں ۔ مثلاً غزنوی اور سلجوقی بادشاھوں کے عہد میں قم میں تصنیف شدہ کتاب یا اصفہان میں کہے ھوئے اشعار استعمال الفاظ و بیان

همانطور که ما بسیاری از کلمات عربی را بتغیر از آن معنائی که در زبان عربی دارد بکار میبریم و ترکها خیلی از کلمات فارسی و عربی را بمعنای دیگر استعمال میکنند هندیها (و افغانیها و تاجیکها) هم معنای عده زیادی از الفاظ فارسی و عربی را تغییر داده اند وچه در اردو و چه در اشعاری که بفارسی میسر ایند الفاظی بکار میبرند که صورت آنها فارسی یا عربیست ولی مفهومی که از آنها بذهن ما میآید یا مفهومی که بذهن اهل هندوستان میآید اندك تفاوتی دارد . این اندازه تفاوت گاهی در کتابها و اشعاری نیز که در ولایت مختلفه ایران نوشته و سروده شده است مشهود میشود چنانکه در عصر غزنویان و سلجوقیان کتابی که در قم نوشته میشد یا شعری که در اصفهان سروده میشد یا شعری که در طوس گفته میشد یا کتابی که در هرات تصنیف میشد از حیثیت استعمال کلمات و معانی برخی از الفاظ قدری متفاوت بود . در

لازم ہے کہ میں آپ کی توجه اس حقیقت کی طرف مبذول کروں که آٹھویں صدی هجری کے بعد ایران اور هندوستان کی فارسی میں کچھ فرق پیدا هوگیا تھا اور ان دو ملکوں میں زبان فارسی نے مختلف راهیں اختیار کرلیں - قدیم زمانے میں فارسی کی انشا میں جو جمله بندی کا طریقه رائج تھا ایران معاصر میں متروک هو چکا ہے لیکن هندوستان میں ابھی تک قائم ہے - مثال کے طور پر اقبال کا مصرع " سر آمد روزگار ایں فقیری "، شباهت رکھتا ہے کلیله دمنه بهرام شاهی کی اس عبارت سے که " وآں لذت حقیر چنین غفلتی عظیم در راه داد"، اور اسی سے ملتی جلتی مثال میں نے ملک الشعرا بهار کے کلام میں بھی دیکھی ہے - لیکن اصولاً جب کبھی کسی کلمه کو بای وحدت کے ساتھ 'آن'، 'این'، کے بعد استعمال کریں تو لازم ہے که اسکے بعد ایک توصیفی جمله جو حرف 'که' کے ذریعه موصوف سے مربوط هو لایا جائے مثلاً "ایں فقیری که دست بجانب ما دراز کرده است..."

هجری ببعد بتدریج بین فارسی هندوستان و فارسی ایران تفاوتی پیدا شده است و در هریک از دوملکت این زبان در خط خاصی سیر کرده وبنوعی تحول پذیرفته است.

در تلفیق جمل شیوه های در قدیم الایام در زبان فارسی مرسوم بوده است که امروز در ایران متروک شده است ولی در هندوستان هنوز هم متداول است مثل این مصرع اقبال . سر آمد روزگار این فقیری، که شبیه است باین عبارت کلیله و دمنه بهرام شاهی " و آن لذتی حقیر چنین غفلتی عظیم بدو راه داد "، و من جمله ای شبیه باین دریکی از اشعار آقای ملک الشعرای بهار نیز دیده ام ولی هر گاه کلمه ای را بایائی وحدت بعد از آن یا این بیاوریم بعد از آن یک جملهٔ توصیفی باید بیاید که با حرف "که" بموصوف مربوط شده باشد مثلا " این فقیری که دست بجانب ما دراز کرده است......

اسکی فارسی زبان سے آشنائی ہندوستان اور ایران کے قدیم شعرا اور انشا پردازوں کی تصنیفات کے ذریعہ سے ہوئی اور اسے ایران آنیکا کوئی موقع نہیں ملا۔ اور بہت ممکن ہے کہ جو ایران معاصر میں کتابیں لکھی گئی ہیں اسکی نظر سے نہ گذری ہوں–

بہر حال اقبال ایک عظیم المرتبت اور صاحب قدرت شاعر ہونیکی حیثیت سے حق رکھتا ہے کہ اپنے مطلب کو بیان کرنے کی غرض سے کلمات کے استعمال میں اپنی مرضی کے مطابق تبدیلی اور تصرف کرنے–

مقام اقبال

جب تک میں نے محمد اقبال کی تصنیفات کا مطالعہ نہیں کیا مجھے

بہر حالت این را همواره باید در نظر داشت که محمد اقبال اردو زبان بوده و در پنجاب نشو و نما کرده و بیشتر استادانی که فارسی زبان نبوده اند درس فارسی خوانده و آشنائی او با زبان فارسی از راه کتب شعرا و نویسندگان هندوستان و گویندگان قدیم ایران بوده و هرگز با یران نگذاشته است و از آنچه در عصر او در ایران نوشته و منتشر شده است شاید چیزی ندیده و نخوانده باشد و بواسطهٔ اینکه شاعر بزرگ و گویندهٔ قادریست باید او را محق و مجاز بدانیم که بعضی تصرفات در کلمات که برای ادعای مقاصد خود بکار میبرد، بنماید و بجای آنکه الفاظ و تعبیرات او را مورد عیبجوئی و خورده‌گیری قرار دهیم باید ممنون باشیم که این شاعر بزرگ که زبان مادریش اردو بوده است زبان فارسی را وسیلهٔ بیان مقاصد فلسفی و علمی خود و افکار بلند شاعرانهٔ خود کرده است .

من تا وقتی که تالیفات و تصنیفات محمد اقبال را نخوانده بودم

معنی کے لحاظ سے طوس اور ھرات کے علاقہ میں لکھی ہوئی کتابوں سے کسی حد تک تفاوت رکھتے تھے —

ہندوستان، افغانستان اور تاجیکستان میں یہ فرق گذشتہ ڈیڑھ سو سال میں اور بھی بڑھ گیا ہے - حتی کہ بعض الفاظ جو ایران میں عامیانہ خیال کئے جاتے ھیں اور ادبی شعر میں استعمال نہیں کئے جاتے ہندوستان میں فصیح اور ادبی خیال کئے جاتے ھیں —

اس کے علاوہ اقبال کو اپنا مطلب اور مقصد بیان کرنے کے لئے گاہ گاہ ایسے الفاظ کی ضرورت پیش آئی جو فارسی زبان میں موجود نہ تھے یا اسکو دستیاب نہیں ہوئے اور اس نے مجبوراً عام رائج فارسی سے ایک لفظ انتخاب کر کے مجازاً اسے اپنے مطلب کے مطابق وسیع تر معنوں میں استعمال کر لیا ہے - مثلاً 'خودی، کا کلمہ - بہر حال اس بات کو ہمیشہ مد نظر رکھنا چاہئے کہ اقبال کی اپنی زبان اردو تھی پرورش اس نے پنجاب میں پائی اور فارسی ایسے اساتذہ سے پڑھی جنکی مادری زبان فارسی نہ تھی -

---

هندوستان و افغانستان و تاجیکستان مخصوصاً در این صد و پنجاه ساله اخیر دامنه این تفاوت بتدریج و سیعتر نیز شده است و حتی این که برخی از کلمات که در ایران جزء الفاظ عامیانه محسوب میشود و در شعر حسابی استعمال نمیشود در هندوستان بلقب فصیح ادبی شمرده میشود .

از این گذشته اقبال برای بیان معانی و مقاصد خود گاهی محتاج الفاظی شده است که در فارسی وجود نداشته و یا اینکه او پیدا نکرده است و بناچار یکی از الفاظ معمولی و متداول فارسی را گرفته و از طریق مجاز و توسیع بمعنائی که در نظر داشته است بکار برده مثل لفظ خودی که بعدها در معنی و مفهوم آن بحث خواهیم کرد .

مختلف پہلوؤں سے غور کرتے ھیں تو اس نتیجہ پر پہنچتے ھیں کہ گذشتہ سو سال کے عرصہ میں یقیناً ایران میں کوئی ایسی شخصیت پیدا نہیں ہوئی جسکو من حیث المجموع محمد اقبال کے مقابلے میں پیش کیا جا سکے۔ اور ممکن ھے کہ مشرقی ممالک بھی اس لحاظ سے ھم سے بہتر ثابت نہ ھوں۔

اس بیان سے میرا مطلب یہ ھے کہ محمد اقبال ایسا شاعر نہ تھا جسکو عام طور پر بڑا شاعر کہا جاتا ھے۔ وہ شاعر تھا جس نے اپنے زمانہ کے علوم اور فضائل کو حاصل کیا اور اپنی زبان کے علاوہ خارجی زبان میں شعر کہے۔ اس نے یورپ کی زبان (انگریزی) میں تحقیقی علمی اور فلسفیانہ کتابیں لکھیں۔ گرچہ اسکا رسمی شغل وکالت تھا وہ سیاسی کشمکش میں بھی حصہ لیتا تھا۔ اس نے عملی زندگی کے لیے ایک خاص طریقہ اور تصور کی بنیاد رکھی اور لوگوں میں اسکی تلقین کی—

اقبال کے عقائد

اقبال اور اسکے عقائد اور تعلیم کے متعلق متعدد کتابیں انگریزی میں لکھی گئی ھیں اور میں نے ان میں سے سات آٹھ کا مطالعہ کیا ھے—

اقبال کا شعر اسکے مقاصد کے بیان کا ایک ذریعہ تھا اور اس کا

بود. وقتی که در همه جنبه های مختلف زندگانی او مینگرم می بینم در ایران مسلماً هیچکس در این یکصد ساله اخیر ندانسته ایم که من حیث المجموع با محمد اقبال قابل قیاس باشد و شاید ممالک دیگر مشرق نیز از این حیث نظیر ما باشند من نمیدانم.

اقبال شعر را وسیله پیش بردن مقصودی کرده بود که انگیختن

سمجھ نہیں آیا کہ ہندوستان کے مسلمان کیوں اسکی اسقدر تعریف کرتے
ھیں ۔ لیکن اب جبکہ میں اقبال کی تصنیفات سے واقف ہو چکا ہوں میں
ان کی تعریف کو بالکل جائز سمجھتا ھوں ۔ اسمیں کوئی مبالغہ نہیں اور
جو کچھ وہ اقبال کے متعلق خیال کرتے ھیں سب بجا ھے ۔ اقبال ایک
صاحب قدرت شاعر اور بلند خیال فلاسفر تھا اور وہ زندگی کے لئے سعی و
کوشش کا معتقد تھا ۔ وہ چاھتا تھا کہ لوگوں کو زندگی کی حقیقت سے
واقف کرے ۔ اسکی قوت کلام اور شعر کا اثر اس قدر تھا کہ اگرچہ اس نے
نبوت کا دعوی نہیں کیا ہندوستان کے کئی کروڑ مسلمان اس کے لئے
ایسے ھی احترام کے قائل ھیں جو ایک ملہم اور صاحب کتاب پیغمبر کے
پیرو اپنے نبی کے لئے ۔ ہندوستان کی آزادی کے لئے جوش و خروش اور پھر
ہندی مسلمانون کی ایک اسلامی حکومت کی تشکیل کے لئے سعی و کوشش
اقبال کی سیاسی تعلیم کا نتیجہ تھی ۔ جب ھم اقبال کی زندگی پر مختلف

نمیدانستم که چرا مسلمین هند درباره او این اندازه غلو و مبالغه میکنند . اما
اکنون که بازادگان طبع او آشنا شده ام عقیدهٔ ایشان را موجه میبینم بعبارة الاخره
مبالغه نیست. آنچه درباره او معتقدند بجاست اقبال شاعر قادر و حکیم بلند
فکری بود که او خود اهل کار و کوشش و زندگی بود و میخواست که
دیگران را نیز بکار و کوشش وادارد و از معنای زندگی مستحضر سازد وقوت
کلام و نفود سخن او بجای بود که بی آنکه ادعای رسالت کرده باشد
امروزه میلیونها نفر از مسلمین هند بی آنکه او را فرستاده خدا بدانند نسبت با و
احترامی دارند که پیروان یک نبی ملهم و پیغمبر صاحب کتاب نسبت با او
دارند و مقدار زیادی از شور و شوق اهل هند بآزادی و سعی مسلمین هند
در راه تشکیل یک دولت اسلامی در هند بر اثر تعلیمات سیاسی محمد اقبال

اور بعض اوقات اقبال قدما کے مضامین کو اخذ کر کے اس سے نئی قسم کے بدیع اشعار پیدا کرتا ہے ۔ اسکی مثال سعدی کی حکایت ہے جس سے تمام اہل مطالعہ آشنا ہیں ۔ اقبال یوں شروع کرتا ہے —

مرا معنی تازہ ای مدعا است
اگر گفتہ را باز گویم رواست
" یکی قطرہ باران ز ابری چکید
خجل شد چو پہنای دریا بدید
کہ جائی کہ دریاست من کیستم؟
گر او ہست حقا کہ من نیستم "

اقبال قدیم شعرا میں سے ان صوفی شاعروں کا جو ترک دنیا کی تعلیم دیتے ہیں مخالف ہے ۔ اسرار خودی میں بھیڑوں کے پیغمبر کی زبان سے انکی تعلیم کو بیان کرتا ہے جو صوفیوں کے اس خیال کے مترادف ہے کہ : —

چشم بند و گوش بند و لب ببند
تا رسد فکر تو بر چرخ بلند

و گاہی مضمونی از گفتہٴ قدما گرفتہ در آن دست میبرد و شعر بدیع تازہ ای از آن بوجود می آورد مثل این حکایت کہ اصل آن از سعدی است و لابد ہمہٴ خوانندگان آنرا میشناسند : مرا معنی تازہ ای مدعا است (الخ)

از میان شعرا و گویندگان قدیم بالاخص با صوفیای کہ بترک دنیا گفتہ بودند و نفس خود را کشتہ بودند مخالفت دارد . در اسرار خود . قول پیغمبر گوسفندگان این گفتہ را نقل میکند کہ نظیر عقیدۂ صوفیہ است

چشم بندو گوش بندو لب ببند (الخ)

مقصد لوگوں کو بیدار کرنا اور انکو ایک واحد تصور اور مقصود کے جھنڈے کے نیچے اکھٹا کرنا تھا —

نغمه کجا و من کجا ساز سخن بهانه ایست
سوی قطار میکشم ناقه بی زمام را

محمد اقبال اپنے آپ کو اهل درد شعرا میں شمار کرتا ہے اور وہ، شوق اور آرزو، کو لوگوں کے دلوں میں جوش زن دیکھنا چاهتا ہے۔ وہ ان شعرا کے مخالف ہے جو درد سے بیگانه هیں اور دوسروں کے مصائب سے متاثر نہیں ہوتے —

اسکے مضامین عاریتی نہیں هیں - جب کوئی نیا مضمون اسکے ذهن میں آتا ہے تو اس کا دل دھڑکنے لگتا ہے —

خیالم کو گل از فردوس چیند
چو مضمون غریبی آفریند
دلم در سینه میلرزد چو برگی
که بر وی قطرهٔ شبنم نشیند

مردم و جمع کردن و متحد کردن ایشان در زیر لوای یک فکرو مرام اساسی باشد . نغمه کجا و من کجا؟ ساز سخن بهانه ایست (الخ)

محمد اقبال خود را از شعرای صاحب درد میشمارد و میخواهد که شوق و آرزو را در دل دیگران بجنب و جوش آورد. با شعرائی که درد ندارند و از عذاب دیگران متاثر نمیشوند مخالف است .

مضامین او عاریتی نیست و هر گه مضمون تازه ای بفکرش میرسد دلش میطپد : خیالم کو گل از فردوس چیند (الخ)

اقبال کے نزدیک حتی موت کی آرزو کرنا اور اس جہان میں زندگی سے دلبرداشتہ ہو جانا جائز نہیں

سخن از بود و نابود جهان با من چه میگوئی
من این دانم که من هستم ندانم این چه نیرنگ است

اگرچہ اقبال صوفیانہ زندگی اور صوفیوں کی عملی روش کا مخالف ہے اسکے بعض افکار کا سر چشمہ قدما کا عرفان اور تصوف ہے ۔ مثلاً وحدت وجود کا مسئلہ جسکو صوفیہ ،، اتحاد ،، کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں اور اس سے انکی مراد یہ ہے کہ دنیا اور ما فیہا میں سوائے خدا کے کوئی چیز وجود نہیں رکھتی اس لحاظ سے ہر شخص خدا ہے اور اسی بنا پر حسین بن منصور حلاج ،،انا الحق،، کا نعرہ لگاتا تھا ۔ اقبال بھی اس اصول کو مانتا ہے مگر اقبال کے نظریہ میں یہ فرق ہے کہ صوفی کہتا ہے انسان اپنے نفس کو فنا کردے اور خدا کی ذات میں غرق ہو جائے ۔ لیکن محمد اقبال کہتا ہے کہ اپنے نفس سے آشنائی پیدا کرو اور اپنی خودی پر دھیان دو اپنی ذات

و حتی این که تمنای مرگ کردن و از حیات این جهانی دل برداشتن جایز نیست : سخن از بود و نابود جهان با من چه میگوئی (الخ)

با آنکه محمد اقبال با زندگی صوفیان و در رویه عملی آنان مخالف است بعضی از افکار و اصول عقاید او از عرفان تصوف قدما آب میخورد . از آن جمله است اصل وحدت وجود که صوفیه از آن بلفظ ،، اتحاد ،، تعبیر میکنند و مراد از آن اینست که دنیا و ما فیها جز خدا نیست و باین اعتبار هر کسی هم خداست و حسین بن منصور حلاج از این جهت بود که انا الحق میگفت . اقبال نیز این اصل را قبول دارد منتهی با این تفاوت که صوفی میگفت باید انسان نفس خود را فانی کند تا در خدا مستغرق شود ولی محمد اقبال دستور

لیکن اقبال اسکے بر عکس کہتا ہے —

چشم و گوش و لب گشا ای هوشمند
گر نبینی راه حق بر من بخند

اقبال مشرقی تصوف اور قدیم عقلی فلسفہ کو جو افلاطون کے افکار کے زیر اثر ہے انسان کی پسماندگی کا سبب سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ دنیا کو یوں نہیں خیال کرنا چاہئے بلکہ اسکو ذات انسانی کی وسعت اور اسکے مقام کو بلند کرنیکا ذریعہ گرداننا چاہئے —

کوه و صحرا دشت و دریا بحر و بر
تخته تعلیم ارباب نظر
ای که از تاثیر افیون خفته ای
عالم اسباب را دون گفته ای
خیز و واکن دیدهٔ مخمور را
دون مخوان این عالم مجبور را
غایتش توسیع ذات مسلم است
امتحان ممکنات مسلم است

ولی اقبـــال میگوید : چشم گوش و لب گشا ای هوشمند (الخ)

تصوف شرقی و فلسفهٔ عقلانی قدیم که از فکر افلاطون آب خورده است هر دو را مایهٔ عقب ماندن از کاروان تمدن تشخیص میدهد و میگوید که دنیا را نباید دون خواند بلکه آن را وسیلهٔ توسعهٔ ذات و بالا بردن مقام نفس دانست : کوه و صحرا دشت و دریا بحرو بر (الخ)

رکھتا ہو معشوق تک رسائی حاصل کر سکتا ہے ۔ اقبال کہتا ہے :

دماغم کافر زنار دار است
بتان را بنده و پروردگار است
دلم را بین که نالد از غم عشق
ترا با دین و آئینم چه کار است؟

از حرف دلاویزش اسرار حرم پیدا
دی کافری دیدم در وادی بطحا مست

مغرب کے صاحب نظروں اور مشرق کے صاحب دلوں کے درمیان بڑا فرق یہ ہے کہ مشرق ,عشق و نظر، کو اہمیت دیتے ہیں اور اسکی پیروی کرتے ہیں اور اہل غرب عقل و خبر کے دلدادہ ہیں —

نشان راه ز عقل هزار حیله مپرس
بیا که عشق کمالی ز یک فنی دارد
فرنگ گرچه سخن با ستاره میگوید
حذر که شیوهٔ او رنگ جوزنی دارد

انسان بعشق است و عاشق طالب بهر مذهب و دینی که باشد بدوست راه خواهد برد : دماغم کافر زنار دار است (الخ)

و تفاوت عمده ای که بین صاحب نظران مغرب زمین صاحبدلان مشرق زمین موجود است از همین رهگذر است شرقیان عشق و نظر را مهم میداند و از آن پیروی میکنند و اهل غرب بعقل و خبر گرائیده اند

نشان راه ز عقل هزار حیله مپرس (الخ)

اور شخصیت کو تربیت اور وسعت دیکر اس قابل بناؤکہ زمین پر خدا کی
نیابت حاصل کر لے اور خدا کو اپنے اندر سمیٹ لے اور اسکے ساتھ ملکر
ایک ہوجائے : —

کرا جوئی چرا در پیچ و تابی؟
که او پیداست تو زیر نقابی
تلاش او کنی جز خود نبینی
تلاش خود کنی جز او نیابی

اور ایک اور جگہ کہتا ہے :
چنان با ذات حق خلوت گزینی
ترا او بیند و او را تو بینی
بخود محکم گذار اندر حضورش
مشو ناپید اندر بحر نورش

دوسری بات جسمیں اقبال صوفیا کی پیروی کرتا ہے یہ ہے کہ انسان کا طرہ
امتیاز،، عشق،، ہے ۔ عاشق طالب خواہ کسی دین اور مذہب سے تعلق

میدهد که نفس را بشناسید و در خودی خود غور تعمق کنید و ذات خود را
تربیت و توسعه داده مستعد آن کنید که نایب خدا در زمین بشود و سایهٔ
خدا بشود و خدا را در خود بگنجانید و با او یکی شود .
کرا جوئی چرا در پیچ و تابی (الخ)

و در جای دیگر گوید : چنان با ذات حق خلوت گزینی (الخ)

امر دیگری که در آن اقبال اقتدا بصوفیه میکند اینست که امتیاز

ڈاکٹر کچکینہ کاظمی اور اقبال

ڈاکٹر کچکینہ کاظمی ایران کی مایہ ناز خاتون هیں ایران اور پاکستان کو همیشہ فخر رهے گا۔ نہ صرف اس لئے کہ تحصیلات علوم، اور وسعت معلومات اور مطالعات گوناگوں کے لحاظ سے وہ کم نظیر هیں بلکہ اس لئے کہ اپنی سمہ سرکاری اور غیر سرکاری اور شخصی مصروفیتوں کے باوجود اس خاتون نے انجمن فرهنگی ایران و پاکستان کی بنیاد ڈالی اور تقریباً ایک سال تک کے تمام اخراجات اپنے ذمہ لئے اور بیشمار جلسوں کا انتظام اپنے هی مکان پر کیا۔ انجمن خواتین ایران کے متعدد جلسوں میں پاکستان اور اقبال پر مسلسل تقریریں کیں اور اپنی معنوی اور اخلاقی کمک کے علاوہ پاکستان اور اقبال کو ایرانی حلقوں سے روشناس کرانے کے لئے هزارها روپئے اپنی جیب سے خرچ کرنے میں دریغ نہ کیا۔ ڈاکٹر کاظمی اکثر کہا کرتی هیں کہ هم ایرانی خواہ کتنی هی کوشش کریں اقبال کا احسان نہیں اتار سکتے۔ اس نے نہ صرف فارسی زبان کو بلکہ هماری روایات اور علمی ادبی تاریخ کو شبہ قارہ هند و پاکستان میں زندہ کیا اور خود همیں اپنی گذشتہ هچرل عظمت کا احساس دلایا هے۔

۱۹۵۲ میں انجمن کل خواتین پاکستان کے جلسے میں ایران کے نمائندہ کی حیثیت سے ڈاکٹر کاظمی نے شرکت کی۔ ڈاکٹر کاظمی تقریباً دنیا کے تمام ترقی یافتہ ممالک کا سفر کر چکی هیں اور انکی تالیفات فارسی، انگریزی، فرانسیسی اور جرمن میں طبی، سوشل اور ادبی موضوعات پر موجود هیں۔

لیکن حق بات تو یہ ہے کہ انسان کو چاہئے مغرب کے عقلی علوم اور مشرق کے عشق و عرفان دونوں سے بہرہ مند ہو—

خرد افزود مرا درس حکیمان فرنگ
سینہ افروخت مرا صحبت صاحبنظران

مغرب کے فلاسفر اور حکما کا اقبال احترام کرتا ہے اور مغربی علم و حکمت کا حاصل کرنا اہل مشرق کے لئے ضروری سمجھتا ہے لیکن اسکے باوجود اسکا اصلی عقیدہ یہ ہے کہ مغربی علم و حکمت اہل مشرق کے لئے نجات اور رستگاری کا راستہ نہیں کیونکہ ان کا تفکر عشق سے خالی ہے:

حکمت و فلسفہ کاریست کہ پایانش نیست
سیلی عشق و محبت بدبستانش نیست
دست و کہسار نوردید و غزالی نگرفت
طوف گلشن زد و یک گل بگریبانش نیست
چارہ اینست کہ از عشق گشادی طلبیم
پیش او سجدہ گذاریم و مرادی طلبیم

حق اینستکہ انسان از عقل مغربیان و عشق مشرقیان ھردو با نصیب باشد

خرد افزود مرا دوس حکیمان فرنگ (الخ)

با وجود احترامی کہ نسبت باین فلاسفہ و حکما مغرب زمین دارد و با آنکہ تحصیل علم و حکمت و فلسفہ غربی را بر ای مشرقیان ضروری میشمارد معتقد است کہ نجات و رستگاری مشرقیان از این راہ نیست زیرا کہ فلسفہ و حکمت از عشق خالیست .

حکمت و فلسفہ کاریست کہ پایانش نیست (الخ)

ہمیشہ ایرانی شعر و ادب کا مرکز رہا اور آج بھی اقبال مرحوم کی خدمات کی وجہ سے اس شہر نے اپنا مقام بحیثیت ایرانی ادب اور زبان کے مرکز کے محفوظ رکھا ہے ۔ میں نے یہاں بعض ایسے مردوں اور عورتوں سے ملاقات کی جو زبان فارسی میں شعر بھی کہہ سکتے ہیں ۔ ممکن ہے یہ بات میرے محترم سننے والونکے لئے تعجب کا باعث ہو ۔ لیکن فی الحقیقت تعجب کی کوئی بات نہیں ۔ پاکستان ۱۹۴۷ میں اس کلچرل اور ادبی بیداری اور تحریک کی بنا پر وجود میں آیا جسکی بنیاد اقبال نے رکھی تھی اور آج سے کوئی پچاس سال پیشتر اقبال ہی نے فارسی ادب ، افکار اور زبان کو زندہ کرنے کے لئے کوشش شروع کی تھی ۔

اقبال نے نہ صرف پاکستانیوں کو رومی ایسے بڑے شعرا اور مفکرین کا مطالعہ اور پیروی کرنیکی نصیحت کی بلکہ اس نے خود نہایت

مرحوم اقبال موقعیت خود را بعنوان مرکز زبان و ادبیات ایران حفظ کرده است . من در اینجا مردان و زنانی را ملاقات کردم که حتی میتوانستند بزبان فارسی شعر بسازند شاید این حقیقت باعث تعجب شنوندگان محترم بشود ولی در واقع جای تعجب نیست .

پاکستان در اثر بیداری و جنبش معنوی و ادبی که شالوده آن از طرف علامه اقبال گذاشته شده بود در سال ۱۹۴۷ بوجود آمد . در حدود پنجاه سال قبل اقبال برای احیای زبان فکرو ادبیات ایرانی در شبه قاره هند و پاکستان شروع بمبارزه کرد .

او زبان فارسی را برای ابراز مهمترین افکار و عقاید خود انتخاب نمود . اقبال نه تنها بپاکستانیان توصیه کرد که آثار شعراء و متفکرین بزرگ

پاکستان کے متعلق اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے خواتین اور ان کے جلسہ میں ڈاکٹر کاظمی نے فرمایا ''میں کئی ترقی یافتہ ممالک میں اس سے پہلے سفر کرچکی ہوں اور میرے لئے اس نئے ملک میں جانا کوئی نئی بات نہیں تھی - لیکن جو کچھ میں نے پاکستان میں دیکھا دنیا کے کسی اور ملک میں نہیں دیکھا تھا - اور وہ چیز پاکستان کے لوگوں کی ایران سے غیر معمولی محبت اور دوستی ہے جسکا بیان کرنا میری طاقت سے باھر ہے پاکستانی ہمارے ادب اور ہمارے بڑے بڑے عالموں اور ادیبوں پر اسقدر فخر کرتے تھے کہ مجھے دیکھکر حیرت ہوتی تھی کیونکہ آجکل کی دنیا میں ایسے پاکیزہ احساسات بہت کم دیکھنے میں آتے ھیں - سب سے دلچسپ چیز جو میں نے پاکستان میں دیکھی شہر لاہور ہے - جیسا کہ سب کو معلوم ہے لاہور غزنویوں کا پایہ تخت تھا اور اسوقت کے بعد

من قبلا به چند کشور مترقی دیگر مسافرت کرده بودم لذا مشاهده این کشور جدید برایم تازگی نداشت اما در پاکستان من چیزی دیدم که در هیچ کشور دیگری مشاهده نکرده بودم و آنچیز فوق‌العاده علاقه و دوستی زائدالوصف اهالی پاکستان نسبت به ایران بود . پاکستانیها بحدی به ادبیات بزرگان علم و ادب ما افتخار میکردند که مرا دچار شگفت و تعجب نمودند زیرا در دنیای امروز چنین احساساتی پاک کمتر نظیر دارد . بزودی دریافتم که چرا ملت پاکستان اینقدر ابراز احساسات دوستانه با ایران مینماید و چرا اهل علم و ادب آنکشور افتخار میکنند از مقام بزرگان گذشته و معاصر ایران سخن بگویند و بشنوند . جالب ترین چیزی که در پاکستان دیدم خود شهر لاهور بود . لاهور بطوریکه همه میدانند سالها پایتخت غزنویها بوده و از آن موقع مهد شعر و ادب ایران میباشد و تا بامروز در نتیجهٔ خدمات

ان دنوں جب مشرق کے لوگ عام طور پر مغرب کے شعرا اور
مفکرین (جنکے ساتھ انکو کسی قسم کا روحانی تعلق نہیں) کی پیروی
کرتے تھے اقبال اپنی شیراز اور تبریز سے وابستگی پر فخر کرتا تھا۔۔۔ مجھے
دیکھو کیونکہ میرے بغیر ہندوستان میں کسی اور کو نہیں دیکھ سکو گے
جو ایک برہمن زادہ روم اور تبریز کے اسرار سے آشنا ہے۔۔—

اقبال کے اشعار ایسے رواں اور محرک ہیں اور ہر شخص کو جسے فارسی
شاعری سے دلچسپی ہے محظوظ کرتے ہیں لیکن جس چیز کو اسکی شاعری
میں نفاست اور زیبائی کلام سے کہیں بڑھکر اہمیت ہے اسکے معانی ہیں
اس کا عقیدہ یہ تھا کہ انسانی ترقی اور سعادت خشک منطقی مباحثات میں
نہیں بلکہ روحانی ادراک میں مضمر ہے۔ اصل کہتا ہے یہ خشک

روز افزون مردم ایران و پاکستان ایرانیان نه تنها سرودهای محسوس از اشعار
شیوای تبیان نموده اند بلکه از اندیشه بزرگ احساس افتخار میکنند. در
زمانیکه مردم شرق عموما عادت کرده بودند از شعرا و متفکرین غرب که
هیچگونه بستگی معنوی با آنها ندارند پیروی کنند اقبال افتخار میکرد
که خود را وابسته تبریز و شیراز بداند. میگوید:—

مرا بنگر که در هندوستان دیگر نمی بینی
برهمن زادهٔ رمز آشنای روم و تبریز است

بعضی از اشعار او هم محرک میباشد که هر شخص علاقمند بشعر فارسی را
محظوظ میسازد. ولی آنچه بیش از شیوائی و زیبائی در شعر او اهمیت دارد
توجه او به معنویات است. اقبال معتقد بود اسرار پیشرفت و سعادت مربوط
بمباحثات خشک منطقی نیست بلکه در ابراز احساسات معنوی نهفته است.

بلند پایہ اشعار لکھے جن میں آجکل کے جوانوں کی بیداری کے لئے نئے خیالات بیان کئے۔ یہ بڑی حد تک اقبال کے اشعار کا اثر تھا کہ ملت پاکستان میں ایک نئی روح پیدا ہو گئی۔ اسی وجہ سے رفتہ رفتہ ہمارے دل میں اس مرد بزرگ کے متعلق گہرے احترام کے احساسات پیدا ہو گئے ہیں اور ہم محسوس کرتے ہیں کہ جسطرح اقبال پاکستان کا قومی شاعر ہے ایران کا بھی اسی حد تک قومی شاعر ہے۔ میرے خیال میں اقبال نے جو ایرانی ادب اور زبان کی خدمت کی ہے کسی بیرونی ملک کے شاعر نے نہیں کی۔ افسوس کی بات ہے کہ گذشتہ سالوں میں ایرانیوں اور پاکستانیوں کے درمیان میل ملاپ نہیں تھا اور اسوجہ سے اقبال اس ملک میں جہاں سے اس نے فیض حاصل کیا مشہور نہ ہوا۔ لیکن اب ایرانیوں اور پاکستانیوں میں روز افزوں دوستانہ تعلقات کے زیر اثر ایرانی نہ صرف اقبال کے اعلی کلام کی تعریف کرتے ہیں بلکہ اس کے وجود پر فخر محسوس کرتے ہیں —

مانند رومی را مطالعه و پیروی کنند بلکه یک سلسله اشعار عالی سرود که در آن برای بیداری جوانان امروزی افکار جدید بکار برد. تاثیر شعر اقبال بود که تا حد زیادی یک روح جدید در ملت پاکستان بوجود آورد. از اینروست که بتدریج احترام و احساسات عمیق نسبت باین مرد بزرگ پیدا کردیم. ما حس میکنیم که اقبال همان اندازه که شاعر ملی پاکستان میباشد شاعر ملی ایران نیز هست بنظر من خدمتی که اقبال بزبان و ادبیات ایران کرده کمتر شاعر خارجی در کشور دیگر نسبت بکشور ما نموده است.

متاسفانه در طی سالهای گذشته ایرانیان و پاکستانیها چندان رابطه و تماس نزدیکی نداشته اند و بهمین علت اقبال هرگز در کشوری که تمام الهامات خود را از آنجا اخذ نموده شهرتی نداشت ولی اکنون در اثر دوستی

پیروی کرو۔ اقبال کہتا ہے۔ ,,مرشد رومی کو اپنا ہمراہی بناؤ۔ تاکہ خدا تمہیں سوز و گداز عطا کرے،، اس طرح اقبال نے نہ صرف مشرق کے طرز فکر کی راھنمائی کی بلکہ عصر حاضر کے لوگوں کے افکار کو مغرب کے بے جان اور مادی افکار سے نجات دلائی اور معنویت و روحانیت کو زندہ کرنے میں مدد کی ہے —

اقبال کی مثنویوں میں فارسی شاعری کی تمام طرزیں اور خوبیاں جمع ہوگئی ہیں۔ جب ہم اقبال کے ناسازگار ماحول کو جسمیں وہ رہتا تھا تصور میں مجسم کرتے ہیں تو اسکی کامیابی جو اسے مختلف اور گوناگوں انواع کے اشعار لکھنے میں ہوئی ایک علمی اور ادبی معجزہ معلوم دیتی ہے —

رباعی، مثنوی، غزل و قطعات اخلاقی جو ہم اقبال کے کلام میں دیکھتے ہیں نہ فقط ہمیں بزرگترین شعرا اور عرفا کی یاد دلاتے ہیں بلکہ

توانسته اند ارتباطی بین فکر و احساسات پیدا کنند تاکید کرده و میگوید .

پیر رومی را رفیق راه ساز
تا خدا بخشد ترا سوز و گداز

بنا بر این اقبال نه تنها از جهت طرز فکر مشرقیان را راهنمائی نموده بلکه برای آزاد نمودن نسل حاضر از مادیات و افکار بیروح غرب و همچنین احیای معنویات و ایمان کمک نموده است . در آثار اقبال تمام زبانهای و شیوه‌های و سبکهای مختلف شعر فارسی جمع است . موقعیکه ما محیط ناساعدی را که اقبال در آن زیست میکرد بخاطر بیاوریم موفقیت او در بکار بردن انواع مختلف متنوع شعر فارسی مانند یک معجزه ادبی و علمی بنظر میرسد . رباعی ، مثنوی، غزل و قطعات اخلاقی که در آثار اقبال بآنها بر میخوریم نه فقط

ظاهری احساسات انسان کی سعادت پر اثر انداز نہیں ہوتے۔ اور اب وہ وقت آگیا ہے کہ ہم روحانی احساسات کو قبول کر لیں۔ اقبال اپنے پیام میں یورپ کے علماء کو یوں خطاب کرتا ہے :—

اے باد صبا میری طرف سے دانای فرنگ کو کہو
کہ جب سے عقل نے پر کھولے ہیں پہلے سے بھی زیادہ گرفتار ہوگئی ہے
یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ تو اعجاز مسیح اپنے اندر رکھتا ہے
تعجب تو اس بات پر ہے کہ تیرا بیمار پہلے سے زیادہ بیمار ہے
تونے علم تو حاصل کر لیا ہے مگر دل کو کھو دیا ہے
افسوس کہ یہ گراں مایہ چیز تونے کھو دی —

اقبال اسی ضمن میں تاکید کرتا ہے کہ ایران کے بڑے شعراء اور مفکروں کی جو تفکر اور احساسات کے درمیان امتزاج پیدا کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں

اقبال میگوید که احساسات خشک ظاهری تاثیری در سعادت بشر ندارد و اکنون موقع آنست که ما خود را تسلیم احساسات دوستی و معنوی نمائیم . اقبال در پیام خود بدانشمندان غرب چنین میگوید :

از من ای باد صبا گوی بدانای فرنگ
عقل تا بال گشوده است گرفتار تراست
عجب آن نیست که اعجاز مسیحا داری
عجب اینست که بیمار تو بیمار تراست
دانش اندوخته‌ٔ دل ز کف انداخته‌ٔ
آه از آن نقد گرانمایه که در باخته‌ٔ

اقبال همچنین با پیروی از متفکرین و شعراء بزرگ ایرانی که

ترقی اور مادی بہبودی کی راہ میں حائل ہے حملہ کرتا ہے۔ وہ مشرق و مغرب کو صالح و صحت مند تفکر کی دعوت دیتا ہے اور نصیحت کرتا ہے کہ مادی اور معنوی افکار کی صحیح طور پر آمیزش کریں۔ اقبال کے خیالات اور اس کے کلام سے سیاسی اجتماعی اور اخلاقی مسائل کے حل کے لئے ایک نیا طریقہ وجود میں آتا ہے اس کے خیال میں نہ ضروری نہیں نہ مغرب اپنے طرز فکر کو مشرق پر یا مشرق اپنے عقائد کو زبردستی مغرب پر تھوپنے کی کوشش کرے۔ اقبال کے نزدیک روح انسانی کے ٹکڑے نہیں کئے جا سکتے اور ہماری زیادہ تر مصیبتیں شخصیت انسانی کے ظاہر اور باطن کے افتراق کا نتیجہ ہیں۔ اقبال نے کہا ہے:

مشرق نے حق کو تو دیکھا مگر کائنات کو نہ دیکھا
مغرب کائنات میں کھو گیا اور حق سے دور ہو گیا

اقبال با مہارت و بیطرفی از نظریات مادی مغرب انتقاد نموده و از طرف دیگر (روحانیت) دروغی که شرق را از ترقی و بهبودی مادی دور نگاهداشته است محکوم میسازد. او هر دو را دعوت به فکر صالح و سالم نموده سازش و امتزاج افکار مادی و روحی را توصیه مینماید.

آثار و عقاید اقبال زمینه نوینی بر ای حل مشکلات اجتماعی و سیاسی و اخلاقی بوجود آورده است. بعقیده او موجبی ندارد که غرب طرز فکر خود بر شرق و یا برعکس مشرق عقاید خود را بر مغرب تحمیل نماید. اقبال میگوید که روح انسانی غیر قابل تفکیک است و بیشتر بد بختیهای روحی و مادی ما در نتیجه افتراق در ظاهر و باطن شخصیت بشر بوجود آمده است.

شرق حق را دید و عالم را ندید
غرب در عالم خزید از حق رمید

ہماری توجہ اور اشتیاق کو انکی روحانی عظمت کی طرف مبذول کراتے ہیں —

لیکن جو چیز سب سے زیادہ اقبال کے اشعار کو دلپذیر بناتی ہے اور اسکی ہر دل عزیزی کو بڑھاتی ہے اسکا اختصار و ایجاز کلام، اسکا نیا پن اور اسٹائل اور معنی میں تنوع ہے جو اسکے اشعار میں پایا جاتا ہے شعر میں فلسفیانہ باتیں پڑھنے والے کو تھکا دیتی ہیں - لیکن اقبال فلسفی اور عرفانی باتوں کو رنگ تغزل کی شیرینی میں ایسے سمو دیتا ہے کہ پڑھنے والے کو معلوم بھی نہیں ہوتا کہ اقبال کا کلام اسپر اثر کر گیا ہے - اقبال نے خود کہا ہے کہ: اقبال کے دلکش شعر سے معلوم کر سکتے ہیں کہ وہ فلسفے کا سبق بھی دے رہا ہے اور عشق و عاشقی میں بھی مشغول ہے،، —

اقبال نے نہایت خوبی اور بے طرفی سے مغرب کے مادی نظریات کی تنقید کی ہے اور ساتھ ہی مشرق کی برخود غلط روحانیت پر جو مشرق کی

ما را بیاد بزرگترین شعراء و عرفا میاندازد بلکه توجه و اشتیاق ما را دوباره بعظمت معنوی آنها معطوف میدارد . ولی آنچه پیش از هر چیز اشعار اقبـــال را دلپذیر میسازد و بر محبوبیت او میافزاید ایجاز کلام و اختصار بیان و ابتکار و تنوع سبک و مطالبی است؟ که در آثار او یافت میشود . مطالب فلسفی شعر را بشکل خسته کننده ای در می آورد . اما اقبـــال مطالب فلسفی و عرفانی را با شرینی تغزل چنان آمیزش میدهد که خواننده بدون اینکه متوجه باشد تحت تاثیر کلام او قرار میگیرد . خودش گفته است :—

ز شعر دلکش اقبـــال میتوان دریافت

که درس فلسفه میداد و عاشقی ورزید

کئی مصنف گذشتہ اور حال میں ایران کی ادبی اور تمدنی وراثت پر کتابیں لکھ کر اپنے لئے حیات جاوید حاصل کر چکے ہیں اور انہوں نے ایران کی ادبی، فلسفیانہ اور تمدنی عظمت کو خراج تحسین پیش کیا ہے —

لیکن آج ایران اقبال کی خدمت میں خراج تحسین پیش کرتا ہے۔ ایرانی ادب کی فکر و تخیل اور طرز بیان کے لحاظ سے جتنی اصناف ہیں وہ سب کی سب اقبال کے کلام میں جمع ہیں۔ اقبال کے لئے شاعر مشرق کا لقب نہایت مناسب ہے۔ اور یہ ایرانیوں کے لئے مزید افتخار کا موجب ہے کیونکہ جیسا کہ اقبال کے "پیام مشرق" سے ظاہر ہے ایران ہی اقبال کے مشرق کی نمائندگی کرتا ہے۔ "پیام مشرق" سر زمین مشرق کے پھولوں کا ایک گلدستہ ہے —

پیام مشرق میں ہم رباعیات، قطعات، منظر کشی، ساقی نامہ، خالص اخلاقی شاعری، گذشتہ اور حال کی سیاسی اور معاشرتی تحریکیں، تنقید، تعریف سے دو چار ہوتے ہیں لیکن سب سے بڑھکر دلربا اور سحر آمیز اقبال کی شاعری کا غنائی پہلو ہے جو ایرانیوں کو بہت زیادہ اپیل کرتا ہے اور اور انسان اقبال کے الفاظ اور ترکیبات کے انتخاب پر تعجب کرتا ہے —

رخت بکاشمر کشا کوہ تل و دمن نگر
سبزہ جہان جہان ببین لالہ چمن چمن نگر
لالہ ز خاک بردمید موج بہ آبجو تپید
خاک شرر شرر ببین آب شکن شکن نگر

یہ خالص شعر کی دنیا ہے اور اقبال کو اسپر پورا تسلط ہے —

کشمیر کی پر بہار فضا سے اقبال نہایت آسانی سے ہمیں خاک عرب کے

اقبال نے عقاید کی جنگ اور ایسے بحث اور مباحثہ کی جس سے کوئی مثبت اور مفید نتیجہ ھاتھ نہ آئے مخالفت کی ھے وہ لگاتار کوشش کرنیکی تلقین کرتاھے :

تیشہ کی ضرب سے کوہ بیستون کو توڑ دے
کیونکہ وقت کم ھے اور آسمان پر کچھ اعتبار نہیں کیا جا سکتا —
اور فلسفیوں کو اس بحث میں مشغول رھنے دے
کہ آیا شرر تیسہ سے نکلتا ھے یا پتھر سے —

مقـــام اقبـــال

ایران کے ایک شہری کے لئے (ایران جس نے رومی، حافظ، سعدی، فردوسی اور بیسیوں دیگر شعرا کو جنم دیا) پاکستان کے فلسفی شاعر اقبال سے آشنائی اور ارتباط پیدا کرنا باعث فخر ھے —

ایران اپنی تاریخ کی تاریک ترین مراحل میں بھی اپنی ان غیر فانی اور جاودان خدمات کی وجہ سے جو اس نے دنیا کے علوم و ادبیات اور تمدن کے لئے انجام دی ھیں احترام اور عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا رھا ھے —

اقبـــال بحث و مباحثه و جنگ عقاید را که نتیجه مثبت و مفید ندارد بشدت محکوم نموده و به سعی پیهم توصیه کرده است .

بضرب تیشه بشکن بیستون را
که فرصت اندک وگردون دو رنگ است
حکیمان را در این اندیشه بگذار
شرر از تیشه خیزد یا ز سنگ است

گهی بـه بـرگ لاله نویسد پیام خویش
گهی درون سینه مرغان به ها و هوست
در خـاکدان ما گهر زندگی گم است
این گوهری که گم شده ما ایم یا نه اوست

ان اشعار میں ایرانیوں کو دیوان شمس تبریزی کا جلوہ رومی کے مخصوص والہانہ پن اور جوش و حرارت کے همراہ نظر آتا ہے ـــ

اقبال کے شعروں کا رومی کے اشعار سے مقابلہ کرنے سے هم اس نتیجه پر پہنچتے هیں که گرچه اقبال اور رومی کی روح ایک هی هے اقبال کے طرز بیان میں ایک نیا پن اور تازگی پائی جاتی هے جو فقط اقبال هی کا حصه هے ـــ

اقبال کی روح شیراز اور تبریز کے سر چشموں سے سیراب هوئی اور هم ان شهروں کے شعرا سے اسکی عقیدت کا راز بخوبی سمجھ سکتے هیں ـ لیکن جو چیز همیں حیرت میں ڈالتی هے یه هے اسکی بے سابقه قوت بیان اور اسکا ابتکار (Originality) هے جو اقبال پرانے فرسوده مضامین اور روایاتی تشبیهوں اور استعاروں کے استعمال میں دکھاتا هے ـ اس کے نئے نئے لفظ اور ترکیبیں تراشنا تو ممکن نه تها مگر اس نے پرانے الفاظ اور اصطلاحات کو نئے معنی بخشے هیں ـــ

اگرچه راه همان است کاروان دگر است

* * *

کے وسیع ریتلے ٹیلونکی طرف کھینچ لیجاتا ھے ۔ جہاں ھم ایک بدوی کو اونٹ پر سوار ریت کے سمندر پر گامزن دیکھتے ھیں اور شتر سوار کا گیت ھمارے کانوں میں گونجنے لگتا ھے —

ناقۂ سیار من ، آھوی تاتار من ، درھم و دینار من ، اندک و بسیار من ، دولت بیدار من

تیز ترک گامزن منزل ما دور نیست

در تپش آفتاب ، غوطه زنی در سراب ، ھم بشب ماھتاب ، تند روی چون شھاب ، چشم تو نادیده خواب

تیز ترک گامزن منزل ما دور نیست

اقبال اپنی پہلی مثنوی کے مقدمه میں کہتا ھے که مجھسے خوانساری اور اصفہانی فصاحت اور قوت بیان کی توقع نه رکھی جائے ۔ لیکن حقیقت یه ھے که ھم اقبال کے کلام میں خوانسار و اصفہان کی فنی اور ھنری خوبیوں کے علاوہ شیراز کے نغمه کی شیرینی اور آتش تبریز بھی موجود پاتے ھیں —

فصل بہار این چنیں بانگ ھزار این چنین
چہرہ کشا ، غزلسرا ، باده بیار این چنین
باد بہار را بگو پی بخیال من برد
وادی و دشت را دھد نقش و نگار این چنین

اور

ما از خدای گم شده ایم او بجستجو است
چون ما نیازمند و گرفتار آرزوست

ڈاکٹر اقبال اور شعر فارسی

آجکل ھندوستان کا عالی قدر فلسفی سر محمد اقبال متخلص باقبال ھے۔ اقبال نے اپنے اردو اشعار کے ذریعے اپنے ھموطنوں کے لئے لطف اندوزی کا سامان فراھم کیا ھے لیکن اسکے پہلو به پہلو اسکے فارسی زبان میں شیریں نغمے تمام ایشیا میں گونج رھے ھیں۔ قریباً جبس سال سے اقبال اردو کے اساتذ شعرا میں شمار ھوتا ھے اور اسنے اردو شاعری میں نئے فلسفیانه مضامین، حب وطن اور حب ملت کے جذبات داخل کئے مگر آخر کار اسنے محسوس کیا که زبان اردو اسکے خیالات کے اظہار کے لئے کافی وسعت نہیں رکھتی اور صرف فارسی زبان میں جو ایشیا کی عام اور قدیم سے علمی زبان کی حیثیت رکھتی ھے، وه اپنے تصورات اور مکنونات کو بہتر بیان کر سکتا ھے۔ اس لئے اب چند سال سے اقبال اپنے عالی خیالات کو فارسی زبان کے قالب میں ڈھال کر طوطی شکر شکن یا بلبل شیراز کی شکل میں نمودار ھوا ھے۔

فیلسوف بزرگ امروز هند دکتر سر محمد اقبال است متخلص به اقبال که نه تنها گوش هموطنان خود را از سرود های اردو متلذذ ساخته بلکه در فضای تمام آسیا نغمه های شیرین فارسی او طنین انداز است دکتر اقبال یک ربع قرن از اساتذه مبرز شعر اردو بوده قدمهای سریعی در تجدید شاعری اردو، ادخال مضامین جدیدهٔ فلسفه و حب الوطن و الملة در آن برداشته آخر احساس نمود که قالب اردو برای افکار وسیعه او تنگ است و فقط فارسی که زبان عام آسیا و زبان علمی قدیم دنیا بوده میتواند خزانه گنج تصورات او باشد از این جهت چند سال است که افکار عالیه خود را در قالب فارسی میریزد و طوطی شکر شکن شده یا بلبل شیراز گشته است. اقبال یک شاعری عادی

اقتباس از مقاله سید محمد علی داعی‌الاسلام

مرحوم داعی‌الاسلام نظام کالج حیدرآباد میں فارسی کے معلم تھے اور اپنے وسیع مطالعے اور علوم نقلی و عقلی میں دسترس کی وجہ سے اہل علم میں بڑی قدر و منزلت رکھتے تھے۔ داعی‌الاسلام (جہانتک مجھے معلوم ہے پہلے ایرانی ہیں جنھوں نے اقبال کے کلام اور اسکے پیغام پر اظہار نظر کیا ہے۔ داعی‌الاسلام مدت سے حیدرآباد میں مقیم تھے اور چند سال ہوئے وہیں انکا انتقال ہوا۔ ایران میں اقبال بہت دیر سے پہنچا اور پہلا نسبتاً مفصل مقالہ جو ایران میں (۱۹۴۵) میں منتشر ہوا سید محیط طباطبائی کے قلم سے ہے۔

اگرچہ مرحوم کی زندگی کا بیشتر حصہ ہندوستان میں گذرا، داعی‌الاسلام معاصر ایران کے ادبا اور فضلا میں شمار ہوتے ہیں اور ان کا مقالہ سب سے پہلا مقالہ ہے جو اقبال کے متعلق فارسی زبان میں لکھا گیا۔ اور خاص بات جسکا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں یہ ہے کہ یہ مقالہ اقبال کی سب سے مہم فارسی تصنیف جاوید نامہ کے منتشر ہونے سے کئی سال پہلے لکھا گیا تھا مگر داعی‌الاسلام اسکی پہلی تصانیف کی بنا پر بھی اقبال کے لئے ایک بہت بلند اور غیر معمولی شاعر اور متفکر کے رتبہ کے قائل ہیں اور انکی یہ پیشگوئی کہ اقبال کے کلام کی بدولت فارسی شاعری کو ہندوستان میں دوام حاصل ہو جائیگا درست ثابت ہو رہی ہے۔ اسکے علاوہ داعی‌الاسلام نے محسوس کیا کہ باوجود گذشتہ شعرا کی تقلید اور پیروی کے اقبال کے کلام میں ایک نیا پن اور جدت ہے جو اسکو دیگر شعرا سے ممتاز کرتی ہے اور اسنے بعض معاصر علما کے بر خلاف اقبال کے حملہ کی جو اس نے قدیم بے جان تصوف پر کیا، تائید کی ہے۔ ذیل میں آقای سید داعی الاسلام مرحوم کے مقالہ سے جو ڈاکٹر اقبال اور شعر فارسی کے عنوان کے تحت انھوں نے تقریباً تیس سال قبل لکھا اور حیدرآباد میں چھپوا کر منتشر کیا اقتباس درج کرتے ہیں۔

کا مقصود تمام افراد اسلامی کا اتحاد ہے مگر اس کے مخاطب صرف پڑھے لکھے اور اہل علم لوگ ہیں جن کے ہاتھ میں اس ملت کی قیادت ہے۔ اس لئے اس نے اپنے اشعار علمی زبان میں لکھے ہیں تا کہ اسکے اسرار نامحرموں کے کانوں تک نہ پہنچیں اور نا اہل اشخاص کا دماغ انکو غلط طور پر تعبیر نہ کرے جیسا کہ اسرار خودی میں خود کہتا ہے:

نکتہ ہا چون تیغ فولاد است تیز
گر نمی فہمی ز پیش ما گریز

یعنی ”جو نکتے میں بیان کر رہا ہوں فولادی تلوار کی مانند تیز ہیں — اگر تو نہیں سمجھ سکتا تو میرے سامنے سے دور ہو جا۔“ اقبال عصر جدید کے بہترین تعلیم یافتہ اور عالم لوگوں میں سے ہے اور اس نے قدیم اور جدید علوم کا گہرا مطالعہ کیا اور علم و دانش کے خزانوں سے شاہوار موتی چن لئے اور انکو شاعری کے بازار میں پیش کر رہا ہے۔ اقبال ان

تمام افراد اسلام است لیکن مخاطب او طبقهٔ عالم و دانشمندان است که قیادت ملت را در دست دارند از این جهت اشعار خود را در زبان علمی میگوید تا اسرار او را گوش نا محرم نشنود و مغز نا اهل کج نفهمد چنانچه در مثنوی ”اسرار خودی“ خود میگوید.

نکته ها چون تیغ فولاد است تیز
گر نمی فهمی ز پیش ما گریز

اقبال از بهترین علما و تربیت یافتگان عصر جدید است که در علوم قدیمه و جدیده تخصص یافته از گنج دانش خود گوهر های شاهوار بر چیده در بازار عام شاعری بمعرض بیع در آورده بهای که میخواهد مغز بیدار و دل

اقبال کوئی معمولی شاعر نہیں ہے جس نے اپنے آپ کو ایک عاشق تصور کر لیا ہو اور گل و بلبل شمع و پروانہ ، قمری و سرو کے ارد گرد فصاحت اور بلاغت کے نمونے گڑھ کر سننے والوں کے لئے محض ایک سماعی لذت پیش کی ہو۔ اقبال ایک فصیح البیان اور ایک معین نصب العین رکھنے والا راهنما ہے۔ اقبال کا بلبل کرۂ مریخ کے شاہین کا شکار کرتا ہے۔ اسکے گلاب کی بو ناہید تک پہنچتی ہے اور اسکی شمع تمدن عالم کی بزم کو روشن کرتی ہے۔ اسکی قمری سرو بوستان کی بجائے طوبیٰ کی بلندیوں پر بیٹھکر حقیقی معرفت کی جستجو میں کوکو کر رہی ہے—

اقبال چاہتا ہے کہ نسل انسانی بہتر اور بلند تر مقام پر پہنچنے اور مادی ترقی کے ساتھ ساتھ روحانی ترقی کو بھی پیشنظر رکھے۔ اقبال چاہتا ہے کہ ملت اسلامی کے افراد جو تمام زمین پر منتشر ہیں یک دلی اور یک جہتی کے طفیل ایک ملت واحد بن جائیں اور مادی اور معنوی ترقی حاصل کر کے دوسری قوموں کے لئے قابل رشک مقام حاصل کر لیں۔ اقبال

نیست که خود را عاشق فرضی ساخته از تنفیق گل و بلبل و شمع و پروانه و قمری و سرو و فصاحتی با بلاغتی احداث کرده فقط یک لذت استماعی به سامع دهد بلکه یک قائد نطق دارای نصب العین است بلبل اقبال شاهین کرهٔ مریخ را صید میکند و بوی گلش به ناهید میرسد شمعش بزم تمدن عالم را روشن می سازد. قمریش عوض سروبستان برفراز طوبی درتجسس معرفت حقیقی کوکو میگوید.

اقبال میخواهد نسل انسانی بهتر شود و بالاتر رود و باوجود ترقیات مادیه تجلیات روحانیه را هم مطلوب خود سازد . اقبال میخواهد تمام افراد امت اسلامیه که بر بسیط زمین منتشر نزدیک دل و یک جهت و یک ملت شده در دانش جسمانی و تعالی روحی رشک ملل دیگر انسانی گردند . مقصود اقبال

غالب مرحوم نے اس پر یہ شعر اضافہ کیا—

ز جامی به عرفی و طالب رسید
ز عرفی و طالب به غالب رسید

اور اب ہم یہ دو شعر اور بڑھا سکتے ہیں :

چو غالب ز هندوستان رخت بست
بجای وی اقبال دانا نشست
یقین دان سخن دانی باستان
بماند به هندوستان جاودان

اقبال ایک ایسے زمانے میں پیدا ہوا جبکہ تمام مسلمان سست اور کاہل اور سعی و عمل کو چھوڑ چکے ہیں اور اسی لئے تمدن کے کاروان سے پیچھے رہ گئے ہیں - وہ جو ہرانسانی اور خودی کی قوت سے بے خبر اور

غالب مرحوم بر آن این شعر را اضافه نموده .

ز جامی به عرفی و طالب رسید
ز عرفی و طالب به غالب رسید

حالا ما میتوانم بر آن این دو شعر را اضافه کنیم .

چو غالب ز هندوستان رخت بست
بجای وی اقبال دانا نشست
یقین دان سخن دانی باستان
بماند به هندوستان جاودان

اقبال در عصری است که همه تمنبل شدند و دست از سعی و عمل بر داشته از قافلهٔ تمدن خیلی عقب افتاده و از قدرت جوهر انسانیت و

موتیوں کی جو قیمت چاہتا ہے وہ صرف ایک بیدار مغز اور دردمند دل ہے تاکہ اس سودے سے قائدین اسلامی فائدہ اٹھا سکیں —

اگرچہ ہندوستان کے فارسی شعراء کا ایک خاص رنگ ہے جو انکے کلام میں نمایاں ہے لیکن اقبال کا طرز مرزا اسد اللہ خان غالب سے (جو نصف صدی پہلے گذر چکا ہے اور اردو کا بہت بڑا شاعر تھا) زیادہ شباہت رکھتا ہے ۔ اس خیال کے پیش نظر ہم کہہ سکتے ہیں کہ غالب کے بعد ہندوستان اقبال کے وجود سے روشن ہے —

کسی قدیم شاعر نے اساتذہ سخن کی جا نشینی کے متعلق ایک مثنوی لکھی ہے جسکا آخری شعر یہ ہے :

ز خسرو چو نوبت به جامی رسید
به جامی سخن را تمامی رسید

دردمند است اقبال افکار تازه آورده و میخواهد کاروان قائدان اسلام را مستفیض سازد .

اگرچه در اشعار اساتذهٔ که در هندوستان نمایان شدند یک رنگ مخصوص است که در کلام تمام نمایان است لیکن سبک اقبال شباهت بیشتری بسبک میرزا اسد الله غالب مرحوم که نیم قرن قبل در هند میزیسته و استاد شعر فارسی و اردو بوده دارد و ازین جهت میتوانیم و بگوئیم بعد از غالب چشم هندوستان بوجود اقبال روشن است یکی از شعرای قدیم مثنوی ای در باب جا نشینی اساتذه سخن از یکدیگر گفته که شعر آخرش این است .

ز خسرو چو نوبت با جامی رسید
به جامی سخن را تمامی رسید

ہوگی۔ کیا اس سے سنائی ، عطار ، رومی اور حافظ جیسے بزرگوں کی توہین نہیں ہوتی؟ اسمیں شک نہیں کہ اسرار خودی کے منتشر ہونے کے بعد بعض لوگوں کی طرف سے شور و غوغا بلند ہوا اور حتی اقبال بعد کے ایڈیشن سے وہ اشعار جو اس نے واضح طور پر حافظ کی تنقید میں لکھے تھے خارج کرنے پر مجبور ہو گیا۔ لیکن انصاف کی بات تو یہ ہے کہ اگر اقبال سے اس امر میں غلطی بھی سرزد ہوئی تو نہایت اچھی غلطی تھی کیونکہ مسلمان بیخودی کی تعلیم سے گمراہ ہو چکے تھے اور انہوں نے سعی و عمل سے کنارہ کشی اختیار کرلی اور معاشی ترقی سے نا امید اور ترک دنیا سے مانوس ہو چکے تھے۔ بیخودی کی تعلیم کا مسئلہ اور "تقدیر" کے تصور نے مسلمانوں کو بجائے دلیر اور نڈر اور محنتی بنانے کے ان کو ڈرپوک اور سست بنا دیا ہے۔ اپنی ہر برائی کو "تقدیر" کے سر تھونپتے ہیں اور اسبات کے لئے تیار ہیں کہ جو کچھ انکے پاس ہے وہ بھی ترک کر دیں

نمی سازد و آیا توہین به اولیای سلف مثل سنائی و عطار و رومی و حافظ و امثال ایشان نمیشود؟ در این شکی نیست که بعد از انتشار (اسرار خودی) قر قر جمعی بلند شد و حتی اقبال مجبور گشت در طبعهای بعد اشعار صریح راجع به رد حافظ را از کتاب حذف نماید لیکن انصاف این است که اقبال اگر اشتباه هم کرده خوب اشتباهی است بجهت اینکه مسلمانان از تعلیم "بیخودی" گمراه شدند و دست از سعی و عمل بر داشته از ترقیات معاشیه مایوس و از ترک دنیا ذلیل گشتند مسئله تعلیم "بیخودی" هم مثل مسئله "تقدیر" عوض اینکه انسان را دلیر و جدی و فعال قرار دهد تنبل و ترسو ساخته هر بدی خود را نسبت بتقدیر میدهند و بر آن حاضر اند هر چه دارند ترک کرده به رقیبان بسپارند—تقدیر و بیخودی بجای خود صحیح است لیکن

تمدنی ترقی سے مایوس نظر آتے ہیں ۔ مسلمانوں کی پچیس آزاد حکومتیں تھیں
ان میں سے اب تین باقی ہیں اور وہ بھی متزلزل اور عشق کے دل کی طرح
لرزاں ہیں ۔ قریباً چالیس کروڑ مسلمانوں میں سے صرف پانچ کروڑ آزاد
ہیں اور باقی سب کے سب غیر اسلامی حکومتوں کی پناہ میں ہیں ۔ ان
حالات میں ایک عالی تعلیم و تربیت یافتہ اقبال جیسا مسلمان کس قسم کے
تصوف کی پیروی کریگا ۔ اسکے لئے ایک ہی راستہ ہے کہ اسرار خودی کو
بیان کرے اور ثابت کرے کہ جسمانی اور روحانی ہر قسم کی ترقی ، خودی
کی تربیت اور نمو و نما میں مضمر ہے —

بارہ سو سال سے اصول تصوف کو تدوین اور ترتیب دیا جا چکا ہے
اور فارسی صوفی شعرا نے بیخودی اور فنا کو تصوف کا اصول قرار دیا ہے ۔ کیا
اقبال کا فلسفہ خودی تصوف میں دلچسپی لینے والوں کو برا نہیں لگتا

و خودی بی خبر شده از ترقیات تمدنیه مایوس و در نتیجه از بیست و پنج
سلطنت مستقله ای که داشتندفقط سه سلطنت از ایشان‌باقی مانده آنها هم‌متزلزل
و مثل دل عاشق لرزان و از قریب چهار صد میلون نفوس اسلامیه فقط قریب
پنجاه ملیون ابنسان آزادند باقی همه در پناه سلطنت های غیر اسلامیه افتاده. در
این صورت یک نفر مسلمان تربیت شده و تعلیم اعلی یافته این عصر مثل اقبال
چه قسم صوفی بیرون میآید بجز آنکه اسرار خودی را بیان کند و ثابت نماید
که تمام ترقیات جسمانی و روحانی در نشو و نما دادن خودی است.

حالا حرف در این جا است که هزار و دویست سال است تصوف در اسلام
مرتب و مدون شده و شعر ای تصوف فارسی بیخودی و فنا را یکی‌از اصول تصوف
قرار دادند آیا فلسفهٔ خودی دکتر اقبال علاقه مندان به تصوف را دل تنگ

،،*یہ موضوع تقریباً پچاس سال پہلے تمام اسلامی ممالک میں زیر بحث
ہے اور سید جمال الدین افغانی، شیخ محمد عبدہ صدر جامعہ ازہر مصری
میرزا آقا خان کرمانی جیسے اسلامی مفکرین نے اسپر نہ صرف بحث کی
ہی نہیں بلکہ اسپر جانفشانی بھی کی ہے ۔ اسکے علاوہ عبدالحمید خان عثمانی
بھی اتحاد اسلام کے مبہم داعین میں سے تھے لیکن اقبال نے اس موضوع کو
زندہ کیا اور اپنے مخصوص فلسفہ کے ذریعے اسکی اہمیت کو واضح طور پر
پیش کیا ہے ۔

ابتدای اسلام سے ہم دیکھتے ہیں کہ جس قوم نے اسلام قبول کیا
اسکی قومیت اسلام میں مدغم ہو گئی ۔ اس ملت کے افراد اپنے آپ کو
دوسرے ممالک کے مسلمانوں کا بھائی سمجھتے تھے اور اپنے تمام کاموں میں
بھی انکا نصب العین عام مسلمانوں کی بہبودی ہوتا تھا ۔

*اگرچه این موضوع نیم قرن قبل در همه بلاد اسلامی محل بحث بوده و
جمعی از فیلسوفان اسلام مثل سید جمال الدین مشهور به افغانی و شیخ
محمد عبده رئیس جامعه ازهر مصری و میرزا آقا خان کرمانی در آن در فشانیها
بلکه جان فشانی کردند و پهلوان اتحاد اسلام هم عبدالحمید خان عثمانی
بوده لیکن اقبال آن موضوع را تجدید نموده با فلسفه مخصوص خود اهمیت
آن را مدلل ساخته است .

از ابتدای ظهور اسلام هر ملتی که مسلمان گشت ملیتش در اسلام
مستهلک میشد و تمام افراد آن ملت خود را با مسلمانان ممالک دیگر برادر
دانسته در هر کار عمومی نصب العین خود را خیر عموم مسلمانان دنیا قرار
میداند و مزاوجه بین المللی و مهاجرت به ممالک هم جریان یافت . اگرچه

اور اپنے حریفوں کے سپرد کر دیں ۔ تقدیر اور بیخودی کا تصور اپنی جگہ پر درست ہے اسکی غلط فہمی اور اسکے غلط استعمال کی اصلاح لازم تھی ۔ اقبال نے اسکی یوں اصلاح کی کہ خودی کو حقیقت اور بیخودی کو موہوم قرار دیا ۔ لیکن میرے خیال میں یہ محض لفظوں کی بحث ہے ۔ خودی کی ترقی اور وسعت عین بیخودی ہے ۔ اگر دانہ اپنی خودی کو خود تک محدود رکھے تو پودا نہیں بن سکیگا ۔ اور پودا اگر اپنے آپ کو وسعت نہ دے تو درخت نہیں بنیگا ۔ خودی کے حفظ کے یہ معنی ہیں کہ ذات نفس نچلے درجہ سے بلند تر درجہ حاصل کرلے ۔ ہمارے متصوفین اور فلاسفہ نے انسان کو ایک قابل ترقی جوہر کہا ہے اور خودی کی ترقی کی تعلیم بھی دی ہے —

اتحاد اسلام

مرحوم داعی الاسلام نے اقبال کی اتحاد اسلام کے متعلق کوشش کا حالات حاضرہ کی روشنی میں جائزہ لیا ہے اور اس خیال سے کہ عام مسلمانوں کو معاصر سیاسی کشمکشوں سے آشنا کریں انہوں نے اتحاد اسلام کی مختصر تاریخ اور اسکے متعلق بعض اسلامی ممالک کے نظریات اور اتحاد اسلام کے مستقبل کے متعلق اظہار خیال کیا ہے داعی الاسلام لکھتے ہیں :

سوءِ ادراک و استعمال اصلاح لازم داشت و دکتر اقبال این طور اصلاح کرده است که بیخودی موهوم است و خودی حقیقت اما بنظر بنده نزاع لفظی است چه ترقی و توسعه خودی هم عین بیخودی است که اگر دانه خودی خود را نگاه دارد هیچ وقت نهال نمی شود و نهال اگر خودی خود را نگاه دارد درخت نمی گردد توجه بخودی عین خود شدن از مرتبه پائین و گرفتن مرتبهٔ بالا تراست اهل فلسفه و تصوف ما انسان را جوهر قابل ترقی دانسته تعلیم ترقی خودی هم میداند .

یورپ میں بھی ملیت کا مدار مذہب (کمیسا) تھا نہ کہ وطن اور زبان۔ یہ جنگ‌های ناپلیون کے بعد کی بات ہے کہ اسکے دشمنوں نے ناپلیون کی فتوحات کا اثر زائل کرنے کی غرض سے ملیت کا معیار وطن اور زبان مقرر کیا اور ہر وطن کے لئے جداگانہ آزاد حکومت کا حق تسلیم کر لیا۔ اس زمانے میں مسلمانوں پر جو (اغلب مشرق میں ہیں) کوئی اثر ظاہر نہ ہوا مسلمانوں کی سلطنت رو بزوال تھی۔ بعض مسلمان مفکرین نے مسلمانوں کی کمزوری اور سستی کا علاج یہ سوچا کہ ان کے اسلامی جذبات کو تحریک اور انکو باہم متحد کیا جائے۔ انہوں نے سلطان عبدالحمید عثمانی کو اس تحریک کا علمدار انتخاب کیا۔ ان دنوں ترکی میں استبدادی طرز کی حکومت تھی اور اپنے ضعف کی وجہ سے یوریین سیاست کے زیر اثر تھی۔ سلطان کا خیال تھا کہ اتحاد اسلامی کی تحریک کی کامیابی میں ترکی کی سلطنت کی نجات مضمر ہے۔ اس لئے وہ اسکی تبلیغ میں کوشش کرتا رہا۔

اروپا هم مدار ملیت کلیسا بوده نه حدود وطن و زبان تا بعد از جنگ ناپلیون که دشمنانش خواستند فتوحات او را خنثی گذارند مدار ملیت را وطن و زبان قرار داده و برای هر وطنی حق حکومت مستقله تصدیق نمودند لیکن در آن زمان در مسلمانان که اغلب در مشرق بودند اثری پیدا نکند و سلطنت اسلامیه رو بزوال میرفت جمعی از فیلسوفان اسلام علاج ضعف و تنبلی مسلمانان را در هیجان ایشان و اتحاد باهم تشخیص داده سلطان عبدالحمید خان عثمانی را علمدار نهضت انتخاب نمودند چون سلطنت استبدادیه ترک ضعیف و در چنبر سیاست اروپا افتاده بوده سلطان نجات خود را در همراهی بآن نهضت دانسته در تبلیغ آن کوشید. آن وقت استبداد ناصرالدین شاه

امیه خلفا نے البته کوشش کی که اپنی ملیت کو عرب تک محدود کر دیں اور مفتوحه علاقوں کی حکومت معمولا وه عربوں کے هاته میں هی دیتے تھے - لیکن عباسیوں کے زمانے میں دوباره ملیت کا مدار اسلام قرار پایا اور اسلامی برادری کی روح پھر زنده هوگئی - اس زمانے میں بعض علما نے جنکو شعوبی کہا جاتا ہے نسلی اور قومی فضیلت کا راگ چھیڑا اور یه لوگ غیر عربوں خاص طور پر ایرانیوں کو دوسروں سے برتر خیال کرتے تھے اور قرآنی آیت وجعلنکم شعوبا و قبایل که یه تاویل کرتے تھے که شعوب سے مراد عجمی قومیں هیں اور چونکه شعوب کا لفظ عربی قبایل سے پہلے استعمال کیا گیا هے اسلئے یه عربوں پر فضیلت رکھتے هیں - لیکن کوئی زیاده وقت نه گذرنے پایا تھا که سب نے پھر اسلام کی اصلی تعلیم کی طرف یعنی مساوات کی طرف رجوع کیا اور برتری کا معیار ,, ان اکرمکم عندالله اتقاکم،، قرار پایا۔

در مدت قلیل خلافت امویه اعراب سعی نمودند که مناط ملیت خود را عربستان قرار دهند و اشغال دولتی را اغلب به اعراب میداند لیکن در خلافت عباسیه باز مدار ملیت اسلام گردید و اخوت اسلامیه تجدید گشت . هر چند جمعی از علمای آن عصر بنام شعوبی زمزمهٔ فضیلت نسلی و ملی را در کار آوردند و ملل غیر عرب خصوص ایرانی را افضل میدانستند و در آیه شریفه وجعلنکم شعوبا و قبایل این طور تاویل میکردند که مقصود از شعوب ملل اعجام است و از قبائل اعراب و چون شعوب مقدم آمده ایشان افضل از اعرابند . اما طولی نکشید که باز همه بتعلیم اصلی اسلام بر گشتند که مساوات ملل است و مدار فضیلت تقوی (ان اکرمکم عندالله اتقاکم) در

اس زمانے میں ایران میں ناصر الدین شاہ کی مستبد حکومت ایرانیوں پر سخت دباؤ ڈال رہی تھی بس ایرانیوں نے اس تحریک پر لبیک کا نعرہ لگایا اور بعض ایرانیوں نے جنمیں سید جمال الدین افغانی اور میرزا آقا خان کرمانی نے اس مقصد کے حصول کے لئے نمایاں کوشش کی۔ اس تحریک کے آخری ایام میں میں نے ایران کے عام شہریوں کی زبان سے کئی مرتبہ سنا جو کہتے تھے کہ تمام مسلمانوں کا بادشاہ اور نگہبان سلطان عبدالحمید ہے۔ لیکن آخر کار سید جمال الدین کو نہایت ذلت سے ایران سے جلا وطن کر دیا گیا اور مرزا آقا خان نے اپنی جان اس راہ میں قربان کر دی۔ اسکے بعد ایرانی حکومت مشروطہ ہوگئی اور ۱۳۲۴ھ میں عبدالحمید خان بھی تخت سے علیحدہ کر دئے گئے اور ترکی کی سلطنت بھی مشروطہ ہوگئی۔ ایرانیوں اور ترکوں نے بتدریج یورپی طرز اور اصول سیاست کو قبول کر لیا۔ اور سب سے اہم یہ کہ انہوں نے اپنی ملیت کا مدار وطن ھی کو بنا لیا اور ترکوں نے بھی وطن پرستی کو اسقدر اھمیت دی کہ انہوں نے

داشت قوای ایران را تحلیل می برد بس ایرانی ها هم آن ندا را لبیک گفتند مخصوصاً چند نفر ایشان مثل سید جمال الدین و میرزا آقا خان کرمانی سعیهای بلیغ در آن مقصود نمودند من در اواخر آن نهضت در بازار های ایران می شنیدم بازاریها میگفتند شاه تمام مسلمانان و نگهبان ایشان سلطان عبدالحمید است . اما آخر سید جمال الدین با کمال ذلت از ایران تبعید شد و میرزا آقا خان هم جان خود را باخت . در آن بین سلطنت ایران مشروطه شده سنه ۱۳۲۴ و بعد هم عبدالحمید خان خلع و سلطنت ترکی هم مشروطه شد و ایرانیها و ترکها متدرجا اصول سیاست و تمدن اروپا را قبول نمودند از جمله آنکه مدار ملیت خود را وطن خود ساختند و ترکها هم بوطن پرستی بقدری

جن دنوں اقبال انگلستان میں موجود تھا (۱۹۰۵ - ۱۹۰۸ میلادی) اس زمانے میں لندن میں ایک انجمن تھی جسکا نام انجمن اتحاد اسلام (Pan-Islamic Society) اور عین ممکن ہے کہ اس انجمن کا وجود اور اسکی کوششوں نے اقبال کی توجہ اپنی طرف کھینچ لی ہو اور اسکو اتحاد اسلام کا حامی بنا دیا ہو۔ اور اب اقبال خیال کرتا ہے کہ اپنے فکر اور زبان کی قوت سے مسلمان لیڈروں کو نسل اور وطن پرستی سے ہٹا کر اسلامی اتحاد کی طرف لے آئے۔

ایک اور وجہ یہ بھی ہے۔ اقبال ہندی مسلمان ہے اور ہندوستان کے مسلمانوں کی بقا انکے ہند سے باہر کے مسلمانوں کے سے ارتباط پر منحصر ہے۔ بد قسمتی کی بات ہے کہ ہندوستان کے مسلمان بادشاہ مآل اندیش نہ تھے اور خیال کرتے تھے کہ ہند میں انکی سلطنت ہمیشہ کے لئے رہے گی اسلئے انھوں نے تبلیغ اسلام اور مسلمانوں کی تعداد بڑھانے

۱۹۰۸ م در لندن یک انجمن اتحاد اسلام (Pan-Islamic Society) بوده ممکن است اساس و اعمال آن انجمن ایشان را جذب کرده اتحاد پرست ساخته است و تصور میکند میتواند بقوهٔ فلسفه و زبان خودش باز قائدان اسلام را از نسل و وطن پرستی بیزار کرده بطرف اتحاد اسلام بر گرداند. سبب دیگر این است که اقبال مسلمان هندی است و بقای مسلمانان هند به تعلق و ربط ایشان با مسلمانان بیرون است. بد بختانه سلاطین اسلام هند مآل بین نبودند و خیال کردند سلطنت ایشان در هند دائمی است از این جهت بخیال زیاد کردن عدد اسلامیان هند بر نیامدند و نتیجه این شد که چون سلطنت اسلامیه در هند زوال یافت مسلمانان در اقلیت واقع شده این خوف در ایشان پیدا شد

سلطنت کو خالص ایرانی تصور کرنا چاهئے۔ تعجب کی یه بات هے که مقاله نویس خود سید هے۔

اسوقت اتحاد ملت کا احساس بالکل مٹ چکا هے اور تمام مسلمان راهنما وطن پرستی کی آهنگ پر هی عمل کر رهے هیں ۔ صرف هندوستان کے مسلمان لیڈروں کے ذهن میں اتحاد اسلام کا خیال موجود هے۔

همارے ڈاکٹر اقبال کےدل میں اتحاداسلام کا خیال ایسےوقت پیدا هوا هے جبکه هر جگه مسلمان اس خیال سے دست بردار هو چکے هیں اور وه خود بهی اپنے انگلستان کے سفر سے پہلے وطن پرستی کا پیرو تها اسکے اغلب اردو اشعار میں یہی خیال هے ۔ اسوقت اقبال کہتا تها ,, هندی هیں هم وطن هے هندوستاں همارا،، اور اب اسکا نعره یه هے ,, مسلم هیں هم وطن هے سارا جهاں همارا،، لیکن افسوس که اسکی دونوں آرزوئیں پوری نہیں هوئیں ۔ نه هندوستان همارے هاتھ میں هے اور نه باقی دنیا۔

است که نویسنده خود سید است. موضوع اتحاد اسلام بکلی مرده است و تمام قائدان اسلام امروز در زمینه وطن پرستی کار میکنند و فقط در هندوستان خیال اتحاد اسلام در سرقائدان ملت است دکتر اقبال ما وقتی بخیال اتحاد اسلام افتاد که مسلمانان همه جا از آن دست بر داشتند و خود او هم قبل از سفر فرنگستان خود و بعد از ان هم مدتی در وطن پرستی قدم میزد و اشعار اردویش اغلب در آن زمینه است آن وقت میگفت ,, هندی هیں هم وطن هے هندوستاں همارا،، و حالا میگوید،، مسلم هیں هم وطن هے سارا جهاں همارا،، اما متاسفانه هیچکدام از دو آرزویش بر آورده نیست نه هندوستان مال ما است و نه تمام جهان چوندر ایام توقف اقبال در فرنگستان (از سال ۱۹۰۵ تا

اگرچه سیاسی تصورات مسلمانوں کے دماغ پر چھائے ہوئے ہیں اور وہ وطن پرستی کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں اقبال کا خیال ہے کہ اپنے تفکر سعی کمند سے مسلمانوں کے دل کو قابو کر لیگا۔ کیونکہ اس قسم کے معاملات میں دماغی رجحانات پر قلبی احساسات غالب آجاتے ہیں —

یہ ضرور ہے کہ ہندی مسلمانوں کا تعلیم یافتہ طبقہ کے لوگ اسکی کتاب سے متاثر ہوئے ہیں اور اسکے افکار کو غیبی فرشتہ کی آواز سمجھتے ہیں۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ہمارا مستقبل کیا ہوگا۔ ممکن ہے کہ دیگر ممالک کے مسلمان قائدین کے خیالات میں تبدیلی پیدا ہو جائے اور دوبارہ اتحاد اسلامی بر سر کار آجائے۔ اگر ایسا ہو گیا تو ہم اقبال کو ایک ولی یا سیاسی پیغمبر خیال کرنے میں حق بجانب ہونگے —

اسلامی اتحاد کی امید ابھی باقی ہے کیونکہ ابھی تک تمام دنیا کے مسلمان اپنی دعا میں کہتے ہیں اللہم اغفر للمسلمین والمسلمات۔ ہندی نمیگوید اللہم اغفر لمسلمی الہند و ایرانی نمی گوید اللہم اغفر لایرانین و

میآورد و در این گونه موارد احساسات قلبیه بر رجحانات دماغیه غالب میشود این قدر هست که طبقه تعلیم یافته مسلمانان اسلامی هند از کتاب او متاثر شدند و افکار او را سروش غیبی میپندارند. کسی نمیداند مستقبل ما چیست شاید اگر قائدان اسلام ممالک دیگر هم فکر کنند و اتحاد اسلامی درکار بیاید آنوقت ما اقبال را یک ولی ملهم یا پیغمبر سیاسی خواهیم دانست. امید اتحاد اسلام هنوز باقی است چه هنوز تمام مسلمانان دنیا دردعای خود میگویند اللهم اغفر للمسلمین والمسلمات. هندی نمی گوید اللهم اغفر لمسلمی الهند و ایرانی نمیگوید اللهم اغفرالایرانین و ترک هم نمیگوید اللهم

کی طرف توجه نه دی اور اسکا نتیجه نه هوا جب اسلامی سلطنت کو زوال
آیا تو مسلمان هندوستان میں اقلیت کی حالت میں رہ گئے اور انکے دل میں
یه درد پیدا هوا که کہیں انکا بھی وهی حال نه هو جو اندلس میں مسلمانوں
کا هوا - جو بات ان کے اس خوف کو کسی حد تک دور کر سکتی هے
ان کا وہ ربط هے جو انکو بیرون هند کے آزاد مسلمانوں سے هے - اس لئے
هم دیکھتے هیں که هند کے مسلمان تمام دنیا کے مسلمانوں کے غم خوار
هیں اور جب کبھی کسی اسلامی ملک پر کوئی مصیبت آئے تو فوراً هندوستان
میں همدردی کے اظہار کے لئے جلسے کئے جاتے هیں اور چنده وغیره جمع
کر کے انکی مدد کے لئے بھیجا جاتا هے بس یه قدرتی امر هے که اس قوم میں
جو فلسفی پیدا هوگا وہ اقبال کی طرح اپنے فلسفه کے ذریعے تمام روی زمین
کے مسلمانوں کو اتحاد کی دعوت دیگا - لیکن دیکھنا یه هے که آیا
اسکے اثر کا دائره صرف هندوستان تک هی محدود رهتا هے یا دوسرے مسلمان
ممالک کو بھی اپنے حلقهٔ اثر میں کھینچ سکتا هے —

که مبادا ماهم مثل مسلمانان اندلس شویم و فقط چیزی که خوف ایشان را
زایل میکند تعلق با مسلمانان مستقل بیرون است از این جهت ما می بینیم
مسلمانان هند غمخوار تمام مسلمانان دنیا هستند هر وقت آفتی به هر ملت
اسلامیه برسد فوراً در هند جلسات همدردی منعقد و اعانه جمع و ارسال میشود
پس اگر در این مسلمانان فیلسوفی پیدا بشود مثل اقبال البته با فلسفهٔ
خودش تمام مسلمانان دنیا را به اتحاد میخواند اما باید دید دائره اثرش
محدود بهندوستان میشود یا ممالک دیگر اسلامیه را هم درمیان میگیرد اگرچه
سیاست مغز مسلمانان را شکار کرده ایشان را در فتراک وطن پرستی بسته
است لیکن اقبال تصور میکند با کمند فلسفه خودش دل مسلم را در بند

پہلے تمام قومیں نسلی تعصب میں گرفتار تھیں اور ہر ایک اپنے آپ کو دوسری قوموں سے بر تر سمجھتی تھیں ۔ اسلام نے تمام قوموں کو مساوی اور بنی آدم کو برابر کا بھائی بھائی قرار دیا ۔ انسوس کا مقام ہے کہ اسلام کے پیرو پھر زمانہ جاہلیت کے تعصب کیطرف لوٹ آئے ہیں ۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ ہر ملک کے افراد کا فرض ہے کہ اپنے ملک کی ترقی کیلئے اور اسکی حفاظت کے لئے کوشش کریں لیکن ایک قوم کا نسلی تعصب اور اپنے آپ کو دوسرے افراد بشر پر ترجیح دینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

بنی آدم اعضای یک دیگرند
کہ در آفرینش ز یک گوہر اند

گرفتار تعصب نسلی بودند و هر یک خود را بر دیگران فضیلت میداد اسلام نسلها را مساوی و بنی آدم را در یک پله و باهم برادر قرار داد . جای تاسف است که امروز پیروان اسلام باز به حمیت جاهلیت خود بر گردند . البته فریضهٔ افراد هر ملک ترقی آن ملک و دفاع از آن است دیگر تعصب نسلی و ترجیح طبیعی یک دسته از افراد انسان بر دستهٔ دیگر چه معنی دارد .

بنی آدم اعضای یک دیگرند
که در آفرینش ز یک گوهرند

ترک هم‌نمیگوید الهم اغفرلاتراک ۔ میرے خیال میں ترکوں‌اور ایرانیوں‌کی نسل پرستی پر ہمیشہ عمل نہیں کیا جا سکتا ۔ کیونکہ قبول اسلام کے بعد دوسری قوموں سے بیاہ شادی اور دوسرے ملکوں کے ساتھ آمد و رفت کے ذریعہ روابط بڑھ چکے ہیں ۔ اسکےعلاوہ کبھی فاتح ہوئے کبھی مفتوح اور ان باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ مختلف نسلین آپس میں پورے طور پر گھل مل گئیں آج کوئی ایرانی نہیں کہہ سکتا کہ میں قدیم زردشتی نسل سے یا خالص عرب یا ترک نسل سے ہوں اسی طرح کوئی ترک نہیں کہ سکتا کہ جو شخص‌ایران میں متولد ہوا یقیناً ایرانی ہے اور ہمیں معلوم نہیں کہ اسکے اجداد کہاں سے آئے ہیں ۔ چند نسلیں گذر جانے کے بعد توکسی کی نژاد کے متعلق وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا ۔ سوائے خاندان سادات کے جنھوں نے اپنا شجرہ نسب محفوظ رکھا ہو۔

آج ایک ایرانی اس بات پر فخر کرتا ہے کہ میری رگوں میں ایرانی اجداد کا خون ہے ترک اپنے ترک نسل ہونے پر فخرکرتا ہے ۔ اسلام سے

اغفر الاتراك بعقیدهٔ من نسل پرستی ترکها و ایرانیهای حال عملی نیست چه بعد از مسلمان شدن ایشان از مزاوجهٔ بین المللی و مهاجرت و غالب و مغلوب شدن نسلها بکلی مخلوط شده بطوری که هیچ ایرانی امروز نمیتواند بگوید نسل زر دشتی قدیم است یا عرب یا ترک یا قوم دیگر همین طور هیچ ترک نمیتواند بگوید هر کس در ایران متولد شد ایرانی است پدرش از کجا آمده باشد و بعد از چند پشت که بکلی نمی شود نسل کسی را فهمید مگر سادات که نسب نامه خود را نگاه میدارند . یک ایرانی امروز فخر میکند من خون اجداد ایرانی در بدن دارم و یک ترک امروز فخر میکند من خون نسل ترک باشد و آن ترک نسل ایرانی . قبل از اسلام تمام ملل

در های ثمین خود در درج دری ریزد
از بنبه این میدان جو لانگهه خود سازد

علامہ دھخدا نے ۱۹۵۱ میں یوم اقبال کے جلسہ کی صدارت کرتے ہوئے فرمایا

پاکستان آزاد کے قائم ہونے کے بعد ایرانیوں نے اس مشرق کے مرحوم شاعر کو پہچاننا شروع کیا لیکن ابھی تک اسکی عظیم شخصیت اور اسکی خدمات کو جو اس نے پاکستان کی آزادی اور فارسی زبان کے حق میں کی ہیں پورے طور پر نہیں پہچانا گیا —

ہمیں نہیں بھولنا چاہئے کہ ہندوستان غیر ملکیوں کے سیاسی تمدنی اور اقتصادی اثر کے نیچے تھا اور ہندوستان کے لوگوں کی طرف سے اس زمانے میں فارسی زبان سے دلچسپی کا اظہار کہنہ پرستی اور تنگ نظری کی دلیل خیال کیا جاتا تھا ۔ اقبال نے اس موقع پر اپنا سر اٹھایا اور چالیس کروڑ اہالی ہندوستان کی توجہ فارسی زبان اور فارسی کے شعرا

پس از استقلال پاکستان ایرانیان این داعی شرق یعنی مرحوم اقبال را تا حدی شناختند ولی هنوز چنانکه شاید بشخصیت بزرگ او خدماتیکه برای استقلال پاکستان و نیز زبان فارسی انجام داده است پی نبرده اند.

باید درنظر داشت که هندوستان تحت نفوذ فرنگی و سیاسی و اقتصادی بیگانگان بود و اظهار علاقه مردم هندوستان درآن بزبان فارسی ,, کهنه پرستی و محافظه کاری شمرده میشد.

اقبال قد برافراشت و توجه چهارصد ملیون جمعیت هندوستان را بزبان

اقتباس از سخرانی علامه علی اکبر دهخدا

علامه دهخدا جنکو صحیح طور پر جدید هلکی پهلکی پر مزاج اور پر طنز فارسی نثر کا موجد سمجھا جاتا ھے ایران کی علمی اور ادبی تاریخ میں بہت بلند مقام رکھتے ھیں - آج سے کوئی پچاس سال پہلے ایران کے مشہور آزادی خواہ اخبار صور اسرافیل میں ,, چرند برند ،، کے نام سے کالم لکھکر انهوں نے آجکل کی شگفته عامیانه پر لطف اور لچکدار اور بے تکلف طرز بیان سے زبان فارسی کے لئے نئی فصل کا آغاز کیا - فارسی اسٹائل حکم بر پانچ ضخیم جلدوں کے علاوہ ان کا زنده جاوید کارنامه ,, لغت نامه ،، (جو فارسی زبان میں دائرۃالمعارف کا حکم رکھتا ھے) ھے جسکی ابتک اٹھارہ جلدیں شائع ھو چکی ھیں اور بہت سی جلدوں کا مواد تیار ھو چکا ھے - علامه دهخدا اقبال سے دیر میں آشنا ھوئے وہ سالہا سال سے اپنے لغت نامے میں مستغرق ھیں اور مدت سے گھر سے نکلنا اور جلسوں وغیرہ میں شرکت کرنا ترک کر چکے ھیں - مگر ان کو بھی بہار کی طرح اقبال سے دیر سے آشنا ھونے پر افسوس ھے - مگر اقبال نے آشنائی کے بعد نہایت ھی تھوڑے وقت میں اقبال کی روح آزادی خواھی اور مبارزہ ان کے دل میں گھر کر گئی اور نہ صرف انکو اقبال سے عقیدت پیدا ھوگئی بلکه انهوں نے اسبات پر بھی فخر کیا ھے کہ اقبال جیسے عظیم الشان شاعر اور مجاھد نے اپنے خیالات اور تاثرات کے اظہار کے لئے فارسی زبان اختیار کی ھے - کہتے ھیں :—

از بعد وطن تاشان کس را بجز ایرانی
شائسته نه بیند تا باوی سخن آغازد

اقبال مغربی تمدن کو مشرق کے لوگوں کے لئے تقلید کے قابل نہیں سمجھتا اور اسکو ایک ناسکمل اور فرسودہ تمدن تصور کرتا ھے۔ کہتا ھے :—

بیا که ساز فرنگ از نوا بر افتاد است
درون پرده او نغمه نیست فریاد است

آئیے ۔ دیکھئے ۔ فرنگ کے ساز کی صدا خراب ھو گئی ھے
اسکے پردوں میں نغمہ نہیں نالہ و فریاد ھے

زمانه کہنه بتان را هزار بار آراست
من از حرم نگذشتم که پخته بنیاد است

زمانے نے اپنے پرانے بتوں کو هزار بار آراستہ کیا
لیکن میں نے حرم کعبہ کو نہ چھوڑا کیونکہ اسکی بنیاد مضبوط ھے

اقبال نے فرمایا ھے کہ فرنگی تمدن فرنگ کے درد کا درمان بھی نہیں کر سکتا تو یہ کیسے ممکن ھو سکتا ھے کہ وہ شرقی لوگوں کو انکی شاھراہ مقصود پر رھنمائی کرے :—

این خودی را جستن از ترک بدن
آن خودی را بر فسان حق زدن

ھندو بدن کو ترک کر کے اپنی خودی کو تلاش کرتا ھے
مسلمان اپنی خودی کو حق کی فسان پر چڑھاتا ھے

تمدن مادی اروپا در نظر او برای شرقیان سزا وار و درخور تقلید نیست و آنرا تمدنی نارسا و بعلاوه فرسوده میبیند.

تمدن مادی فرنگ از مداوای فرنگیان عاجز است چگونه تواند شرقیان را بشاهراه مقصود هدایت کند:

مولوی و فردوسی ، حافظ و سعدی سے لیکر بابا فغانی تک کی طرف مبذول کرائی اور سب سے بڑھکر یہ بات ہے کہ اقبال نے سب سے پہلے اس حقیقت کو سمجھ کہ ذھنی غلامی سیاسی اور اقتصادی غلامی سے کہیں زیادہ خطرناک تر ہے : اور فرمایا :—

چون شود اندیشۂ قومی خراب
ناسرہ گردد بُدستش ستم ناب

جب کسی قوم کے خیالات خراب و فاسد ہو جائیں تو
اسکے ساتھ میں کھری چاندی بھی کھوٹی ہو جاتی ہے

میرد اند رسینہاش قلب سلیم
درنگاہ او کج آید مستقم

قلب سلیم اسکے سینے کے نیچے مرجاتا ہے
اور سیدھی چیز بھی اسکی نگاہ میں ٹیڑھی دکھائی دینے لگتی ہے

پس نخستنن بایدش تطہیر فکر
بعد از آن آسان شود تعمیر فکر

پس سب سے پہلے خیالات کو پاک کرنا ضروری ہے
اسکے بعد ذھنی تعمیر آسان ہو جائیگی

فارسی و گویندگان بزرگ آن از مولوی و فردوسی و حافظ و سعدی تا بابا فغانی جلب کرد و نشان داد کہ رابطہ مردم ھندوستان بہ اصفہان و شیراز و تبریز بیشں آز رابطہ آفان بہ پاریس و برلین و لندن است.

و از ہمہ بالاتر اقبال پیش از ھرکس درک کرد کہ رقیت و بردگی فکری بمراتب خطرناکتر از بردگی اقتصادی و سیاسی است وگفت :-

*اقبال نے دیکھا کہ یہ بدقسمتی اتفاق غیر ملکی حکمرانوں کے ہاتھ
میں ایک بہانہ ہے کہ جب چاہیں ایک قوم دوسری قوم کے خلاف تحریک
کر کے قتل و غارت شروع کرا دیں۔ اقبال چونکہ ہر دو قوموں کی آزادی
چاہتا تھا اس نے سمجھ لیا کہ اس مسئلہ کا حل سوائے اس کے کوئی نہیں
کہ جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں اسلامی مملکت قائم
کی جائے اور ہندو اکثریت کے علاقوں میں ہندو کی :—

اقبال کی نظر میں وہ لوگ جو محض ایک خاص جغرافیائی واحد میں
رہنے سے ایک قوم نہیں کہلا سکتے کیونکہ بقول اقبال :—

ملت از یکرنگی دلہا ستی
روشن از یک جلوه این سینا ستی

ملت دلوں کی یک رنگی سے پیدا ہوتی ہے
یہ طور سینا ایک ہی جلوہ سے روشن ہوتا ہے

قوم را اندیشه ها باید یکی
در ضمیرش مدعا باید یکی

---

*اقبال دید که این جدائی بدبختی دستاویزی برای بیگانگان است
که هر زمان بخواهند یکی از این دو قوم را بر دیگری تحریک و قتل
و غارت ایجاد کنند و چون باستقلال هر دو قوم علاقمند بود درک
کرد که راه حلی جز این وجود ندارد که درنواحی که اکثریت با مسلمان
است ملت و مملکتی اسلامی تشکیل شود و در نواحیکه اکثریت با هندو
است ملتی و مملکتی هندو. ملت درنظر او قومی نیست که از لحاظ
جغرافیائی در جائی گرد آمده باشد بلکه :—

از من ای بادصبا گوئی بدانای فرنگ
عقل تا بال کشود است گرفتار تراست

اے باد صبا میری طرف سے فرنگستان کے داناؤں کو کہہ دو کہ
کہ جب سے عقل نے اپنے پر کھولے ہیں پہلے سے بھی زیادہ گرفتار ہوگئی ہے

عجب آں نیست کہ اعجاز مسیحا داری
عجب اینست کہ بیمار تو بیمار تراست

اگر تمھارے پاس مسیح کا سا معجزہ ہے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں
تعجب کی بات تو یہ ہے کہ تمہارا بیمار پہلے سے بھی زیادہ بیمار ہو گیا ہے

اقبال نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان اختلاف کی حقیقت کو جان لیا اسکو معلوم ہوگیا کہ ان دونوں قوموں کا ارتباط بالکل سطحی ہے مگر انکا ذہنی اختلاف گہرا ہے اور بنیادی اہمیت رکھتا ہے. ہندو فلسفہ زندگی سے فرار پر مبنی ہے لیکن حکمت اسلامی کی اساس کوشش اور مقابلہ کرنا ہے :—

زندگی آنرا سکون غار و کوہ
زندگی این راز مرگ با شکوہ

اسکے لئے (یعنی ہندو کے لئے) زندگی غار و کوہ کا سکون ہے
اور اس کے لئے (یعنی مسلمان کیلئے) ایک با شکوہ موت زندگی ہے

اقبال باختلاف بین ہندو و مسلمان پی بردہ و دانست کہ علاقہ و ارتباط این دو قوم سطحی است ولی اختلاف فکری آنان اساسی و عمیق است فلسفہ ہندو مبتنی برفرار از زندگی است ولی حکمت اسلامی مبتنی بر مبارزہ است :-

انتخاب از خطابه دانشمند شهیر جناب سید حسن تقی زاده

۱۹۵۱ میں یوم اقبال کا جلسہ ایران کے مایہ ناز فرزند سید حسن تقی زادہ کی صدارت میں منعقد ہوا ۔ آقای تقی زادہ بعض سیاسی وجوہات کی بنا پر کئی سال ایران سے باہر رہے اور کئی برس انہوں نے جرمنی میں گذارے اور وہیں سے فارسی زبان کا متین اور علمی مجلہ ''کاوہ'' شائع کرتے رہے ۔ اسطرح صاحب موصوف کو عصر حاضر کی سیاسی اور فلسفیانہ تحریکوں اور نظریات کو نزدیک سے مطالعہ کرنے کا موقع ملا ۔ آقای تقی زادہ ایران کی تمام علمی ادبی اور سیاسی محافل میں بڑے احترام اور عزت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں اور ۱۹۵۱ میں متفقہ طور پر مجلس سنا (Senate) کے صدر منتخب ہو گئے ۔ تقی زادہ اقبال کی وسعت فکر و مطالعہ سے بہت متاثر ہیں اور ان کا خیال ہے کہ اقبال نے بنیادی اخلاق اور معنوی قدروں کو زندہ کر کے عالم انسانی کی خصوصاً دنیائے اسلام کی بہت خدمت کی ہے —

آقائی تقی زادہ نے یوم اقبال کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا —

''میں اپنی زندگی کے شروع ہی سے اسی متفکر کے اس خیال سے کہ :

چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا

مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

من نیز از ابتدای زندگی بهره ای از عقیده اصلی آن مرد متفکر یعنی :—

''چین و عرب ہمارا ہندوستان ہمارا

مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا''

قوم کے خیالات ایک ہونے چاہئیں
اور اس کے دل میں ایک ہی مقصود ہونا چاہئے

اہل حق را حجت و دعوی یکی است
خیمه های ما جدا دلها یکی است

اہل حق کا حجت اور دعوی ایک ہی ہوتا ہے
اگرچہ ہمارے خیمے جدا جدا ہیں ، ہمارے دل ایک ہیں

علامہ دہخدا نے ایک اور موقع پر اقبال کے متعلق اپنے تاثرات کا اظہار ان اشعار میں کیا ہے —

رانگونه که پاکستان با نابغه دوران
اقبال شهیر خویش بر شرق همی نازد
زیبد وطن ما نیز بر خویش همی بالد
وا ندر چمن معنی چون سرو سر افرازد
ز آن که روی که چون اقبال خواهد که سخن گوید
گنجینه قلب خود با گفته بپردازد
از بعد وطن تاشان کس را بجز ایرانی
شایسته نه بیند تا باوی سخن آغازد
در های ثمن خود در درج دری ریزد
از پهنهٔ این میدان جولانگه خود سازد

—:o:—

زیادہ حرچا ہوا اور اسکا اثر اور رسوخ بڑھتا رہا اور وہیں سے اس عقیدہ کے جوشیلے طرفدار بھی پیدا ہوئے۔

اس تحریک کا بانی غالباً سید جمال الدین افغانی تھا اور اسکو عام طور پر رواج دینے میں سلطان عبدالحمید ثانی کے دور کے جوان اور آزادی خواہ ترکوں کے علاوہ بعض عرب فضلا مثلاً سید عبدالرحمان کواکبی حلبی وغیرہ بھی تھے۔

اقبال کی آواز نے نہ صرف اس جنبش کو قوت اور رونق بخشی بلکہ اسکو نئے قالب میں ڈھالا اور اسکو نئی اور صحیح شکل و صورت دی اور ابھی یہ تحریک آزاد پاکستان میں ترقی کر رہی ہے اور اسکا دائرہ وسیع ہو رہا ہے۔

باوجود اسکے کہ روحانی فلسفہ کا سر چشمہ اسلام ہے۔ اقبال نے ایک نئے فلسفہ کی بنیاد رکھی جسمیں مغربی علم و حکمت اور جدید

آن خطه تکمیل و انتشار و رسوخ یافته و طرفداران پر شوری پیدا کرده بود و اگرچه شاید بانی اصلی آن نهضت سید جمال الدین افغانی و مروج گذشته از سیاسیون آزادیخواه ترک قبل از دوره ترکان جوان سلطان عبدالحمید ثانی از سلاطین عثمانی و بعضیی فضلای عرب مانند سید عبدالرحمن کواکبی حلبی وغیره بودند شور و تاثیر نفس اقبال نه تنها این عقیده را ریشه و رونقی بسیار قوی بخشید بلکه آنرا درقالبی تازه ریخت وصورتی مرتب داد و هنوز این نهضت در پاکستان مستقل پیش میرود وبسط می یابد.

فلسفه روحانی اقبال اگرچه مبنی برشالوده اسلامی است خود اساس جدیدی است که در آن با اطلاع از علم و حکمت مغربی و قبول فواید

اور اتحاد ملی اسلامی کا آرزو مند رہا ہوں —

اقبال کے خیالات و نظریات کے تین پہلو ہیں - پہلی بات اسکا فلسفہ ہے جسکی بنیاد روحانی کمال پر ہے - دوسری بات اسکا عقیدہ ہے اتحاد اسلامی کے متعلق مسلمانوں میں تبلیغ کے لئے اور تیسری بات ہے اسکا سیاسی عقیدہ اپنے ملک کے لئے اور یہ تقریباً سب پر روشن ہے کہ اس نے ہندی مسلمانوں کی سیاسی آزادی اور پاکستان آزاد کی بنیاد رکھی اور غالباً اپنے عام ہموطنوں کے درمیان اسکی شہرت اور عظمت کا بڑا سبب یہی آخری بات ہے —

مسلمانوں کے درمیان سیاسی اتحاد کا عقیدہ اقبال سے پہلے پیدا ہو چکا تھا اور باقی تمام ملکوں کی نسبت اسکا ہندوستانی مسلمانوں میں

داشته ام و تقارب ملل اسلامی را خواهان بوده ام البته انتظار بیان کاملی در این باب که چیزی بر معلومات حضار بیفزاید نباید از من برود.

معذالک چند کلمه از آنچه از مرور ببعضی آثار اقبال درک کرده ام بیان میکنم. عقائد وفعالیت اقبال ظاهرا دارای سه جنبه بوده است . یکی فلسفه ای مبنی بر کمال روحانی و دیگری نوعی از عقیده اتحاد اسلامی برای تبلیغ درمیان مسلمین و سومی عقیده سیاسی نسبت بمملکت خود . این آخری برهمه معلوم است که در واقع وی موسس اصلی یا مبلغ با شوق و همت آزادی سیاسی مسلمین هند و ایجاد پاکستان مستقل بود و شاید بیشتر شهرت و عظمت او درمیان طبقه عامه از هموطنان خودش این جنبه بوده و هست.

عقیده سیاسی اتحاد مسلمین دنیا بطور کلی پیش از اقبال زائیده شده است و این عقیده هم از همه جا بیشتر در هندوستان و بین مسلمین

کی اصلی بنیاد روحانی دانش اور روحانی (معنوی) احساسات (جنکو وہ عشق کہتا ہے) ہیں وہ یورپ کے مادیات میں محصور فلاسفہ کو خطاب کرکے کہتا ہے —

دانش اندوختہ ای، دل زکف انداختہ ای

آہ زان نقد گران مایہ کہ در باختہ ای

(تونے علم تو حاصل کر لیا لیکن دل کو ہاتھ سے کھو دیا

افسوس کہ وہ بیش بہا دولت تونے ضائع کر دی)

اقبال کے عقاید اور تعلیم کا یہ حصہ تحقیق اور توجہ کے لائق ہے اور ضرورت ہے اس امر کی کہ جن لوگوں کو مغربی فلسفہ کے متعلق گہری اور کافی اطلاع ہو وہ اقبال کے روحانی فلسفہ کا بھی غور سے اور بغیر تعصب کے مطالعہ کریں —

اقبال کا عقیدہ مسلمانوں کے درمیان اتحاد پیدا کیا جائے اور جاهلانہ تعصبات اور کوتاہ نظری کو رفع اور ملل اسلامی کو روز بروز نزدیک تر کرنیکی کوشش کی جائے، بہت پسندیدہ اور ضروری ہے —

احساسات معنوی و بقول خودش عشق میشمرد و خطاب بفلاسفہ مادی فرنگ گوید:

„دانش اندوختۂ دل زکف انداختۂ

آہ زان نقد گرانمایہ کہ در باختۂ"

اینقست از عقاید و تعلیمات اقبال شایستہ توجہ و تحقیق است و جا دارد کہ اشخاصیکہ دارای اطلاع عمیق و احاطہ کافی برفلسفہ مغرب باشند عقاید فلسفی روحانی اقبال را نیز مورد مطالعہ کامل وبی طرفانہ قرار بدهند.

فنون کے فوائد کو قبول کرنے کے ساتھ ساتھ اس نے مشرق کے روحانی فلسفہ خصوصاً روح تصوف کو اصلی علم کے سر چشمه کے طور پر پیش کیا ھے اور جلال الدین رومی کے بلند افکار کی پیروی کی ھے۔

اقبال کے عقاید و نظریات کو بہت سے دوسرے اسلامی متصوفین کے نظریات پر یه برتری حاصل ھےکه اقبال عصر حاضر میں دنیاوی اور مادی ترقی کے لئےسعی و کوشش سے پہلو تہی نہیں کرتا اور علوم جدیدسے بهره مند ہونے کی تلقین کرتا ھے اگرچه اسکا خیال یه ھے که فرنگی تمدن همارے لئے مفید نہیں وہ مغرب کےعلمی فنون کا منکر نہیں بلکه ان کے اخذ اور اکتساب کو ضروری سمجھتا ھے لیکن اسکے نزدیک حقیقی علم معرفت اور فلسفه

فنون جدیده فلسفه روحانی مشرق و مخصوصاً روح تصوف مایه معرفت حقیقی شمرده شده و از افکاری مانند افکار عالیه حکیمانه جلال الدین رومی پیروی شده است. فقط مزیتی که عقاید اقبال برعقاید بسیاری از حکمای بزرگ متصوف اسلامی دارد عدم اهمال جانب سعی دنیوی و لزوم کوشش دربهره مندی از ترقیات مادی و تمدن عصری است که اقبال تبلیغ میکند و یا آنکه عقیده داردکه ظواهر تمدن مغرب زمین بکار نمیخورد.

„قوت مغرب نه از چنگ و رباب
نی ز رقص دختران بی حجاب
محکمی او را نه از لادینی است
نی فروغش از خط لاطینی است،،

معذالک منکرفنون علمی مغرب نیست و اخذ و اقتباس آنرا لازم میداند ولی اصل معرفت و حکمت و علم حقیقی و فلسفه را در دانش روحانی و

بہر حال اس سے پہلے کہ اقبال کی بجائے جنیوا کے تہران کو مرکز جامعہ اسلامی بنانے کی آرزو پوری ہو اتحاد اسلامی کے متعلق ابتدائی مراحل کو طے کرنیکی کوشش مفید ثابت ہو گی۔ مجھے امید ہے کہ یہ تحریک طاقت پکڑے گی اور اقبال کی روح اس سے شاد ہو گی —..

عقاید اتحاد اسلامی اقبال و رفع هرگونه تعصبات جاهلانه و کوته نظرانه دربین اقوام مسلم و سعی درنزدیکی دائم التزاید ملل اسلامی بسیار پسندیده و لازم است و بهر حال سعی درمقدمات آن قبل از رسیدن بارزوی اقبال که تهران بجای ژنو مرکز جامعه ملل اسلامی شود، مفید است.
امید وارم این نهضت همواره قوت گیرد و روح اقبال شادتر گردد

خطابہ ڈاکٹر منوچھر اقبال

جناب ڈاکٹر منوچہر اقبال چانسلر تہران یونیورسٹی کی تقریر سے اقتباس

ڈاکٹر منوچہر اقبال چانسلر تہران یونیورسٹی اور میڈیکل کالج کے پرنسپل ہونے کے علاوہ ایران کی سیاسی اور اجتماعی زندگی میں بھی ایک سربرآوردہ شخصیت کے مالک ہیں۔ کئی مرتبہ حکومت ایران کے وزیر رہے اور اپنی نیک نفسی، بے لوث خدمت اور خدا داد قابلیت کی بدولت عام لوگوں میں بھی ان کو غیر معمولی ہر دل عزیزی حاصل ہے —

ڈاکٹر اقبال ایک بلند مرتبہ طبیب بھی ہیں اور ادیب بھی۔ شاعر تو نہیں ہیں مگر شعر و شاعری سے لگاؤ ہے۔ اپریل سنہ ۱۹۵۵ ع میں پہلی مرتبہ یوم اقبال تہران یونیورسٹی کے ہال میں منایا گیا۔ ڈاکٹر اقبال نے نہ صرف یونیورسٹی کا ہال یوم اقبال کے جلسے کے لئے پیش کیا بلکہ مہمانوں کا جنکی تعداد ہزار کے لگ بھگ تھی خود استقبال کیا اور افتتاحی تقریر بھی اپنے ذمہ لی۔

یوم اقبال کے جلسے کا تہران یونیورسٹی میں منعقد ہونا اور چانسلر یونیورسٹی کی انتظامات جلسہ اور پروگرام میں شرکت ایک مہم واقعہ ہے۔ ذیل میں فاضل چانسلر کی تقریر کا اقتباس نقل کیا جاتا ہے۔

,, میں علم اور تعلیم کا ایک ادنیٰ خادم ہوں۔ میرے لئے یہ بڑی خوشی کا مقام ہے کہ میرے عالی مرتبہ ہمنام علامہ اقبال مرحوم کی یاد

برای من کہ خدمتگذار کوچک دانش و فرهنگم جای بسی خوشوقتی است کہ مجلس یادبود علامہ محمد اقبال همنام بزرگ من در محل
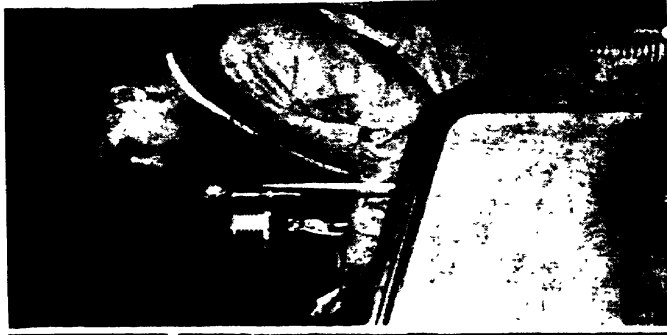
ڈاکٹر منوچہر اقبال چانسلر تہران یونیورسٹی یوم اقبال کے جلسہ میں تقریر کر رہے ہیں۔

ارادہ کے تابع ہوتی ہے لیکن ان بڑے بڑے اشخاص کی راہنمائی اور راہبری (جو انہی اوضاع اور زمان و مکان سے وجود میں آتے ہیں اور عام لوگوں کے افکار اور خواہشات کا مظہر ہوتے ہیں) کا مقاصد کے جلد حاصل کرنے اور قوموں کی سرعت کامیابی پر گہرا اثر پڑتا ہے۔

اسلامی اور ایرانی ہزار سالہ تمدن کے زیر اثر ہندوستان میں نئی تحریکیں وجود میں آئیں جن کے نتیجہ کے طور پر بڑے بڑے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے بنی نوع انسان کی آزادی اور حریت کے لئے کوشش کی اقبال پاکستانی آزادی پسند اشخاص میں سے تھا اور علمی اور اخلاق صفات کا حامل اور آسمانی الہام کا ملہم ہوتے ہوئے انسان کے اس عالی مقصد کے حصول کے لئے کوشاں رہا۔

عین حال که تحول ملل تابع اراده ملتهاست لکن رهبری و راهنمائی رجال بزرگ که خود مولود مناسبات زمان و مکان و مظهر تمایلات و رشد اجتماعند در تسریع مقاصد و موفقیت اقوام تاثیری انکار نا پذیر دارد.

نفوذ تمدن اسلام و فرهنگ ایرانی از هزار سال قبل در شبه قاره و تبدلات تاریخ دو قرن اخیر در آن سر زمین همه موجب پیدایش نهضت ها و سبب ظهور رجال و نوابغی شد که برچمداری حریت و استخلاص ابناء نوع خود را بعهده گرفتند.

اقبال پاکستانی از زمرهٔ احراری بود که علاوه از سیر مدارج علمی از ملکات اخلاق خود و بالهامات آسمانی ملهم بود و برای وصول بهدف عالی انسانی خود میکوشید.

میں یہ جلسہ یونیورسٹی میں منایا جارہا ہے۔ اس حسن اتفاق کے متعلق عرض کرونگا کہ یہ ''اقبال'' نہیں جو آپ سے مخاطب ہے بلکہ میرے اقبال نے میری طرف توجہ کی ہے تاکہ میں پاکستان کے قومی شاعر اقبال ایسی عظیم شخصیت کے متعلق چند کلمے آپ کی خدمت میں عرض کروں .

ظاهری طور پر علامہ اقبال کو پاکستان کے ایک فلسفی شاعر اور هنرمند سخن سرا کی حیثیت سے پیش کیا جاتا ہے . لیکن اگر اسکے حالات اور اسکے کلام کی طرف صحیح طور پر توجہ دی جائے تو معلوم ہوگا کہ اقبال محض ایک مخصوص قوم یا ملک کا شاعر نہیں بلکہ ایک عالمی شخصیت کا مالک اور عالم انسانی کا راهنما ہے . اور اس کو یہ عظیم شہرت اور غیر معمولی کامیابی بلا وجہ نصیب نہیں ہوئی . جو لوگ زمانے کے انقلاب کے اسباب و ذرائع سے واقف ہیں خوب جانتے ہیں کہ اگرچہ اوضاع میں تغیر اور تبدیلی قوموں کے

دانشگاه برگذار میشود باین حسن تصادف میتوانم بگویم که این اقبال نیست که روی سخن باحضار محترم میدارد بلکه این اقبال است که روی بمن آورده تا چند کلمه دربارهٔ شخصیت بزرگی مانند علامه محمد اقبال شاعر ملی پاکستان ایراد نمایم.

علامه دکتر محمد اقبال بصورت ظاهر یک شاعر دانشمند و گوینده هنرمند پاکستانی معرفی شده است، لکن اگر باحوال و آثار او درست توجه شود ظاهر میگردد که او تنها یک شاعر متعلق بیک ملت و یک مملکت نیست، بلکه اقبال یک شخصیت جهانی و یک رهبر عالم انسانی است و این شهرت عظیم و موفقیت بزرگ برگزاف نصیب او نشده است.

اشخاصیکه بعلل و عوامل تحولات جهانی آشنائی دارند خوب میدانند در

سرمدی نغمے کی بدولت بھٹکے ہوئے کاروان کو عزت اور سعادت کی منزل پر پہنچا دیا ۔ اقبال کا کلام اس حقیقت کا شاہد ہے میں اپنی تحریر کو اقبال کی ایک دوبیتی پر ختم کرتا ہوں ۔ فرمایا ہے :

عجم از نغمه های من جوان شد
ز سودایم متاع او گران شد
عجمی بوده ره گم کرده در دشت
ز آواز درایم کاروان شد

گم کرده ای راه بسر منزل عزت و سعادت رسانند. سخنان اقبال همه شاهد این احوال است من سخن خود را بیک دو بیتی شیوای آن استاد روانشاد پایان میدهم که میفرماید :

عجم از نغمه های من جوان شد

اقبال نے اپنے آسمانی اشعار کی زبان سے جو موثر ترین تبلیغ کی زبان ہے۔ اپنے پیغمبرانہ کام کو انجام دیا اور اپنے محرک اور مہیج اشعار کے ذریعے اس نے اپنے ہم وطنوں کو "اسرار خودی" بتائے اور ہندوستانیوں کے خیالات کو غلامی اور اسیری کے خلاف جنگ کرنیکے لئے تیار کیا۔ خوش قسمتی سے بیج جو اقبال نے خاک ہندوستان میں بویا بارآور ہوا۔ اور دونوں قوموں یعنی ہندوؤں اور مسلمانوں کو اپنی حکومت، قومی افتخار اور سیاسی آزادی نصیب ہوئی۔ اگر چہ پاکستان کی آزادی اقبال کی وفات کے بعد عصر جدید کے عظیم الشان راہنما قائد اعظم محمد علی جناح کی کوشش کا نتیجہ ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ جو کچھ قائد اعظم نے حاصل کیا اس بیج کا ثمر ہے جو اقبال نے قوم کے دلوں میں بویا تھا۔ اقبال نے ہندوستان کی اسلامی ملت کی روح کو نئی قوت بخشی اور اپنے

اقبال با زبان آسمانی شعر که نافذ ترین زبان تبلیغ است رسالتی را که بعهده داشت بمرحلهٔ اجرا گذاشت و با سخنان پر شور و هیجان خود اسرار خودی را بهموطنان خود آموخت و افکار اهالی هندوستان را برای مبارزه بر علیه بردگی و اسارت مهیا ساخت. خوشبختانه بذریکه اقبال در مزرع تبه قاره هندوستان پاشید ثمر داد و هر یک از دو ملت برادر هندوستانی ما اعم از مسلمان و هندو را بحق حاکمیت و غرور ملی و استقلال سیاسی رساند. اگرچه استقلال پاکستان بعد از درگذشت علامه اقبال بدست رهبر بزرگ عصر جدید یعنی قائد اعظم محمد علی جناح انجام پذیرفت لکن بدون تردید آنچه قائد اعظم درو ید محصول تخمی بود که اقبال در مبذر دلها افشانده بود. اقبال بود که نیروی ملت مسلمان هند را جوان ساخت و با نغمات شیرین خود کاروان راه

"ہمارے سینے میں ایک دنیا نہاں ہے
ہماری خاک میں دل اور دل میں غم ہے
وہ شراب جس سے ہماری روح روشن ہوئی
ابھی تک ہمارے سبو میں باقی ہے"

آج کی مبارک رات جب کہ دنیا بہار کا لباس پہنے ہوئے ہے ہندوستان کی نواگر بلبل کی آواز جو سرو پر بیٹھکر فارسی طرز موسیقی میں معنوی مقامات کا سبق دوہرا رہی ہے اس نغمے کی مانند ہے جو محبت کے ساز سے بلند ہورہا ہو۔ اور اس ایک مشترک نغمہ سے دو ہمسایہ ملتیں لطف اندوز ہورہی ہوں۔ یہ وہ نغمہ ہے جو ان دو ملتوں کو ایک دوسرے کا ہمرنگ اور ایک دوسرے سے آشنا اور مانوس کرتا ہے اور ہندوستان کے شکر افشاں طوطی کی ادب کے چشمہ سار پر ایرانی تذرو سے ملاقات کرادیتا ہے تاکہ

"نہان در سینهٔ ما عالمی هست
بخاک ما دلی ، در دل غمی هست
از آن صهبا که جان ما بر افروخت
هنوز اندر سبوی ما نمی هست"

و از این جهت در این شب فرخنده که جهان خلعت اردیبهشتی پوشیده و مثال دوست بقول دقیقی بر صحرا نگاشته شده است ذکری از بلبل نوا گر هندوستان که بر سر سرو باهنگ پهلوی درس مقامات معنوی میخواند مانند شنیدن نغمه ارغنون محبت است که دلهای دو ملت همسایه را با یک نغمه مینوازد و آنها را با یکدیگر هم رنگ و آشنا و مانوس میکند و طوطی شکر افشان هندی را با تذرو ایرانی بر سر یک چشمه سار ادب میآورد تا از آب زلال آن کام جان

اقتباس از سخنرانی ڈاکٹر لطف علی صورت گر

ڈاکٹر صورت گر پروفیسر تہران یونیورسٹی (جو آج کل شیراز یونیورسٹی کے وائس چانسلر منتخب ہوئے ہیں) ایک خوش قریحہ شاعر، ادیب، انشاء پرداز اور تنقید نگار کی حیثیت سے ایران میں غیر معمولی شہرت کے مالک ہیں۔ ڈاکٹر صورت گر علاوہ فارسی کے، ادبیات انگریزی پر پورا تسلط رکھتے ہیں اور آج سے کوئی بیس سال پہلے انہوں نے لندن یونیورسٹی سے ڈاکٹر آف لٹریچر کی ڈگری حاصل کی۔ ڈاکٹر صورتگر آزاد منش اور درویش طبع واقع ہوئے ہیں اور علمی اور ادبی محافل میں نہایت احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ فارسی نثر میں مختلف مضامین پر ڈاکٹر صورت گر کی کتابیں چھپ چکی ہیں اور شعراء معاصر میں ان کا پایہ بہت بلند ہے اور وہ جدید اور کلاسیک قسم کی شاعری میں پوری دسترس رکھتے ہیں۔ ان کی شائع شدہ کتابوں میں تاریخ ادبیات انگلیسی سخن سنجی اور اصول علم اقتصاد مشہور ہیں۔ ذیل میں ڈاکٹر صورتگر کی تقریر سے جو انہوں نے یوم اقبال ۱۹۵۱ء کے موقع پر کی اقتباس درج کیا جاتا ہے۔

اقبال ان روشن ستاروں میں سے ہے جن کی روح درخشاں اور آتشین ہے۔ جن کا ذوق لطیف اور جمال پرست اور جن کا دل اثر پذیر ہے۔ اقبال نے بابا طاہر کی پیروی کرتے ہوئے کہا ہے :—

اقبال یکی از آن ستارگان فروزان است کہ روحی افروختہ و ملتہب و ذوقی لطیف و جمال پرست و دلی تاثر پذیر دارد و این اوست کہ باقتفای از بابا طاہر میفرماید :

کو ادائے مطلب کا بہترین ذریعہ سمجھکر اپنے خیالات کے گوہرہای شاہوار کو اس مضبوط رشتہ میں منسلک کیا ہے۔ ایران کے عرفا اور شعرا کی اصطلاحات اور الفاظ جو مدت سے ہمسایہ ملک میں پہنچ چکی تھیں اس کے ہاتھ میں موم کی طرح نرم ہوجاتی ہیں اور جس شکل میں چاہتا ہے ان کو ڈھال دیتا ہے۔ یہ کلمات اور الفاظ ایک بڑے خاندان کا حصہ ہیں اور اب جب کہ اقبال کے ذریعہ سے سال ہا سال کی جلا وطنی کے بعد اپنے اصلی وطن میں واپس آئے ہیں اور ایران معاصر کے جدید کلمات اور مصطلحات سے آشنا ہوئے ہیں تو کسی قسم کی بیگانگی اور غربت کا احساس نہیں کرتے۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی خاندان کے بوڑھے افراد ایک طویل مدت کے بعد اپنے جوان رشتہ داروں سے آملیں اور اپنے نوجوان بچوں کو گذرے ہوئے زمانے کی داستانیں سنائیں۔

منظور بهترین وسیله میداند گوهر های شاهوار فکر را بدین رشته مستحکم میکند. کلمات و تعبیرات عرفانی ایرانی و شعرای این دیار که از دیر باز بکشور دوست همسایه رفته و در آنجا بهنرنمائی پرداخته اند در دست او مثل موم نرم و بهر قالب تازه ایکه اراده میکند در میآید. این کلمات اصل و صاحب خانواده که سالها جلای وطن کرده و غربت اختیار نموده اند وقتی بوسیله اقبال از سفر دور و دراز خود بوطن اصلی خویش باز میگردند و با کلمات تازه و مصطلحات شعری امروز ایران آشنا میشوند احساس غربت نمیکنند بلکه مانند پیر خانواده ای که پس از سالیان دراز در محفل خویشا وندان جوان وارد میشوند از خاطرات ایام سلف برای فرزندان نو رسیده حکایت ها میکنند و این خود یکی از بزرگترین مزایا ی اشعار مرحوم اقبال است که این سفر کردگان کهن را بخانه پدران خویش باز گردانیده بمحفل یاران آشنا وارد کرده است.

دونوں اس صاف پانی سے اپنی روح کو سیراب کرلیں اور اس آسمانی پانی کے قطرے ٹپکا کر مہجوری اور مشتاق کے رموز سن سنا کر بشر کی پیاس کو بجھائیں۔

اقبال کے اشعار ایک آتشین اور حساس دماغ کا مظہر ہونے کے علاوہ ایک خاص لذت کے حامل ہیں جو آدمی کو بے اختیار مجذوب اور مست کر دیتی ہے ۔ وہ خاص لطافت یہ ہے کہ اقبال نے اگرچہ ہندوستان کے نورانی آفتاب کے نیچے پرورش پائی اس کے افکار نے مشرق کے فلسفہ اور عرفان سے اور مولانا جلال الدین محمد (رومی) و حکیم غزنوی (سنائی) عارف نیشا پوری (عطار) سے فیض حاصل کیا ہے ۔ اس کے بعد اقبال نے یورپ کا سفر کیا یورپ کے فلسفہ افکار کا مطالعہ کر کے انکی ایشیائی افکار سے آمیزش کی ہے ۔ اقبال نے نئی نئی باتیں اور جدید خیالات کو شعر کے قالب میں ڈھالا ہے۔ اور فارسی جیسی شیرین اور ثروتمند زبان

را سیراب سازند و با قطره ای از آن رحیق آسمانی تشنگی بشر را بشنیدن رموز مهجوری و مشتاقی بر طرف کند.

شعر اقبال گذشته از آن که نماینده یک مغز افروخته و حساس است لطفی مخصوص دارد که بی اختیار آدمی را مجذوب میکند و مستی میآورد و آن لطف این است که اقبال در زیر آسمان گرم و آفتاب نورانی هندوستان نشو و نما یافته و افکارش از فلسفه و عرفان شرق و آثار مولانا جلال الدین محمد و حکیم غزنوی و عارف نیشا پوری مابه و توشه گرفته است. آنگاه در نتیجه مسافرت باروپا و مطالعه و اندیشه در فلسفه غرب افکار اروپائی را با اندیشه های آسیائی مطابقت میدهد و مطالبی تازه و نوین را که از نعمت ابداع بر خودار است بقالب شعر در میآورد و چون زبان شیرین و ثروتمند فارسی را برای ادای این

اقتباس از مقالهٔ آقای صادق نشأت

آقای صادق نشات میر داماد کی اولاد سے ھیں۔ عربی اور فارسی ادبیات میں متبحر ھیں اور دونوں زبانوں میں ان کی تالیفات موجود ھیں۔ ۱۹۵۱ ع میں پہلی مرتبہ اقبال کے کلام سے آشنا ہوئے اور کئی مرتبہ مولف سے ملاقات کی۔ اقبال کی دینی اور اخلاقی بصیرت کا ان پر بہت گہرا اثر ھوا اور وہ اقبال کو دنیای اسلام کا مشترک اور گرانبہا سرمانہ سمجھتے ھیں اور ان کی دلی خواھش ھے کہ عالم اسلام کو اقبال کے کلام اور اس کے نظریات سے آشنا کرایا جائے۔ آقای نشأت کے مقالے سے چند سطریں ذیل میں نقل کی جاتی ھیں۔

,, ھم نے اکثر دیکھا ھے کہ بعض قوموں اور ملکوں میں نامور اشخاص وجود میں آئے ھیں لیکن اس کے مقابل میں کبھی ایسا اتفاق نہیں ھوا کہ ایک واحد شخص ایک ملک اور ملت کو عدم سے وجود میں لایا ھو۔

مناسب ھوگا کہ پاکستان کے مشہور حکیم اور شاعر کا ان شخصیتوں میں شمار کریں۔ کیونکہ اس عظیم المرتبت شخص نے اپنے تفکر و تخیل

مردان نامی عالم را تا دیده و شنیده ایم ملل و ممالک آنها بوجود آورده اند. اما عکس این قاعده هیچگاه روی نداده و اتفاق نیفتاده است که یک مردی کشور یا ملتی را بوجود بیاورد.

سزاوار است که علامه محمد اقبال حکیم و شاعر بلند آواز پاکستان را در خور آن القاب بشماریم. زیرا این مرد بزرگوار در قلب آسیا مملکت و

اقبال کے اشعار میں ایک بہت بڑی خوبی یہ ھے وہ قدیم زمانے کے "مہاجرین" کو اپنے اجداد کے گھر میں اور یاران آشنا کی محفل میں واپس لے آیا ھے - اب ان واپس آنیوالے "دوستوں" کا جو اپنے قدیم گھر میں آئے ھیں اس عظیم الشان مرد (اس کی روح پر خدا نور برسائے) کے کلام سے انتخاب کرکے تقریر ختم کرتا ھوں : ایک دو بیتی پیش کرتا ھوں :—

"تیری زندگی کی قبا کب تک چاک رھیگی
چیونٹیوں کی طرح کب تک تیرا آشیانہ خاک میں رھیگا
پرواز میں بلند ھوجا اور شاھین بننا سیکھ
تو کب تک خاک میں دانہ تلاش کرتا رھیگا"

اینک یکی دو از این یاران سفر کردہ را کہ باصد قافلہ دل بسلامت باز گشتہ و بخانہ دیرین خویش فرود آمدہ اند از کلام این مرد بزرگ کہ روحش مہبط انوار فیض یزدانی باد ختام این گفتار قرار میدھم . یکی این دو بیتی است کہ میفرماید:

قبای زندگانی چاک تاکی
چو موران آشیان در خاک تاکی
بہ پرواز آی و شاھینی بیاموز
تلاش دانہ در خاشاک تاکی

****

میں مسلمانوں کی حکومت ہو،، کو ہرگز قبول کرنے کو تیار نہ تھی۔ لہذا ان کو اس اسکیم کو عملی جامہ پہنانے کا خیال ایا جو سالہا سال پہلے اقبال نے مسلمانان ہند کی سعادت کے لئے تیار کی تھی۔ اور ان کی انہی ان تھک قربانیوں کی بدولت ۸ کروڑ مسلمانوں کا ملک وجود میں آگیا۔

اقبال قلبا و ذہنا ایک ایرانی ہے اور اس کا مرجع قرآن ہے۔ وہ جو کچھ سوچتا ہے یا بیان کرتا ہے یا لکھتا ہے ایرانی اسلوب اور طرز کے مطابق ظاہر ہوتا ہے یا یوں کہنا چاہئے کہ ایرانی علم اور طرز فکر و استدلال کو جو خواجہ عبداللہ انصاری، امام غزالی، مولوی، سعدی، حافظ خواجہ نصیر طوسی، میر داماد، اخوند ملا صدرا و علامہ سبزواری وغیرہ کے ہاں پایا جاتا ہے اپنے شعر اور نثر میں مجسم کرتا ہے۔

اقبال سنی مسلمان تھا لیکن اپنے آپ کو تشیع سے دور نہیں سمجھتا

بینکه ،،چنانکه اکثریت آن مسلمان است حکومت با مسلمین باشد،، قبول نماند. و بفکر عمل نمودن آن نقشه ای که ده سال قبل برای سعادت مسلمانان هند پیشبینی نموده بود افتادند و با فداکاری خستگی نا پذیر خود یک ملت و مملکت ۸۰ میلیون نفری را بوجود آوردند.

اقبال قلبا و قالبا یک ایرانی که رهبر او اسلام و مرجع وی قرآن است بوده هست و آنچه میاندیشد و میگوید و مینویسد با اسلوب و شعار ایرانی جلوه گر شود یا بعبارت اخری دانش ایران و چگونگی تفکر و تعقل بزرگان ایران امثال خواجه عبداللہ انصاری و امام غزالی و مولوی و سعدی و حافظ و خواجه نصیر طوسی و میر داماد و آخوند ملا صدر او علامه سبزواری را در شعر و نثر خود مجسم نماید. او مسلمان سنی بود ولی بی اینکه خود را

اور ذوق سے ایشیا کے دل میں ایک مملکت اور ملت کا نقشہ مرتب کیا جس نے اس کے مرنے کے ٹھیک دس سال بعد محمد علی قائد اعظم کے هاتھوں جامۂ عمل پہنا۔

بعض اشخاص (جن کو هندوستان کے وسیع ملک اور وهاں کے لوگوں کے متعلق پوری اطلاعات میسر نہیں) خیال کرتے هوں گے کہ پاکستان کی تشکیل کے سوال نے هندوستان کے لوگوں میں دو قوموں کا تصور پیدا کردیا ورنہ وہ سب اکٹھے زندگی بسر کرسکتے تھے۔ لیکن اگر وہ هندوستان کے مسلمانوں کے دلوں کی آواز کو سن سکیں تو اس امر کی تائید کریں گے کہ تشکیل پاکستان کے لئے کوشش کرنا نہ صرف لازم تھا بلکہ هر مسلمان کا فرض تھا کیونکہ انڈین کانگریس جب هندوستان کی آزادی کے ابتدائی پروگرام اور اسکیمیں تیار کررهی تھی تو مسلمانوں کے نمایندوں کی (جن کے لیڈر مسٹر جناح تھے) تجویز کہ ,, مسلمان اکثریت کے علاقوں

ملتی را روی نقشه فکر و قریحه خود ترسیم نمود که درست ده سال بعد با دست محمد علی جناح قائد اعظم پاکستان عملی گردید.

شاید برخی اشخاص که اطلاع کاملی بر اوضاع مردم هندوستان و اقلیم پهناور آن ندارند گمان کنند که مسئله ایجاد پاکستان روح دو ملیت را در افراد جامه ای که باید باهم زندگانی نمایند تولید کرده باشد ولی اگر بداد دل مسلمانان هندوستان برسند بلا شک و تصدیق خواهند کرد که مبادرت باین امر نه فقط لازم بلکه فریضه هر مسلمانی بوده است زیرا کنگره هندوستان که مقدمات استقلال هند را طرح ریزی مینمود بهیچ وجه حاضر نه گردید پیشنهاد نمایندگان اسلامی را که جناح در راس آنها بود دایر

کی مانند اسے شاہ ولایت (حضرت علی) سے خاص ارادت اور محبت تھی اس کے متعلق کہتا ھے :—

مرسل حق کردہ نامش بو تراب

حق ید اللہ خواند در ام الکتاب

(یعنی خدا کے رسول نے اس کو بو تراب کا نام دیا اور خدا نے اس کو قرآن میں یداللہ کا نام دیا) شیعوں کی مانند حسین ابن علی کے مصائب سے بہت متاثر تھا ۔ اور آنحضرت کے فلسفہ شہادت کے متعلق وہ کہتا ھے :—

مدعایش سلطنت بودی اگر

می نکردی با چنین سامان سفر

دشمنان چون ریگ صحرالاتعد

همرهان اوبه یزدان هم عدد

(یعنی اگر اس کا مقصد سلطنت ھوتا تو وہ اس حال میں سفر نہ کرتا کہ دشمن تو صحرا کی ریت کے مانند بے شمار تھے اور اس کے همراهی یزدان کے اعداد کے برابر) اس حکیمانہ بات کے مطابق کہ ,,ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ،، ۔

اس خیال سے کہ اس حکیم کے گلستان سے ایک گلدستہ علم و ادب کے دوستوں کے سونگھنے کے لئے تھیہ ھوسکے یہ چند دلپذیر اشعار جن کا

ارادات و علقه خاصی بشاه ولایت داشت و در معرفی او میگفت :

مرسل حق کرد نامش بو تراب الخ

مانند شیعیان از مصیبت حسین ابن علی متاثر بود و در فلسفه شهادت آنحضرت میگفت : مدعایش سلطنت بودی اگر الخ

بمصداق جمله حکیمانه معروف ,,مالا یدرک کله لا یترك کله،، دسته گل از گلزار آن حکیم بمشام دوستان علم و ادب رسیده باشد این چند بیت دلپذیر

تھا ۔ اور مختلف فرقوں کی ایک دوسرے پر ترجیح کا قائل نہیں تھا ۔ وہ سید جمال الدین اسد آبادی معروف بافغانی کی طرح خیال کرتا تھا کہ تمام اسلامی فرقے ایک ھی درخت کی شاخیں ھیں اور خواہ کچھ ھی کیوں نہ ھوں ان کا پھل مشترک ھے ۔ اقبال کو امید تھی کہ اسلام کا مستقبل روشن ھوگا اور اس کو عظمت اور وسعت حاصل ھوگی ۔ وہ کہتا تھا کہ میرے ضمیر کے ذریعہ مجھکو الہام ھوا ھے کہ ھندوستان کے مسلمان جلد ازاد ھوجائینگے اور ان کو حکومت اور بلندی نصیب ھوگی ۔ کہتا ھے ۔

میرسد روزی کہ زنجیر غلامان بشکند
دیدہ ام از روزن دیوار زندان شما

یعنی وہ مرد غلاموں کی زنجیروں کو توڑ دے گا پہنچنےوالا ھے میں نے تمھارے زندان کی دیوار کے روزن سے دیکھ لیا ھے ۔

نہ فقط اسلام سے رابطہ کے اقتضا سے بلکہ تمام ایرانی عرفا اور شعرا

از تشیع دور بداند یا مزیتی برای یکی از فرق اسلام بر فرقہ دیگر قائل شود. مانند سید جمال الدین اسد آبادی معروف بافغانی معتقد بود کہ تمام فرق اسلام شاخہ ھای یک درختند و ھر چہ باشند باشجرہ یک میوہ و یک ثمر را بار میدھند. دکتر اقبال نسبت بآیندہ اسلام و توسعہ و عظمت آن خوش بین بود و نجات ھند را از مسائل مسلم حتمی می شمرد و میگفت بمن از راہ وجدان الہام شدہ است کہ مسلمین ھند نبرودی آزاد میشوند و بمرتبۂ آقائی و سروری میسرسند.

نہ فقط بمقتضای رابطہ خود با اسلام بلکہ مانند تمام شعراء عرفانی ایرانی

اتنی دل بستگی نہ تھی جتنی فارسی سے ہے لیکن وہ ایران نہیں آیا اور ایرانیوں کی مصاحبت اور ہمدمی اس کو میسر نہ ہوئی۔

لازم ہے کہ ایران اور پاکستان کی دو ملتوں کے خیر خواہ اصحاب دوستی اور یک جہتی کے روابط کو زیادہ سے زیادہ تقویت دیں اور آئندہ آنیوالی نسلوں کو اس کے اچھے ثمر سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیں تاکہ اس طرح اقبال کا مقصد پورا ہوجائے۔

یا رب دعای خسته دلان مستجب کن

زبان فارسی دلبستگی نداشت و در صورتیکه بایران نیامده و با ایرانیان محشور و دمساز نشده بود. امید است که خیر خواهان ملتین دوست و برادر ایران و پاکستان منظور او را در تقویت روابط دوستی و یکجهتی بیش از پیش عملی و نسل های آئنده را از ثمرات مطلوب آن برخوردار سازند.

یارب دعای خسته دلان مستجاب کن

مضمون نیا اور کم نظیر ھے کتاب زبور عجم سے اقتباس کرکے پیش کرتا ہوں,, غالباً اس کا خطاب ملت ایران سے ھے :—

میشود پردۂ چشمم پر کاھی گاھی
دیدہ ام ھر دو جہان را بنگاھی گاھی
وادی عشق بسی دور و دراز است ولی
طی شود جادۂ صد سالہ بآھی گاھی
در طلب کوش و مدہ دامن امید ز دست
دولتی ھست کہ یابی سر راھی گاھی

ترجمہ — ۱ - ,, کبھی تو ایک کاہ کا تنکہ ھی میری آنکھوں کا حجاب بن جاتا ھے - اور کبھی ایسا ھی ہوا ھے کہ ایک نگاہ میں میں نے دونوں جہانوں کو دیکھہ لیا ھے -

۲ - وادی عشق بہت دور و دراز ھے لیکن کبھی سوسال کا راستہ ایک آہ میں طے ھو جاتا ھے -

۳ - ھمیشہ طلب میں کوشش کرتے رھو اور امید کا دامن ھاتھہ سے مت چھوڑو - ایک ایسی دولت بھی ھے جو ممکن ھے سر راہ ھی تمہارے ھاتھہ لگ جائے -

ڈاکٹر اقبال اپنی قومی زبان اردو کے علاوہ کئی زبانیں مثلاً عربی جرمن اور انگریزی اچھی طرح جانتا تھا لیکن اس کو کسی اور زبان سے

را کہ در مضمون خود بکر وکم نظیر است از کتاب زبور عجم او استخراج و تقدیم میشود گویا مخاطب او هم ملت ایران باشد :

میشود پردۂ چشمم پر کاهی گاهی

دکتر اقبـال با اینکہ علاوہ بر زبان ملی خود اردو چندین زبان دیگر از قبیل عربی آلمانی انگلیسی را خوب میدانست معهذا بهیچ یک باندازہ

اقبال کے هم وطنوں نے اس کے اصلاحی اور سیاسی اور انقلابی خیالات سے استفادہ حاصل کیا اور پاکستان آزاد کا وجود میں آنا یہی اقبال هی کے افکار کا نتیجہ هے ۔ اسلامی ممالک اور دیگر مشرق کے لوگ اقبال کو ایک بہت بڑا خاص فکر اور طرز کا شاعر مانتے هیں لیکن هم ایرانیوں کے لئے اقبال ایک خاص اهمیت رکھتا هے ۔

اقبال هے جس نے هندوستان میں فارسی زبان کو زندہ کیا اور اسے نئی رونق بخشی اور اپنے فارسی اشعار کے ذریعے سے اپنے هم وطنوں کے دل میں ان کے ایران سے روحانی تعلق کو تازگی عطا کی ۔ فارسی کے اردو کے ساتھ ارتباط کو جو آهستہ آهستہ ٹوٹ رها تها دوبارہ مضبوط کیا ۔ اس نے ایران کے استاد شعرا اور ان کے مخصوص طرز شعر گوئی کو هند میں زندہ کیا ۔ اس نے فارسی کے ادبی مضامین اور افکار کو دوبارہ ایک نادر اور نئی شکل میں بیان کیا ۔

اهل وطن اقبـال از افکار اصلاحی و انقلابی او بهره مندند و استقلال پاکستان یکی از نتائج فکری اوست. کشور های اسلامی بلکه عموم مردمان مشرق او را شاعر بزرگ و صاحب فکر و سبک میدانند ولی اقبـال برای ما ایرانیان اهمیت مخصوصی دارد.

او محی و مجدد زبان فارسی در هند است و با اشعار فارسی خود رشته ارتباط معنوی و در دل هموطنان خود تجدید نمود. رابطه فارسی را با اردو که رفته رفته گسسته میشود دوبار محکم کرد روش و سبک سخن اساتید ایران را در هند زنده ساخت و افکار و مضامین ادبی فارسی را بصورتی بدیع باز گفت و شرح و تفسیر کرد.

اقتباس از سخنرانی آقای محمد حسین مشائخ فریدنی

آقای فریدنی ۱۹۴۹-۱۹۵۴ تک سفارت کبری ایران کراچی میں مشاور فرهنگی (کلچرل کونسلر) کے عہدے پر کام کرتے رہے اور ایران اور پاکستان کے درمیان ادبی اور کلچرل تعلقات کو بہتر بنانے میں انہوں نے نمایاں خدمات انجام دی ہیں ۔

آقای فریدنی کو عربی اور فارسی ادبیات پر عبور ہے اور فارسی زبان میں شعر بھی کہتے ہیں ۔ انہوں نے اقبال کے متعلق کئی مقالے لکھے ہیں اور جلسوں میں تقریریں کی ہیں ۔ ذیل کا اقتباس ان کی آخری تقریر سے کیا گیا ہے جو انہوں نے ۱۹۵۵ میں یوم اقبال کے موقع پر تہران میں کی ۔

اقبال نے فارسی زبان کو اس زمانے میں جب کہ یہ زبان صرف قبروں یا مزاروں کے کتبے اور لوحیں لکھنے یا یونانی حکیموں کے نسخوں تک محدود ہوگئی تھی ایک ادبی زبان کی حیثیت سے دوبارہ زندہ کیا۔ اقبال فارسی زبان کی تاریخ کے اس تاریک دور میں پنجاب میں پیدا ہوا اور فارسی زبان میں شاعری اور شیریں زبان میں اپنے گرانبہا خیالات بیان کرکے اس نے فارسی زبان کے نیم مردہ چراغ کو دوبارہ فروغ عطا کیا۔

. . . . ,, اقبال زبان فارسی را که در ان عصر فقط برای نوشتن لوح قبر یا کتبه مزار یا نسخه حکیمان یونانی بکار میرفت دوباره بشکل یک زبان ادبی زنده کرد. در چنین دوران تاریکی بود که مرحوم شیخ محمد اقبال در پنجاب پیدا شد و با سرودن اشعار فارسی و نشر افکار گرانبهای خود باین زبان شیرین چراغ نیم مرده زبان فارسی را دوباره پر فروغ کرد.

اشعار میں آرزو کی ہے کہ تمام مشرقی اقوام متحد ہوجائیں اور اپنے اختلافات وغیرہ کے حل و فصل کے لئے تہران میں ایک مرکزی اتحادیہ قائم کریں -

مختصر یہ کہ اقبال اگرچہ سیالکوٹ میں پیدا ہوا اور اس نے لاہور میں وفات پائی اور ہرگز ایران نہیں گیا اور نہ ہی ایرانیوں سے ملنے ملانے کا اسے موقع ملا وہ فارسی کے عظیم‌الشان اور صاحب طرز و مخصوص شعراء میں سے ہے - اور وہ فلسفی سیاسی اور ادبی لحاظ سے ہمیشہ ایران سے مربوط رہتا ...

میکند که ملل شرق همه گرد هم جمع شوند و تهران را مرکز این اتحادیه و محل فصل خصومات و حل اختلافات قرار دهند .

خلاصه آنکه اقبـال با اینکه در سیالکوت متولد شده و در لاهور بدرود زندگی گفته و هرگز بایران نیامده و کمتر با ایرانیان معاشرت داشته است. از شعرای بزرگ و صاحب فکر و صاحب سبک فارسی است. و هم از لحاظ فلسفی و هم از نظر سیاسی و ادبی همواره خود را پیوسته بایران میدانسته است.

اس کے جاویداں کلام میں خواہ وہ اردو میں ہو یا فارسی میں ایران کے بڑے بڑے شعراء کا اثر ظاہر ہے مگر اقبال نے خاص طور پر مولانا جلال الدین بلخی رومی سے فیض حاصل کیا ہے اور اسے اپنا پیر اور مرشد مانتا ہے۔ اس کے علاوہ سیاسی لحاظ سے بھی اقبال کی توجہ ایران کی طرف رہی۔ وہ خوش تھا کہ ملت ایران کو اتحاد نصیب ہوا ہے اور قوم کو ایک طاقتور اور خیر اندیش راہنما میسر ہو گیا جس نے اس قدیم مملکت کی آبادی اور رفاہ کے لئے اقدام کئے ہیں اور ہرج مرج (داخلی گڑبڑ) کو ختم کردیا ہے اقبال کہتا ہے۔

آنچه بر تقدیر مشرق قادر است
عزم و حزم پہلوی و نادر است
پہلوی آن وارث تخت قباد
ناخن او عقدۂ ایران کشاد

پیمان سعدآباد کو امید افزا خیال کرتے ہوئے اقبال نے اپنے اردو

در آثار جاویدانش چه آنها که بفارسی و چه آنها که اردو است همه جا از اساتید و بزرگان ایران الهام گرفته و بخصوص از مولانا جلال الدین بلخی رومی کسب فیض میکند و او را پیر و استاد میداند.

بعلاوه اقبال از لحاظ سیاسی نیز متوجه ایران بود. اظهار خوشنودی میکرد امور ایران جمع آمده و قائدی توانا و رهبری خیر اندیش پیدا شده که این کشور کهن را آباد میسازد و هرج و مرج را بر میاندازد.

آنچه برتقدیر مشرق قادر است الخ

پس از انعقاد پیمان سعد آباد با خوشبینی هر چه تمامتر در شعر اردو آرزو

اقبال کی رائے میں انسان کو نہیں چاہئے کہ وہ بالکل مادیات کے زیر اثر آجائے اور نہ ھی اسے اپنے آپ کو ، فنا ، سمجھنا چاہئے۔ بلکہ اسے چاہئے کہ اپنی شخصیت کو ترقی اور عظمت سے ہمکنار کرے اور خدائی انوار کو اپنی ذات میں جذب کرلے تاکہ آخر کار حق اور حقیقت اور ایک عالی شخصیت کے مقام پر پہنچ کر سچ مچ خدائی کا مظہر بن جائے۔

اقبال مشرق کے لوگوں خصوصاً مسلمانوں کو خواب سے اور غفلت سے بیداری اور جہاد و مشکلات اور خطروں سے مقابلہ کرنے کے لئے ابھارتا اور اکساتا ھے۔ اقبال کے نزدیک سختیوں کا برداشت کرنا انسان کی ترقی اور کامیابی کے لئے ضروری ھے۔ جیسا کہ فرماتا ھے۔

از بلاها پخته تر گردد خودی

تا خدا را پرده در گردد خودی

رومی ان لوگوں کا جو جبری عقیدہ رکھتے ھیں اور کوشش و اختیار اور انسانی ارادہ کی قوت کے قائل نہیں ، مخالف ھے۔ اقبال نے رومی کے

اقبال عقیده مند است که انسان نباید کاملا تحت تاثیر زندگی مادی قرار بگیرد و نه خود را فنا بداند. بلکه باید شخصیت خود را رشد بدهد و بزرگ کند و انوار الهی را در خود جذب بکند و بالاخر نمونه حق و حقیقت و شخصیت عالی و مظهر خدائی گردد. اینست که اقبال شرقیان و بالاخص مسلمانان را به بیداری از خواب گران غفلت و اقدام به مجاهده و کوشش و استقلال و عدم ترس از خطرات تشویق و تحریک میکند. او تحمل شدائد را وسیله تکامل و می داند و میفرماید. از بلاها پخته تر گردد خودی الخ

مولوی با آن دسته از مردمی که جبری بوده و بتاثیر کوشش و اختیار و ارادهٔ انسانی درکارهایش معتقد نیستد مخالف است. اقبال این عقیده را

از مقاله آقای محمد تقی مقتدری

آقای مقتدری کئی سال کابل میں ایران کے کلچرل کونسلر رہے ہیں - آپ کو صوفیا کی شاعری سے خاص لگاؤ ہے اور اقبال کے کلام کا مطالعہ بھی انہوں نے زیادہ تر تصوف کے نکتہ نظر سے کیا ہے -

,,اقبال نے اپنی تصنیفات میں مختلف موضوعات پر بحث کی ہے - فرد اور ملت ' ملیت اور وطن اور مذہب اور سوسائٹی ، تعلیم و تربیت، فلسفہ اور معرفت و تصوف اور مابعد الطبیعات ، سیاست ، اقتصادیات وغیرہ وغیرہ کے مسائل پر بھی اس نے توجہ دی ہے -

اقبال کی عرفانی روش کی بنیاد خودی کی تربیت اور ترقی پر قائم ہے - اس کا عقیدہ یہ ہے کہ ,, وجود ،، ہمیشہ جنبش و حرکت اور جستجو میں میں رہتا ہے - اور خودی سے مراد زندگی کی متحرک قوتوں سے ہے جو ہمیشہ سرگرم عمل ہیں ، سکون اور آرام خودی کے لئے موت ہے اس لئے انسانی زندگی جدو جہد و مبارزہ اور سخت کوشی کے مترادف ہے -

---

در آثار علامه اقبال از مباحث مختلف سخن رانده شده از فرد و ملت و وطن و مذهب گرفته تا اجتماعات از آموزش و پرورش و فلسفه و عرفان گرفته تا تصوف و بحث در ماوراء الطبیعه و سیاسیات و اقتصادیات و غیر هم، روش عرفانی مبتنی بر پرورش و تربیت خودی است. چه او معتقد است که وجود همواره در حرکت و تلاش است و خودی عبارت از یک سلسله جریانهای نیروی حیاتی است که دائما در فعالیت و حرکت بوده و سکون ندارد و و آرامش و او مرگ و فنای اوست لذا زندگی انسان عبارت است از نبرد و ستیز و سخت کوشی.

محمد حجازی مطیع الدولہ

کی ڈائری کا ایک ورق

آقای محمد حجازی مطیع الدولہ نثر فارسی میں اپنی طرز کے استاد ہیں اور ملک کے طول و عرض میں آپ کو غیر معمولی ہر دلعزیزی حاصل ہے۔ ملک الشعرا بہار حجازی کی نثر کو اسکی جاذبیت، شیرینی اور روانی کے پیش نظر بہترین قسم کی شاعری کا نمونہ گردانتے ہیں

دورہ دکن ہندوستان میں حکومت کا مہمان تھا اور سیر و سیاحت میں مشغول۔ . . ایک خوبصورت میدانی علاقہ سے گذر ہوا۔ ایک پیچ و خم کھاتی ہوئی سڑک سے ہوتے ہوئے ایک پہاڑی پر ایک چھوٹے سے مکان میں پہنچے۔ مکان کے باہر ایک خیمہ نصب تھا۔ اسمیں میز کے اوپر مختلف قسم کے پھل اور رنگ رنگ مٹھائیاں چنی ہوئی تھیں . . . . . . میری نگاہیں اور میرے تصورات آس پاس کے جنگلوں میں سبزہ زاروں اور جھیلوں میں آنکھ مچولی کھیل رہے تھے . . . . ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میں آسمانوں پر سیر رہا ہوں . . . . . . ایک زندہ انسان کے لئے اس سے بہتر بہشت میسر نہیں

در ہندوستان در کشور دکن مہمان دولت بودم و سیر و سیاحت میکردم.
از دشت خرمی گذشتیم و از پیچ و خم ای بالا رفتیم تا بعمارت کوچکی رسیدیم . در جلو عمارت چادر بزرگی برپا بود . رنگ و بوی آنہمہ میوہ و شیرینی و خوردنی کہ روی میزہا انباشتہ بود با نقش و نگار منظری بہشت آسا در ہم میشد . . . . . .

خیالات کو نئی آب و تاب بخشی ہے اور ایک قدم رومی سے بھی آگے بڑھایا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اگر جد و جہد نہ ہو تو زندگی بے معنی ہے اور یہ کہ زندگی جس قدر دشوار اور جد و جہد سے پر ہو اتنی ہی بلند تر اور لذت بخش تر ہوگی۔ ایک جگہ فرمایا ہے۔

پرسیدم از بلند نگاهی حیات چیست

گفتا ، مئی که تلخ تر او نکو تراست

اقبال کا تخیل نہایت پر جوش اور اس کے افکار سیل تند رو کی مانند ہیں۔ اقبال جبری اور اختیاری عقائد کے طرفداروں کے مباحث میں شمولیت نہیں کرتا اور ان کی قیل و قال کو ،،حرف بافی،، گردانتا ہے۔ اس کے نزدیک ذات انسانی کی ترقی لگاتار تگاپو اور مسلسل انقلاب میں مضمر ہے۔

سراپا معنی سر بسته ام من

نگاه حرف بافان بر نتابم

نه مختارم توان گفتن و نه مجبور

که خاک زنده ام در انقلابم

آب و رنگ تازه ای بخشیده و قدمی بر تر نهاده و معتقد است که اگر کوشش نباشد زندگی نیست. و عقیده دارد که زندگی هر چند دشوار تر باشد و مجاهده آن بیشتر باشد بهتر و لذت بخش تراست. چنانکه میفرماید.

پرسیدم از بلند نگاهی حیات چیست الخ

اقبال حقا مغزی پر جوش و اندیشهٔ بمانند سیل خروشان داشته است او از قیل و قال جبریون و اختیاریون خود را بر کشیده و گفتار آنان را ،، حرف بافی،، دانسته وجود خود را منقلب و در تگاپوی مدام معرفی کرده.

کیا کہ کیا حال ہے؟ میں نے اصل بات بنا دی۔۔۔ ایک محزون تبسم کے ساتھ جواب دیا اے کاش تم ہر شخص اور ہر ملک کو اپنا دوست اور وطن خیال کر سکو۔۔۔

میں شرمندگی اور ندامت سے آزردہ خاطر ہو گیا۔ کیونکہ میں نے محسوس کیا کہ میرے اور اس مقام کے درمیان (جسکا ذکر غلام محمد نے کیا ہے) کئی سالوں اور میلوں کا فاصلہ ہے۔ اسی حالت اور گفتگو میں مشغول تھے کہ ریڈیو کی آواز گونج اٹھی۔۔۔ گویا یہ میرے بیمار دل کی شفا کا پیغام تھا۔ ریڈیو پر فارسی پروگرام نشر ہو رہا تھا اور اقبال کے پر معنی اشعار گائے جا رہے تھے۔۔۔ یہ ایک آسمانی نغمہ تھا جس نے اس بہشت آسا منظر کو میرا دوست اور ہمنوا بنا دیا۔۔۔۔ صحیح ہے کہ جہاں ہماری زبان میں شعر گائے جائیں وہ جگہ ہمارا وطن ہے ہمارا گھر ہے۔ جو ہماری زبان میں شعر کہے ہمارا دوست ہے محبوب ہے اور ہم وطن ہے—

--

فغان مرا از دهان بسته ام شنید و از حالم پرسید. حقیقت را گفتم تبسم محزونی کرد و گفت ای کاش همه جا و همه کس را یار و دیار خود بدانید. .

شرمنده و از خود آزرده شدم زیرا دیدم من و این مقام از هم سالها و فرسنگها فاصله داریم در این احوال گفتگو بودیم که صدای رادیو بلند شد گوئی شفای دل بیمار من باشد . برنامهٔ فارسی بود و اشعار پر مغز دکتر اقبال شاد روان خوانده میشد . یعنی ندای آسمانی بود که آن منظر بهشت آسارا با من دوست و همزبان میکرد . آری آنجا که بزبان شما شعر بسرایند خانه و وطن شماست. کسیکه بزبان ما شعر بگوید دوست و محبوب و هم وطن ما است.

هو سکتا۔۔۔ناگہاں ایک پرندے کی شیریں آواز بلند ہوئی۔۔۔۔۔ہر چند کوشش کی مگر اس آواز کو نہ پہچان سکا۔۔۔نہ سمجھ سکا۔۔۔یکایک ایک غم آلود پردے نے اس تمام بہشت کو چھپا لیا۔۔۔۔۔۔میں نے محسوس کیا کہ اس بہشت کی آواز مجھسے آشنا نہیں۔۔۔۔۔ایک دلربا دوشیزہ کی آواز تھی جو دوسروں سے اپنے راز بیان کر رھی تھی۔۔۔۔لیکن وہ میری آہ اور نگاہ کے معنی نہیں جانتی تھی۔۔۔۔

وطن کے دشت و سبزہ اور پرندوں کی یاد میرے دل میں تازہ ہوگئی۔۔۔۔میرے دل کی گہرائیوں سے نالہ و فغاں بلند ہونے لگا۔میرا عزیز میزبان آقای غلام محمد تھا جو اس زمانے میں دکن میں وزیر مالیات تھا۔یہ عالی مقام شخص (جسکی روح میں کشور داری اور صاحبدلی کا امتزاج پایا جاتا ھے) میری زبان بستہ فغاں کو سمجھ گیا۔۔مجھ سے دریافت

چشم بہ پیش و فکر بدنبال مدتی در سبزہ ها و دریاچہ ها و جنگلها میرفتم و میگشتم و در پرواز بودم برای زندہ و آسودہ بودن بهشتی از آن خوشتر نمی شد . ناگهان بهشتم با من بزبان آمد و آواز مرغی برخاست. من هر چہ گوش دادم آن آواز را نشناختم و نفهمیدم۔۔۔۔۔۔

ساز وجودم بنالہ در آمد و زارید . پردہ ای از غم بر آنهمه زیبائی پوشید دیدم کہ زبان و آن بهشت با من آشنا نیست. دختر دلکشی است کہ با دیگران راز میگوید و معنی آہ و نگاہ مرا نمیفهمد .

بیاد دشت و کوہ و سبزہ و مرغان وطن افتادم و فغان از نهادم برخاست . مهماندار عزیزم آقای غلام محمد کہ در آن زمان وزیر دارائی دکن بود (این مرد بزرگ کہ هنر کشور داری را با مقام صاحبدلی توام دارد)

اقتباس از نامهٔ جناب آقای حبیب‌الله آموزگار

(آقای حبیب اللہ آموزگار ایران کے مایہ ناز علماء اور ادبا میں سے ہیں۔ آپ کی ادبی خدمات میں سے آپ کی مشہور تالیف "فرہنگ آموزگار" ہے۔ آپ ایک مدت تک ایران میں وزیر تعلیم بھی رہ چکے ہیں اور آجکل ایرانی سینٹ کے ممبر ہیں۔ مگر آپ کی علمی اور ادبی حیثیت ان کے دوسرے مقامات سے کہیں بالا تر ہے۔ ذیل میں انکے ایک خط سے جو موصوف نے مؤلف کو لکھا اقتباس پیش کیا جاتا ہے):-

"اس فخر عرفانی کو جو ایک طویل مدت کی انتظار کے بعد مجھے نصیب ہوا علامہ اقبال کی پاک اور درخشاں روح کا اثر ہے جس نے پاکستان کی خاک سے طلوع ہو کر ایرانیوں کے دل و دماغ پر روشنی ڈالی۔ اقبال کے کلام پر جو اس نے فارسی جیسی شیریں زبان میں کہا ہے دنیا بھر کے فارسی زبانداں کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتا ہوں—

اقبال جیسی عظیم ادبی شخصیت کا پاکستان میں پیدا ہونا کوئی عجیب بات نہیں۔ ایران اور پاکستان بظاہر دو بدن ہیں مگر ان کی روح

"این فخر عرفانی که پس از مدتها انتظار نصیب پاکستان گردید از اثر روح پاک و درخشان استاد محمد اقبال میدانم که از خاک پاکستان بر روان مردم ایران تابیده و گفته های عرفانی آن استاد را که بزبان شیرین فارسی سروده بفارسی زبانان جهان تهنیت میگویم—.

"آری پیدایش این گونه نوابغ ادبی از خاک پاکستان شگفت ندارم. چه ایران و پاکستان هر دو یک روحند اندر دو بدن و یک زبانند اندر دو دهن.

میں لاھور کے فارسی گو شاعر کے کمال و دانش اور اسکی بلند روح کے متعلق کچھ نہیں کہونگا ، میرے دوسرے احباب کہہ چکے ھیں اسکی تعریف و ستائیش کا حق ادا کر چکے ھیں میں اس پاک روح کا شکر گذار ھوں کہ اسکی بدولت میرا وقت ھندوستان میں خوشی اور خرمی میں گذر گیا۔ میں اقبال لاھوری کا ممنون ھوں کہ وہ اپنی نغز فارسی اور اپنے بدیع افکار کے ذریعے ھمارے دوست ملک کو جو فارسی کے زوال کے باعث ھم سے بیگانہ ھو رھا تھا دوبارہ محبت اور مہر کی راہ پر لے آیا۔

من از کمال و دانش و روح بلند شاعر پارسی گوئی لاھوری سخن نمی گویم دیگران گفته و شرط ستایش را بجا آورده اند . من از آن روان پاک شکرگذارم که آنروز و روزهای دیگر مرا در هندوستان خوش و خرم کرد . از دکتر اقبال لاھوری که روانش انوشه باد سپاسگزارم که با فارسی نغز و افکار بدیع خود کشور دوست و برادر ما را که با زوال فارسی براه بیگانگی میرفت دو باره ما بر سر مهر و دوستی آورد .

ایک ہے ۔ انکے دھن دو ھیں مگر زبان ایک ہے دونوں ایک مشترک منبع فیض سے فیض یاب ھیں اور دونوں کو ھم نژادی کا بھی فخر حاصل ہے۔

ایک قدیم زمانے سے نژادی، زبانی اور مذھبی وحدت کے زیر اثر ان دونوں ملتوں میں اخلاق، روحی اور اجتماعی یگانگت پیدا ھو چکی ھے جسکا بہترین پرتو ھمیں اقبال کے کلام میں ملتا ہے ۔ گذشتہ دو سو سال کے عرصہ میں کچھ تاریک بادل ھم پر منڈلاتے رہے ھیں لیکن وہ ان دو برادر اور ھم مذھب ملتوں کے دلوں پر کوئی ایسا اثر نہیں ڈال سکتے جس سے ان کے درمیان جدائی کا بیج بویا جا سکے ۔

هر دو از یک منبع فیض عرفان بهرہ مند و از تخمهٔ یک نژاد سر بلندند.

از دیر زمان وحدت نژاد و زبان و مذهب عامل مهم وحدت اخلاق و روحی و اجتماعی این دو ملت بوده که به بهترین طرزی در آثار علامه اقبال پرتو افگن است و ابرهای تیره در یکی دو قرن آخر هم هرگز نتوانست لوح ضمیر و خاطر منیر این دو قوم برادر و هم کیشش را به زنگ جدائی و دوری لکه دار کند . در این میان شما چه سعادت و اقبالی داشتید که آثار علامه اقبال را بزبان اقبال منتشر سازید و باعث غبطه و تحسین دوستان گردید!—.

اقتباس از سخرانی ڈاکٹر ناظر زادہ کرمانی

(ڈاکٹر ناظر زادہ کرمانی اپنی وطن پرستانہ خدمات کی بدولت جو انہوں نے ایرانی تیل کو قومی ملکیت میں لانے کے سلسلہ میں انجام دی ہے ملک بھر میں احترام کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں ۔ لیکن علمی ادبی محافل میں وہ ایک باذوق شاعر اور زبردست نثر نویس اور فصیح البیان ناطق کی حیثیت سے مشہور ہیں ۔ انجمن ادبی ایران و پاکستان کی صدارت کے فرائض بھی دو سال سے آپ ہی انجام دے رہے ہیں ۔ تیل کے قومی ملکیت میں آجانے کے بعد انہوں نے سیاسی کشمکش سے کنارا کشی اختیار کر لی اور آجکل دانشکدہ ادبیات (کالج فار لٹریری سٹڈیز) میں تدریس کے کام پر مامور ہیں۔ ذیل میں ان کی تقریر سے جو انہوں نے ۱۹۵۴ء میں یوم اقبال کے موقع پر تہران یونیورسٹی حال میں کی مختصر اقتباس درج کیا جاتا ہے)۔

,, ایک ملک اور قوم کا حقیقی سرمایہ نہ اسکے دریا اور جنگل اور سرسبز زمین یا کانیں اور نہ ہی سونا اور چاندی وغیرہ ہیں ۔ اقوام کا بہترین سرمایہ بلند شخصیت والے فداکار فرزند ہیں جو اپنی بلند ہمتی اور قربانی کی بدولت اپنی قابلیت اور اہلیت کی شمع دوسروں کی راہنمائی کے لئے سر راہ رکھ دیتے ہیں۔

,, سرمایہ حقیقی یک مملکت و ثروت واقعی یک ملت نه رود خانه است و نه جنگل و نه معادن و نه زمین های حاصلخیز و نه طلا و نقره و امثال آن بلکه بهترین سرمایه ملت ها رجال با شخصیت و بزرگوار و از خود گذشته ای هستند که در سایه همت بلند و روح فدا کار فروغ نبوغ را چون چراغ هدایت قرار راه دیگران داشته اند و سوز و شور و خاطر آنان چون صور رستاخیز در

بلند مقام اشخاص کے درخشاں افکار تاریکی کو نور میں اور بیگانگی کو
آشنائی میں تبدیل کر دیتے ہیں انکو ہم کسی ایک مخصوص ملک کی ملکیت
قرار نہیں دے سکتے - ایسے لوگ تمام دنیا کی ملکیت ہیں - لیکن جہاں تک
اقبال کا تعلق ہے اسکے علاوہ اس بات کا ذکر لازم ہے کہ اہل ایران،
مخصوصاً وہ جنکو شعر و ادب میں دلچسپی ہے اقبال سے خاص عقیدت
اور اخلاص رکھتے ہیں - کیونکہ اس زبردست اور صاحب [illegible]
شاعر نے اپنی اعلی منطق اور بلند طبیعت کے ذریعے فارسی شعر کے دلکش
نغمہ کی طرف اپنے ہموطنوں کی توجہ مبذول کی ہے - اور ایسا کرنے میں
یعنی فارسی سخنسرائی میں اپنا مسلک اپنی شاعری کے کمال اور حسن انتخاب
کے علاوہ انتہائی ذوق شعری کا اظہار کیا ہے۔

اگرچه مردان بزرگی که افکار درخشان آنان تیرگیها را مبدل
بروشنی و بیگانگیها را بجای آشنائی میکنند دیگر نمیتوانند تنها بملت و کشور
خود اختصاص داشته باشند بلکه بهمه جهان و جهانیان تعلق خواهند داشت
اما نسبت علامه اقبال گذشته ازین مردم ایران، خاصه کسانیکه با شعر و
ادب بیشتر سر و کار دارند، اخلاص خاص میورزند زیرا این شاعر زبردست و
توانای پاکستان با طبع غرا و منطق شیوای خویش بار دیگر دلهای هموطنان
خود را بآهنگ دلکش شعر جان بخش پارسی متوجه کرده و ازا اینراه کمال
هنر و حسن و انتخاب و نهایت ذوق خود را آشکار ساخته است .

اور جنکے قلوب کے سوز وگداز صور اسرافیل کی مانند لوگوں کو بیدار کرتا ھے

یہ امر ھمیں تسلیم کرنا پڑتا ھے کہ علامہ اقبال کا شمار ایسے ھی مقبول لوگوں میں ھے - اقبال کے مسیحائی نفس نے کروڑوں فرزندان بشر کو بیدار کر کے اپنا معجزہ دکھایا ھے - اسکی عیسوی نفسی کا نمونہ آنکھوں کے سامنے عیاں ھے اور محتاج بیان نہیں —

محمد اقبال اسلام کے گرانقدر مبلغوں اور مشرق کے مشہور مبشروں میں سے ھیں - اقبال مغرب کے علوم و تمدن سے گہری نزدیکی حاصل کرنے کے باوجود ان سے مسحور نہیں ھوا - بلکہ مشرق کے فضل و عرفان کے لایزال سر چشمہ سے بہتر اور صحیح تر آشنائی پیدا کرنے میں کامیاب ھوا ھے - اور اس نے امید کے پیامبر فرشتے کی طرح اپنے جانفزا نغموں کی بدولت اپنی قوم میں حرکت اور کوشش کی روح بیدار کی —

بیداری مردم تاثیر بخشیده است.

باید قبول کرد که علامه محمد اقبال قابلیت آنرا داشت که در شمار این قبیل مقبلان در آید زیرا دم مسیحائی او در پر انگیختن اراده ملیونها نفوس بشری معجزۀ نشان داد و اثر وجود وی همین است که عیان است و حاجت به بیان نیست .

محمد اقبال از مبلغان گرامی اسلام و از مبشران نامی شرق است که پس از آشنائی فراوان با فرهنگ و تمدن و علوم مغرب زمین نه تنها مغلوب و مسحور نشد بلکه بهتر و روشنتر بسر چشمهٔ لایزال فضیلت و معرفت مشرق پی برد چون سروش امید با نغمه های جانفزای ملت خویش را بجنبش و کوشش بر انگیخت .

از مقاله آقای عبدالحسین نوائی

(آقای نوای امیر علی شیر نوائی کی اولاد سے ھیں اور ان کا شمار ملک کے بلند پایہ اھل قلم میں ھوتا ھے) ذیل میں انکے ایک مقالہ سے اقتباس پیش کیا جاتا ھے—

اقبال کی تصنیفات میں سے جاوید نامہ مجھے سب سے زیادہ پسند ھے ۔ ممکن ھے میرا یہ خیال صحیح نہ ھو کیونکہ میری معلومات محدود ھیں اور اقبال لاھوری ایسے بلند اور عظیم المرتب انسان کی تصنیفات کا جائزہ لینے کے لئے بہت زیادہ علم و مطالعہ کی ضرورت ھے—

جاوید نامے کی فصل (فلک عطارد اور فلک زحل) میں اس صدی کا عظیم‌الشان شاعر مشرق اپنے بلند اور عمیق اجتماعی نظریات کو نہ فقط ھندی مسلمانوں کے لئے بلکہ تمام دنیا کے مسلمانوں کے فائدے کے لئے بیان

درمیان کتب متعدد مرحوم اقبال شاعر بزرگ ملی پاکستان من جاوید نامه را پیش از همه می پسندم و از آن کتاب نیز بفصل فلک عطارد و فلک زحل علاقه مندم.

شاید هم در این تشخیص بخطا رفته باشم چه بضاعت من مزجات است و فهم درک آثار مردان بزرگی چون اقبال لاهوری پایه و مایه ای بیش از اینها میخواهد.

ازین لحاظ که در این قسمت اول شاعر بزرگ قرن اخیر مشرق زمین افکار بلند و عمیق اجتماعی را نه فقط برای هندیان بلکه برای کلیه مردمان مسلمان

کرتا ھے ۔ اور ایک عجیب بلند نظری کے ساتھ انکو چھوٹے چھوٹے اختلافات جو وطن اور سیاسی سرحدوں اور مذھبی مناقشات سے متعلق ھیں ، کے خطر سے آگاہ کرتا ھے اور ساتھ ھی مغرب کے علم و دانش سے (بغیر کور کورانہ تقلید کے) استفادہ حاصل کرنے اور دین مبین اسلام کے اصولوں کو حفظ کرنے کی تلقین کرتا ھے۔

اقبال اسی فصل کے دوسرے حصے میں ھندوستان کی حالت کو نہایت موثر طریقے سے مجسم کرتا ھے ۔ اقبال کی نگاہ میں دنیا بے معنی مباحث اور اختلافات سے کہیں زیادہ اھمیت رکھتی ھے ۔ اقبال کی نگاہ ایک بلند فکر عارف کی نگاہ ھے وہ زندگی کے ظواھر سے استغنا اور در عین حال حقیقت زندگی کا وقوف حاصل کرنیکا راستہ اپنے ھموطنوں اور ھم مذھبوں کو دکھاتا ھے ۔ اقبال نے ایک بہت بڑے کام کا بیڑا اٹھایا اور الحق اسے خوب انجام دیا۔

جهان بیان میکند و با یک بلند نظر عجیبی آنان را از اختلافات ناچیز از بگو مگوهای مربوط بوطن و مرزهای سیاسی و مناقشات مذهبی بر حذر داشته ایشانرا به تبعیت از جهان دانش مغرب زمین ولی بدون تقلید صرف نگهداشتن اصول دین مبین اسلام دعوت میکند.

در قسمت ثانی وضع هند را بصورت موثری مجسم مینماید. در نظر او دنیا بزرگتر از گفتگو های بی حاصل و اختلافات جزئی است. نظر اقبال نظر عارف منیع الطبعی است که در عین استغنای از ظواهر زندگی دانستن حقیقت حیات و سر بهتر استفاده کردن از آن را برای هموطنان و هم مذهبان خویش روشن میکند. این وظیفه بزرگی است که اقبال بر عهده گرفته و خوب از عهده بر آمده است.

کی اجتماعی زندگی کے عیوب کا جائیزہ لیا اور انکے نقائص کو اپنے ہموطنوں اور تمام ہم مذہبوں کی آگاہی کے لئے بیان کر دیا ہے—

روح نامہ اقبال کی تصنیف اور اسکے افکار کا خلاصہ ہے - یہاں اقبال ایک پورے طور پر ایک متفکر اجتماعی اور ملی آمال کے علمبردار کی حیثیت سے ظاہر ہوا ہے—

بلکه کلیه همکیشان خود بیان داشته , جاوید نامه، روح کتب و افکار و عقاید اقبال است و فلک عطارد و زحل ما حصل و نتیجه آن کتاب درین فصل است که اقبال کاملا بصورت یک متفکر اجتماعی بآمال ملی ظاهری متجلی میشود.

اس قسم کے شاعر دنیا میں بہت پیدا ہوئے ہیں۔ لیکن ہم جرأت کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ کسی شاعر کو اپنے ملی اور اجتماعی مقاصد کےحصول میں وہ کامیابی میسر نہیں ہوئی جو اقبال کو اور شاید ہم کسی شاعر کی مثال پیش نہیں کر سکتے جسکو روشن دل اور بلند نظر اقبال کے برابر عام مقبولیت حاصل ہوئی ہو اور جس نے اپنے ملک کے اجتماعی اوضاع پر اقبال کے مانند حیرت انگیز اثر ڈالا ہو۔ اور اگر ہم کہیں کہ پاکستان ایسی عظیم اسلامی حکومت کو وجود میں لانے کی اقبال کی کوشش مرحوم جناح سے کسی طرح کم نہیں تو ہم نے کوئی مبالغہ نہیں کیا۔ شاعر ملی پاکستان کا لقب اس بلند پایہ شاعر کے لئے نہایت موزون ہے۔ اقبال اہل یورپ کے متعلق بد بین تھا۔ اس نے اپنے عمیق تفکر کی بدولت اہل مغرب

از این گونه شعرا در جهان بسیار پیدا شده اند ولی میتوانم بجرأت بگویم که هیچ شاعری در منظور های ملی و اجتماعی خویش باندازهٔ مرحوم اقبال پیشرفت نکرده و کمتر گوینده ای میتوانم بیابیم که از لحاظ مقبولیت عامه و بالنتیجه تاثیر شگرف در اوضاع اجتماعی کشور بپای آن شاعر روشن دل و بلند نظر برسد و اگر در اینجا بگویم که کوشش مرحوم اقبال در بوجود آوردن دولت عظیم مسلمان پاکستان از لحاظ تاثیر کمتر از اقدامات سیاسی و شدید شاد روان جناح نبوده . سخن باغراق نگفته ام.

این شاعر بلند پایه که بر حق لقب شاعر ملی پاکستان یافته نسبت باروپائیان سخت بدبین بوده و با فکر عمیق اوضاع در هم و برهم حیات اجتماعی غربیان را سنجیده و مو بمو معایب آنرا برای هموطنان خویش

ہے اور جب وہ اعلی حضرت شاہنشاہ ایران محمد رضا شاہ پہلوی کے ہمراہ پانچ سال قبل پاکستان آئے تو شالیمار باغ لاہور میں ایک قصیدہ پڑھا جس میں اقبال کی طرف اشارہ اور اسے خراج تحسین پیش کیا :—

ای مسلمانان پنجابی زهی اقبالتان
نز دم اقبالتان مقبول شد آمالتان
نغمهٔ اقبالتان سوی قطار آورد باز
ای مسلمانان پنجابی زهی اقبالتان
گر چراغ لاله صحرای اقبالی نبود
شمع این محفل نمی شد روشنی حالتان
فکر خود کردید و اسرار خودی آموختید
لا جرم بی سود نشد نزد خدا اعمالتان

۱ - ترجمہ :—

ای پنجاب کے مسلمانوں تمہارا اقبال کتنا اچھا ہے۔ تمہارے اقبال کے دم سے تمہاری آرزوئیں مقبول ہوگئیں ۔

اقبال کا نغمہ تمہیں اپنی قطار میں واپس لے آیا ۔ ای پنجابی مسلمانوں تمہارا اقبال کتنا اچھا ہے ۔

اگر اقبال کے لالہ صحرائی کا چراغ موجود نہ ہوتا ۔ تمہاری روشنی اس محفل کی شمع نہ بن سکتی تھی ۔

تم نے اپنا خیال کیا اور اسرار خودی کو سیکھ لیا ۔ خدا کے نزدیک یقیناً تمہاری کوششیں بے سود ثابت نہیں ہوئیں ۔

لیکن سب سے مشہور سرمد کا وہ قصیدہ ہے جو انہوں نے پانچ سال قبل

سرمد اور اقبال

صادق سرمد شاعر شہیر ملی ایران کا شمار ایران کے چوٹی کے معاصر شعراء میں ھوتا ھے مگر اس کے علاوہ سرمد کو ایرانی ادبی سوشل اور سیاسی حلقوں میں بھی ایک ممتاز حیثیت حاصل ھے ۔ آپ شاعردربار بھی ھیں اور اعلی حضرت شاھنشاہ کے قانونی مشیر بھی اور کئی سال ایرانی سینیٹ (Senate) اور مجلس کے ممبر کی حیثیت سے فرائض انجام دیتے رھے ھیں

سرمد انواع مختلف شعر میں غیر معمولی قدرت رکھتے ھیں اور ان کی غزلیں قطعات اور رباعیات جواکثر ایرانی جرائد میں منتشر ھوتی رھتی ھیں بلاغت اور روانی کی وجه سے مشهور ھیں مگر سرمد کی پختگی طبع اور قدرت کلام کا بہترین نمونه ان کے قصائد ھیں ۔

بہار کی طرح سرمد بھی اقبال سے دیر میں آشنا ھوئے مگر ھند و پاکستان میں غالبا کسی شاعر نے اقبال کی تجلیل میں اتنے زیادہ اور اس قدر بلیغ اشعار نہیں لکھے جتنے صادق سرمد نے ۔ سرمد حقیقتاً اقبال کا عاشق ھے ۔ سرمد ایک اھل علم کے اور اھل عرفان خاندان سے تعلق رکھتا ھے اور اقبال اس کے نزدیک ایک بہت بڑا شاعر ھی نہیں بلکه اسلام اور دنیای اسلام کا ھیرو ھے ۔ وہ بلند آواز سے کہتا ھے :—

اقبال بزرگ است که در عالم توحید
از بت شکنی دشمن اصنام بزرگ است

,, یعنی اقبال اس لئے بزرگ ھے که توحید کی دنیا کی اس نے خدمت کی اور بڑے بڑے بتوں کا وہ دشمن ھے ،، سرمد کو اقبال سے گہری عقیدت

حیات صورتش ار طی سده است، طی نشود
حیات سیرتش، ارطی شود هزاران سال

اگر چہ اس کی ظاہری زندگی ختم ہوگئی، اس کی سیرت کی زندگی ہزاروں سال گذر جانے پر بھی ختم نہ ہوگی

بیاد روز بزرگش که روز اقبال است
درود باد بر این بزم و روز فرخ فال

اس بڑے دن کی یاد میں جسے یوم اقبال کہتے ہیں اس مجلس اور مبارک اس دن پر درود ہو۔

درود باد بلاهور و خطه پنجاب
که زاد و پرورد این شاعر خجسته خصال

شہر لاہور اور خطہ پنجاب پر درود ہو جس نے اس مبارک خصلت والے شاعر کو پرورش کیا۔

برغم هر چه چمن زاد و ناز پرورد است
زخاک مرده دمید آیت جمال و جلال(۱)

ہر اس شخص کے مقابلہ میں جو چمن میں پیدا ہوا اور نازوں میں پلا یہ جمال و جلال کا بہترین نمونہ ایک مردہ خاک سے پیدا ہوا۔

---

(۱) اشاره باین شعر اقبال است که در مقایسه حال خود با گوته آلمانی گفته است :—

او چمن زادی چمن پرورده ای
من دمیده از زمین مرده ای

یوم اقبال کے تاریخی جلسے میں جو ملک الشعراء بہار کی صدارت میں ہوا
پڑھا۔ اس قصیدہ کا مطلع یہ ہے:

اگر چه مرد بمیرد بگردش مه و سال
نمرده است و نمیرد محمد اقبـال

یہ قصیدہ زور بیان ، انسجام و روانی اور خلوص میں کم نظیر ہے۔

۱۹۵۰ کے شروع میں سرمد ہئیت فرہنگی ایران کے عضو کی
حیثیت سے پاکستان تشریف لائے اور لاہور میں علامہ اقبال مرحوم
کے مزار پر انہوں نے یہ قصیدہ پڑھا۔

ای که مردی و سخن شد زنده از اقوال تو
نقد پاکان شد رواج از سکه اقبال تو

اقبال سے عشق و عقیدت سرمد کی ادبی زندگی کا ایک حصہ ہوچکی ہے اور
وہ ہمیشہ پاکستان کے ساتھ فرہنگی اور ادبی روابط کے لئے کوشاں رہے ہیں۔
وہ اس سال انجمن فرہنگی ایران و پاکستان کے نائب صدر منتخب کئے
گئے ہیں۔ ذیل میں ان کے قصاید نقل کئے جاتے ہیں۔

قصیدۂ روز اقبال (اپریل ۱۹۵۰)

اگر چه مرد بمیرد بگردش مه و سال
نمرده است و نمیرد محمد اقبال

اگر چه مه و سال کی گردش سے آدمی مر جاتا ہے لیکن محمد اقبال
نہیں مرا اور نہ مرے گا۔

درست خواهی آغاز زندگی مرگ است
که میکنند بمیزان صحیفه اعمال

سچ پوچھو تو زندگی کا اصلی آغاز موت ہے کیونکہ اسی وقت اعمال
نامہ کو ترازو میں تولتے ہیں

حدیث چشمه حیوان و دولت جاوید
حقیقی است که فهمش نمیکند جهال

چشمہ زندگی اور ہمیشہ کی دولت کا بیان ایک ایسی حقیقت ہے
جس کو جاہل نہیں سمجھ سکتے۔

زلال چشمه ایمان بنوش و باقی باش
که آب چشمه حیوان از آن گرفت زلال

ایمان کے چشمہ سے پانی پیو اور ہمیشہ باقی رہو چشمہ آب حیات نے
بھی وہیں سے پانی حاصل کیا ہے۔

کسیکه زنده بحق شد چو حق نمیرد
که بر وجود و عدم حق و باطل است مثال

جوشخص حق کی بدولت زندہ ہوتا ہے اس کو حق کی طرح موت نہیں
آتی وجود اور عدم کی حق اور باطل مثال ہیں۔

رجال حق همه آیات ذات لم یزلند
حیات لم یزلی کی شود اسیر زوال

مردان حق خدای لم یزل کی آیات کی مانند ہیں: حیات لم یزال کس
طرح زوال پذیر ہوسکتی ہے ؟

زخاک مرده دمید آیت حیات چنانک
حیات دولت پاکان از او گرفت کمال

یہ آیت حیات مردہ خاک سے وجود میں آئی اور پاکستان کی حکومت نے اس سے کمال حاصل کیا

چو شمع منزل ویران خود نفس میسوخت
که طوف سوزش پروانه ای زند پرو بال (۲)

ویرانہ میں جلتی ہوئی شمع کی طرح وہ جلتا رہا تاکہ کوئی پروانہ اس کے طواف میں پرواز کرے

چراغ لاله شد و آنقدر بصحرا سوخت
که شمع محفل اقبال گشت و روشن حال (۳)

وہ گل لالہ کا چراغ بن گیا اور صحرا میں جلتا رہا حتی کہ اقبال کی محفل کی شمع نے اس سے روشنی اخذ کی

زمام ناقه اسلام زی قطار کشید (۴)
اگرچه دست طبیعت بدو نداد مجال

وہ اسلام کے ناقہ کو اس کی قطار کی طرف کھینچ لایا اگرچہ تقدیر کے ہاتھ نے اس کو موقع نہ دیا۔

(۲, ۳) اشاره به قطعه شمع و پروانه اقبال است که در آن میگوید :—

مدتی مانند تو ای هم نفس میسوختم
در طواف شعله ام بالی نزد پروانه ای

(۴) اشاره بایں بیت اقبال است که میگوید :—

نغمه کجا و من کجا ساز سخن بهانه ایست
سوی قطار میکشم ناقه بی زمام را

بطل کسیکه بشر را بحق هدایت کرد
که باطلش نکشاند به برتگاه ضلال

بطل وہ ہے جو بشر کو حق کی طرف ہدایت کرے تا کہ باطل اس کو تباہی کے کنارے کھینچ کر نہ لیجائے۔

چنین بطل که ادا کرد حق خدمت خلق
خدای خود نکند حق خدمتش ابطال

ایسا بطل جو لوگوں کی خدمت کا حق ادا کرتا ہے خدا اس کی خدمت کو ضائع نہیں ہونے دیتا۔

درود باد بر ابطال حق که از دستشان
مسیح زنده شود روز رجعت آمال

ابطال حق پر درود ہو کیونکہ انہی کے ہاتھ سے مسیح زندہ ہوگا امید برآری کے دن۔

قیام مرد خدا کمتر از قیامت نیست
که بعث ملت و دولت کند باستعجال

مرد خدا کا قیام قیامت سے کم نہیں کیونکہ وہ ملت اور دولت کو نہایت تھوڑے وقت میں زندگی دیتا ہے۔

گواه دولت پاکان ببین به پاکستان
که خود چگونه بر افراشت پرچم اقبال

پاکستان کی حکومت کا گواہ پاکستان میں دیکھو کہ کس طرح انہوں نے پرچم اقبال بلند کیا ہے۔

ببین به صفحهٔ تاریخ و حق مردان بین
که نیست تاریخ الاسماعی ابطال

تاریخ کے صفحات پر نگاہ دوڑاو اور مردوں کے کارنامے دیکھو:
تاریخ کیا ھے بڑے بڑے لوگوں کے کارناموں کا نام ھے۔

بطل شنیدی و نشناختی بطل، زیراک
بطل شناس نهٔ زان سبب شدی بطال

تونے عظیم الشان آدمی کے متعلق سنا مگر اس کو نہ پہچانا کیونکہ
توعظمت کو نہیں پہچان سکتا اس لئے توبے بہرہ ہوگیا

بطل نه آنکه با آواز طبل خواند سرود
بطل نه آنکه به شیپور رزم شد طبال

بڑا شخص وہ نہیں ھوتا جو ڈھول کے ساتھ بلند آواز سے گائے
نہ وہ جو شیپور جنگ کے ساتھ ہم آهنگ ہو۔

بطل نه آنکه سپر کرد سینه بر باطل
که حق مردم بیدست و پاکند پامال

نہ وہ جس نے باطل کی حمایت میں سینہ سپر کیا تاکہ وہ کم زور
لوگوں کے حق کو پامال کرسکے۔

بطل کسیکه بروز بلا بلا جوید
که دفع شرکند از خیر خلق بد احوال

بطل وہ ھے جو مشکل کے وقت مشکل کی جستجو کرے
اور بد حال لوگوں سے اپنی نیکی کی بدولت شر دور کرے

رسول وار به تبلیغ حق کتاب نوشت

که قدر حق بشناسد منافق محتال

اقبال نے رسول کی مانند حق کی تبلیغ کے لئے کتاب لکھی تا کہ حیلہ کرنے والے منافق حق کی قدر پہچانیں

اگر کتاب نبود و اگر رسول نبود

چه بود غیرت ابطال و همت ابدال ؟

اگر کتاب نہ ہوتی اور رسول نہ ہوتے تو مردان بزرگ اور ابدال کی همت اور غیرت کہاں سے آتی ؟

درود باد بر اقبال و سعی مقبولش

که عزت ابدی آمدش باستقبال

اقبال اور اس کی مقبول شدہ کوشش پر درود ہو ابدی عزت خود اس کے استقبال کو آئی ہے۔

سخن سر آمد و سرمد مجال شعر نداشت

و گر نه حق سخن بود و جای بسط مقال

بات ختم ہوگئی اور سرمد کو شعر کہنے کا موقع نہ ملا وگرنہ یہاں شعر کہنا حق تھا اور وسیع بیان کی گنجائش تھی۔

قصیده ایام بزرگ

هر کس که بتاریخ وی اقدام بزرگ است

در صفحه تاریخ از او نام بزرگ است

ہر شخص جس نے تاریخ میں کوئی بڑا کام کیا تاریخ کے صفحہ پر اس کا نام بڑا ہوگا۔

اگر چه قائد اعظم به نهضت پاکان
جناح لشکر اسلام بود و قلب رجال

اگر چه تحریک پاکستان میں قائد اعظم لشکر اسلام کا بازو اور ملت کے دل کی مانند تھا۔

بحق دولت پاکان عظیم خدمت کرد
عظیم بادا اجرش ز ایزد متعال

اور دولت پاکستان کے حق میں اس نے بڑی خدمت کی جس کا خدای متعال اسے اجر عظیم عطا کرے۔

ولیک نغمۂ اقبال اگر نبود، نبود
نوای لشکر پاکان سرود استقلال

لیکن اگر اقبال کا نغمه اگر نه هوتا تو پاکستان کی فوجوں کا گیت آزادی کا گیت نه بنتا۔

سخن سرائی اقبال بذر دین افشاند
برغم دشمن بیدین و کافر قتال

اقبال کے کلام نے دین کا بیج بویا بے دین اور کافر اور قتال دشمن کی مخالفت کے باوجود۔

بخوان، زبور عجم، وز، رموز اسرارش،
,,پیام مشرق،، بشنو بخوشترین اقوال

اس کی زبور عجم اور اس کی اسرار و رموزکا مطالعه کرو اور پیام مشرق سے بہترین باتیں سنو۔

پنداشت که آثار بزرگی است بصورت
و آنرا که قد و قامت و اندام بزرگ است

اور جس کا قد و قامت بڑا ہو وہ بڑا ہوتا ہے اس نے جان لیا کہ بڑائی صرف ظاہری شکل پر منحصر ہے -

پنداشت که عیش خوش و مستی بزرگان
در ساغر پر باده و در جام بزرگ است

اس نے خیال کیا کہ بڑے لوگوں کی مستی ، خوشی اور عیش بھرے ہوئے پیالے اور بڑے جام میں ہے -

پنداشت که زیر فلک بی در و پیکر
اسباب بزرگی به در و بام بزرگ است

اس نے خیال کیا بے در و بے جسم آسمان کے نیچے اونچے اونچے در و بام بزرگی کا سبب ہوتے ہیں -

سرمایه بدست آورد آوخ که ندانست
سرمایه او مایه سرسام بزرگ است

اسنے مال و متاع حاصل کیا افسوس اسے معلوم نہ تھا کہ زیادہ مال و متاع بہت بڑا درد سر ہے -

بگشود درخانه و گستر سر خوان
پنداشت که اطعام وی اکرام بزرگ است

اس نے اپنا دروازہ کھول دیا اور دستر خوان پھیلا دیا اور خیال کرلیا کہ کھانا کھلانا ایک بڑا کام ہے -

ارقام بزرگ است به تاریخ فراوان
تاریخ و لیکن نه به ارقام بزرگ است

تاریخ میں بڑی تعداد میں نام پائے جاتے ہیں لیکن تاریخ ناموں کی زیادہ یا کم تعداد پر منحصر نہیں۔

تاریخ جز اقدام بزرگان چه بود ؟ هیچ
تاریخ نه آنرا که نه اقدام بزرگ است

تاریخ بزرگ لوگوں کے کارناموں کےسوا بے معنی ہے جس نے بڑا کام نہیں کیا اس کا تاریخ میں کوئی نام نہ ہوگا۔

تاریخ نه از هر چه برد نام بود نیک
بس نام که اندر خور دشنام بزرگ است

یہ کوئی ضروری بات نہیں کہ جو نام تاریخ میں درج ہے وہ نام نیک بھی ہو بہت سے ایسے نام ہیں جو گالیوں کے لائق ہیں۔

بسیار کس آمد که زند لاف بزرگی
پنداشت که اقدام به اقدام بزرگ است

بہت سے ایسے لوگ ہیں جنہوں نے بڑا ہونے کا لاف مارا اور اسی کو ایک بڑا کام تصور کرلیا

پنداشت که در عالم اشباه و نظایر
ارواح بزرگان پس اجسام بزرگ است

بعض نے یہ خیال کیا کہ عالم اشباہ اور عالم ظاہر میں بزرگوں کی روحیں جو بڑے جسم میں نہاں ہیں بڑی ہوتی ہیں ؟

ادراک حقیران نکند فہم بزرگی
کاین مسئلہ اندر خود افہام بزرگ است

چھوٹے لوگوں کی عقل میں بڑی باتیں نہیں آتیں یہ باتیں بڑی عقل والے کے لئے ہوتی ہیں -

اقوام بزرگند بہ اقرار بزرگان
وین سنت دیرینہ اقوام بزرگ است

قومیں اپنے بزرگوں کے اقرار سے بڑائی حاصل کرتی ہیں بڑی قوموں کی یہی پرانی سنت چلی آتی ہے -

اسرار بزرگی است پدیدار ز پیغام
چونانکہ نبی حامل پیغام بزرگ است

بزرگی کا راز پیغام و تعلیم سے ہویدا ہوتا ہے مثال یہ ہے کہ نبی ایک بڑے پیغام کا حامل ہوتا ہے -

اقبال نہ پیغمبر پیغمبر حق بود
در حضرت حق صاحب انعام بزرگ است

اور اقبال جو خدا کے پیغمبر کا پیغمبر تھا اس کے لئے اللہ تعالی کے پاس بہت بڑا انعام ہے -

فرعون بزرگ است چو اہرام و لیکن
اصنام بزرگ است کہ اہرام بزرگ است

فرعون اہرام مصر کی طرح بڑا ہے لیکن در حقیقت بت یا اہرام بزرگ نہیں ہیں -

انعامِ صفت دل به نعم بست و نه دانست
کاین آب و علف طعمهٔ اغنام بزرگ است

اس نے اپنا دل حیوانات کی طرح کھانے پینے میں لگادیا اور نہ سمجھا کہ یہ پانی اور گھاس تو بڑے بڑے مویشیوں کی خوراک ہے ۔

اطعام ز اوصاف بزرگیست و لیکن
اکرامِ بزرگان نہ باطعامِ بزرگ است

کھانا کھلانا بڑائی کی صفت ہے لیکن بزرگوں کی بڑائی زیادہ کھانے کھلانے سے نہیں ۔

آنراست بزرگی کہ بہ کام دل نا کام
در حلقهٔ ناکامان ناکام بزرگ است

بزرگی اس کا حق ہے جو ناکام لوگوں کی خدمت میں اور ناکاموں کے حلقہ میں سب سے بڑا ناکام ہو۔

آنراست بزرگی کہ ز عالم برد آلام
ہر چند ز عالم بہ وی آلام بزرگ است

بزرگی اس کا حق ہےجو دنیا میں تکلیفیں اٹھائے جسقدر بڑی تکلیفیں اٹھائے گا اتنا ہی وہ بڑا ہوگا۔

چوں صید بزرگ آمد و صیاد قوی گشت
پیدا ست پس دانہ وی دامِ بزرگ است

جب بڑا شکار ہاتھ آگیا اور صیاد نے قوت حاصل کرلی تو ظاہر ہے کہ دانے کے نیچے بڑا دام لگا ہوا تھا۔

امروز به پاکستان ز اقبال بلندش
هنگامهٔ شادی است که هنگام بزرگ است

آج پاکستان میں اس کے بلند اقبال کا جشن شادی ہے اور یہ ایک بڑا موقع ہے۔

اقبال بزرگ است و لیکن نه یک روز
کایام بزرگان همه ایام بزرگ است

اقبال بزرگ ہے لیکن صرف ایک دن کے لیے نہیں بڑے لوگوں کے سب دن با عظمت ہوتے ہیں۔

قصیده دانای راز

خدای عالمیان چون بنای خلقت کرد
نظام عالم خلقت بحکم فطرت کرد

جب خدائے کائنات نے دنیا کو پیدا کیا تو اس نے دنیا کا نظام قانون فطرت پر قائم کیا۔

من این حقیقت فطری بطبع دانستم
که هر چه کرد خدا در حدود طبیعت کرد

میں نے اپنی فطری فراست سے اس حقیقت کو پہچانا کہ جو کچھ خدا نے کیا فطرت کے مطابق کیا۔

چو در سرشت بشر خوی اجتماعی دید
طبیعت بشری تابع جماعت کرد

جب اس نے انسان کی فطرت میں مل جل کر رہنے کی عادت دیکھی تو فطرت انسانی کو اس نے جماعت کے تابع کردیا۔

احرام چه بندی براهرام ؟ چو اقبال
رو سوی حرم کن که باحرامِ بزرگ است

اهرام کے طواف کے لئے تم نے کیوں احرام باندھا ہے اقبال کی طرح حرم کی طرف رخ کرو۔

اقبال بزرگ است که در عالم توحید
از بت شکنی دشمن اصنامِ بزرگ است

اقبال اس لئے بڑا ہے کہ توحید کی دنیا میں اس نے بت توڑے وہ بڑے بڑے بتوں کا دشمن ہے۔

اقبال بزرگ است که بر گردن اسلام
از خدمت بی منت وی وامِ بزرگ است

اقبال بزرگ ہے کیونکہ اسلام کی گردن پر اس کی بے لوث خدمت کی دین ہے۔

هر چند بزرگی است پدیدار ز آغاز
آغاز بزرگی به سر انجام بزرگ است

اگرچہ بزرگی اور عظمت ابتدا ھی سے ظاھر ھوجاتی ھے باعظمت ابتدا وھی ھے جس کا انجام اور نتیجہ بڑا ھو۔

اقبال به پاکستان بخشید سر انجام
بخشید بر او حق که به فرجامِ بزرگ است

اقبال نے پاکستان کو نتیجہ تک پہنچا دیا اور حق نے اقبال کو اس کا عظیم‌الشان بدلہ دیا۔

هزار منعم مفلس فدائے یکتن باد
که بعث ملت و دولت بیمن همت کرد
هزاروں ثروت مند اور مفلس اس ایک شخص کے قربان ہوں جس نے
اپنی همت سے ملت اور حکومت پیدا کی۔

من این فضیلت در میان انبیا دیدم
که جز نبی نه کسی درک این فضیلت کرد
میں نے یہ فضیلت نبیوں کی میان میں دیکھی ہے بغیر نبی کے کوئی
اور اس بزرگی کو نہیں پہنچ سکا۔

فضیلت نبوی در نیافت کس الا
که کسب معرفت از مکتب نبوت کرد
نبیوں جیسی فضیلت کسی نے حاصل نہیں کی سوائے اس کے جس
نے اپنا عرفان نبوت کے مکتب سے حاصل کیا۔

اگر صحیفهٔ تاریخ بنگری بینی
بسا کسا که بصورت بنای دولت کرد
اگر تو تاریخ کا مطالعہ کرے تو دیکھے کہ کتنی اشخاص نے ظاہر
طور پر حکومت کی بنیاد رکھی ہے۔

هزار صاحب ثروت بقدرت زر و زور
بساط عیش فگند و بنای عشرت کرد
هزار ثروتمند اشخاص نے زر اور زور کے ذریعے عیش و عشرت کی
بساط ڈالی۔

طباع آدمیان چون باختلاف افتاد
هر آدمی بطریقی بخلق خدمت کرد

جب انسانوں کی طبیعتوں میں اختلاف پیدا ہو گیا تو ہر شخص نے مختلف طریقوں سے خلق کی خدمت کی۔

یکی طریق تجارت سپرد و مال‌اندوخت
که بذل مال توان کرد و کسب شہرت کرد

کسی نے تجارت کا راستہ انتخاب کیا اور دولت جمع کرلی کیونکہ مال و دولت کے بدلے شہرت حاصل کی جاسکتی ہے۔

یکی طریق زراعت سپرد و بذر افشاند
که میتوان بزراعت وفور نعمت کرد

کسی نے زراعت شروع کی اور بیج بوئے کیونکہ زراعت کے ذریعے نعمت میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔

یکی بعلم گرائید و بر ہنر افزود
و زین طریق ہنر ہا بعلم و صنعت کرد

کسی نے علم حاصل کیا اور ہنر سیکھا اور اس طرح اس نے علم اور صنعت میں ہنر کا اضافہ کیا۔

ولیک زین همه یکتن بمرد حق نرسید
که از گروه پراگنده جمع امت کرد

لیکن ان میں سے کوئی بھی مرد حق کے پایہ کو نہیں پہنچتا جس نے پراگندہ لوگوں کو اکھٹا کرکے ملت پیدا کی۔

ولیکن مرد خدا را خدای مرگ نداد
مگر که قالب صورت بدل بصورت کرد

لیکن مرد خدا کو خدا موت نہیں دیتا مگر اس کا ظاہری قالب صورت میں تبدیل کر دیتا ہے۔

حیات مرد خدا در حیات ملتها ست
که مرد حق سر و جان در حیات ملت کرد

مرد خدا کی زندگی ملت کی زندگی میں مضمر ہوتی ہے کیونکہ مرد حق اپنی جان اور سر کو ملت کی زندگی کے لئے وقف کرتا ہے۔

اگر شنیده ای این داستان که در تاریخ
کسی نخواند تا دیدی که رجعت کرد

کیا تونے تاریخ میں یہ بات دیکھی ہے کہ کوئی گئی ہوئی حکومت کو واپس لے آئے؟

وگر بگویی تو خواندند انبیا و رسل
که حق بخلق خدا وعدهٔ قیامت کرد

تیرے دین میں نبیوں اور رسولوں نے فرمایا ہے کہ خدا نے لوگوں سے قیامت (رستاخیز) کا وعدہ کیا ہے۔

همه ز رجعت حق وز قیامت ملی
حقیقتی است که هر کس از آن روایت کرد

حق کی رجعت اور ملت کی رستخیز ایسی حقیقت ہے جس کا ہر ایک نے ذکر کیا ہے۔

هزار طالب شهرت بفکر شیطانی
فریفت جامعه و فتنه در سیاست کرد

ہزاروں طالبان شہرت نے شیطانی فکر کے ذریعے سے لوگوں کو فریب
دیا اور سیاست میں فتنہ برپا کیا۔

هزار حاکم مطلق بدین گمان نه توان
بخلق روی زمین تا ابد حکومت کرد

ہزاروں مطلق حاکموں نے یہ خیال کیا کہ زمین کے باشندوں پر
ہمیشہ کے لئے حکومت کرسکتے ہیں۔

نشست در پس دیوار آهنین بغرور
بدین گمان که مسخر جهان ز قدرت کرد

اور وہ آہنین دیوار کے پیچھے غرور سے متمکن ہوگئے اس خیال میں کہ
طاقت سے جہان کو مسخر کرسکتے ہیں۔

عجب که چون بسر آمد حیات صورتشان
کسی نبود تو گوئی که با تو صحبت کرد

لیکن عجب بات یہ ہے کہ جب ان کی ظاہری زندگی ختم ہوئی تو
ایسا معلوم ہوا ان کا سرے سے وجود ہی نہیں تھا جس سے کسی نے
مصاحبت کی ہو۔

حیاتشان همه نقش بر آب شد چو حباب
که چون حباب شکست آنکه نقش صورت کرد ؟

ان کی ساری زندگی حباب کی طرح نقش بر آب ہوگئی اور جو ان کی
صورت کا نقش تھا حباب کی طرح پھٹ گیا۔

نبود شاعر بل موجد حکومت بود
سرود شعر ولی شاعری وسیلت کرد

وہ محض شاعر ہی نہ تھا بلکہ ایک حکومت کا موجد تھا اس نے شعر کہے مگر شاعری فقط ایک ذریعہ تھا۔

مشیت ازلی بر مراد ملتہا ست
کہ در ارادۂ ملت ہای این مشیت کرد

ازلی مشیت ہمیشہ قوموں کی مراد کے مطابق ہوتی ہے کیونکہ خدا نے مشیت ایزدی ملتوں کے ارادوں میں رکھی ہے۔

درود باد بدانای راز پاکستان
کہ خلق را ز خودی آگہ بسر وحدت کرد

پاکستان کے دانای راز پر درود ہو کہ اس نے لوگوں کو اپنے آپ سے وحدانیت کی بدولت آگاہ کیا۔

درود باد بامروز و صاحب امروز
کہ روزدر بنامش صحیفہ زینت کرد

امروز اور صاحب امروز پر درود بھیجے۔ زمانے نے اس کے نام سے اپنے صفحے کو زینت دی ہے۔

درود باد بر اقبال و جان حق طلبش
کہ ہرچہ کرد بحق کرد و با حقیقت کرد

اقبال اور اس کی حق طلب روح پر درود ہو جو کچھ اس نے کیا حق اور حقیقت کی نظر سے کیا۔

نشان رجعت حق بین بخاک پاکستان
که حق بدولت خود بازگشت و عودت کرد

خدا کی رجعت کی نشانی ملک پاکستان میں دیکھو کہ کس طرح حق ان کی حکومت کو دوبارہ ملا اور اس کے پاس لوٹ آیا۔

لوای دعوت اسلام بر سر پاکان
فراشت رایت اقبال و بعث دولت کرد

پاکستان کے لوگوں کے سر پر اسلام کی دعوت کے پرچم نے اقبال کا پرچم بلند کیا اور نئی حکومت کی بنیاد ڈالی۔

درود باد بر اقبال و معجز سخنش
که معجز سخنش عالمی بحیرت کرد

اقبال اور اس کے اعجاز سخن پر درود ہو اس کے اعجاز کلام نے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا۔

زخاک مرده بر آورد چشمه سار حیات
وزان حیات ابد جست و خرق عادت کرد

اس نے مردہ خاک سے زندگی کا چشمہ پیدا کیا اور اس سے حیات ابدی حاصل کی اور غیر معمولی کام انجام دیا

دم از خودی زد و بیگانه راند از سرخویش
بلی بخود رسد آنکو ز حق اطاعت کرد

اس نے خودی کا بیان کیا اور خارجی کو اپنے ہاں سے نکال دیا سچ ہے جو حق کی اطاعت کرے وہ اپنے آپ کو پالیتا ہے۔

قصیدہ ذیل سرمد نے ۱۹۵۵ میں اقبال کے مزار پر پڑھا

سکہ اقبال

ایکہ مردی و سخن شد زندہ از اقوال تو
نقد پاکان شد رواج از سکۂ اقبال تو

تونے وفات پائی لیکن شاعری تیرے کلام سے زندہ ہوگئی - تیرے سکے کی بدولت پاکستان کی دولت نے رواج پایا -

تو اگر مردی بصورت خود بسیرت زندہ ای
کز فنا ایمن بود جان تو و امثال تو

تیری موت صرف ظاہر کی موت ہے کیونکہ تیری سیرت زندہ ہے تیری اور تجھ جیسے لوگوں کی جان فنا سے مصون ہوتی ہے -

تو بسیرت زندہ ای کاندر حیات اجتماع
ملتی را زندہ کرد اندیشہ و آمال تو

تیری سیرت زندہ ہے کیونکہ اجتماعی زندگی میں تیرے تفکر اور تیری آرزو نے ایک ملت کو زندہ کردیا -

گر نماندی تا بہ بینی کاروان در منزل است
شد درای کاروان آوای سوز و حال تو

اگرچہ تو اس وقت تک زندہ نہ رہا کہ کاروان کو منزل رسیدہ دیکھ سکے لیکن تیرے سوز اور حال کی آواز ہی درائے کاروان تھی -

شاعران را گه مفکر گاه ملہم خواندہ اند
تو چنینی و چنانی ایخوشا بر حال تو

شاعروں کو کبھی مفکر اور کبھی ملہم کہا گیا ہے تو یہ بھی ہے اور وہ بھی ہے تو کتنا خوش قسمت ہے -

شاعر است آنکس کہ امیالش بر آید از سخن
تو همانی کز سخن پیدا بود امیال تو

شاعر وہ ہے جس کی آرزو اس کے شعر سے پیدا ہو - تو وہی ہے جس کے شعر سے آرزو ظاہر ہوتی ہے -

خاک پاکستان بشعرت پاک شد از لوث شرک
آفرین بر شعر نغز و معجز اقوال تو

تیرے شعر سے پاکستان کی خاک شرک کی گندگی سے پاک ہوگئی تیرے عالی شعر اور تیرے کلام کے معجزہ پر آفریں -

تو سخن را تازہ کردی بر مذاق روزگار
تا نگردد صید ماضی حال و استقبال تو

تو نے زمانے کے مذاق کے لئے شعر کو تازگی بخشی تاکہ تیرا حال اور استقبال زمانہ ماضی میں گرفتار نہ رہے -

چون بہ تبلیغ حقائق رهبر امت شدی
تو بہ پیش امت و امت شد از دنبال تو

حقائق کی تبلیغ کے لئے تو ملت کا رہبر بن گیا ، تو امت کا پیشوا ہے اور ملت تیرے پیچھے ہے -

اقباس از تقریظ منظوم بر ''رومی عصر''

رومی عصر کیست؟ اقبال است
که چو رومی گزیدہ اقوال است

رومی عصر کون ہے۔ رومی عصر اقبال ہے کیونکہ اسکا کلام رومی کی مانند سخنان گزیدہ پر مشتمل ہے۔

گرچہ ملا روم یکتا بود
یک تنہ صد ہزار ملا بود

اگرچہ ملا روم یکتا تھا اور ایک واحد شخص ہوتے ہوئے لاکھوں علماء دین کے برابر تھا۔

لیکن اقبال شد ز پیرویش
یکی از پیروان معنویش

اقبال نے اسکی پیروی کی اور رومی کے روحانی شاگردوں میں شامل ہوگیا۔

رفت دنبال پیر و ملا شد
آگہ از راز پیر و برنا شد

انہوں نے مرشد کی پیروی کی اور مرشد کے مقام پر پہنچ گیا اور پیرو برنا کے راز سے آشنا ہوگیا۔

تا بداند بشر چہ باید کرد
سخن نغز جاودان آورد

یہ بتانے کے لئے کہ بشر کو کیا کرنا چاہئیے اسنے عالی اور جاویدان اشعار کہے۔

عمرابنائ بشر در سال و ماه آید ولیک
سال و ماه دیگران نبود چو ماه و سال تو

اگر چه انسان کی عمر ماہ اور سال میں حساب کی جاتی ھے دوسروں کے ماہ اور سال تیرے ماہ اور سال سے مختلف ھیں -

گر همه عمر تو از این سال و مه یک روز بود
خود همین بس بود با کیفیت احوال تو

ان سالوں اور مہینوں سے اگر تیری عمر فقط ایک دن ھی ھوتی تو تمھاری کیفیات حال کے پیش نظر وہ بھی کافی تھی -

ای خجسته خاک پاکستان درود از خاک سند
تا به پیشاور و بر پنجاب و بر بنگال تو

پاکستان کی مبارک خاک پر سند سے پیشاور تک اور پنجاب و بنگال پر درود پہنچے -

نام تو اقبال شد زان بخت و اقبال بلند
شد نصیب کشورت از نام فرخ فال تو

تیرا نام اقبال ھے اس لئے بخت اور بلندی اقبال تیرے مبارک نام سے تیرے ملک کو نصیب ھوئی -

این بود چارم قصیده گر بیت سرمد سرود
همچنان باقی است تفصیل تو و اجمال تو

یہ چوتھا قصیدہ ھے جو تیرے لئے سرمد نے کہا ھے لیکن تیرے متعلق مفصل و مختصر کئی باتیں ابھی باقی ھیں -

راه در مکتب نبوت یافت

دولت از بعث ملک و ملت یافت

اس نے نبی اکرم کا راستہ اختیار کیا اور اسکو حکومت اور ملت کی بیداری نصیب ہوئی -

محرم اندر حریم یزدان شد

راست خواهی گزیده انسان شد

وہ خدا کے حریم کا محرم ہوگیا اور سچ تو یہ ہے کہ ایک برگزیدہ انسان کے مقام پر پہنچ گیا -

* * *

* *

*

زاد هندی ولی ز شور عجم
سخن آموخت از زبور عجم

اگرچه وہ ھند میں پیدا ھوا لیکن اس میں عجم کا جوش تھا اور اس نے ''زبور عجم'' کو تلقین کا ذریعہ بنایا

در سخن سکۂ ہدایت زد
شرقیان را صلای دعوت زد

شعر کے ذریعے اس نے راھنمائی کا کام کیا اور مشرق کے لوگوں کو دعوت مطالعہ دی۔

تافت چون شمس سحر افکارش
شد ہویدا رموز و اسرارش

اسکے افکار کا سورج آفتاب کیطرح چمکا اور اسکے ''رموز و اسرار'' ظاھر ھوگئے۔

آنچه اندر پیام مشرق خواست
کار عالم بکار مشرق خواست

''پیام مشرق'' میں اسکی یہ آرزو تھی کہ دنیا مشرق کی آرزوئیں انجام دے۔

ناقه شرع را زمام گرفت
قدرت از دولت کلام گرفت

اس نے شریعت کی ناقه کی زمام ھاتھ میں لی۔ اور اس نے کلام کی دولت سے قوت حاصل کی۔

جان پاکان را ز دام جور ناپاکان رهاند
جامهٔ هستی بپوشانید بر آمال او

اس نے پاک لوگوں کو ناپاک لوگوں کے ہاتھ سے نجات دلائی
اور اپنی قوم کی آرزوں کو ہستی کا جامہ پہنایا۔

از گروہی ناتوان قومی توانا آفرید
چون بجولان اوفتاد اندیشهٔ احوال او

جونہی کہ اس کا تخیل جولانی میں آیا اسنے ایک ناتوان گروہ سے
ایک توانا قوم پیدا کی۔

آہوی در پنجهٔ شیر نری میداد جان
نیروی اقبال کرد آزادش از چنگال او

ایک نر شیر کے پنجے میں آہو جان دے رہا تھا اقبال کی قوت نے
اس کو شیر کے پنجے سے آزاد کرایا۔

کاروانی راہ استیصال می پیمود و وی
بست با بانگ درایش راہ استیصال او

ایک کاروان تباہی کے راستے پر جارہا تھا اس نے اپنی "بانگ درا"
اس کی تباہی کا راستہ روک دیا۔

بر گروہ خود شناسانید ز اسرار خودی
آنچہ پنہان است اندر جوہر فعال او

اس نے قوم کو "اسرار خودی" سے واقف کیا اور بتایا کہ خودی
کے عملی جوہر میں کیا کیا پنہاں ہے۔

اثر طبع آقــای کاظم رجوی

کاظم رجوی وزارت تعلیم ایران کے اعلی افسروں میں سے ہیں بحثیت شاعر انکا شمار بہترین معاصر شعرا میں ہے ۔ ادب میں غیر معمولی دسترس کے علاوہ انکو فلسفہ اسلامی اور ریاضیات میں بھی تبحر حاصل ہے ۔

آفرین بر ملک پاکستان و بر (اقبال) او
آهنین بنیان گزار کاخ استقلال او

ملک پاکستان اور اس کے اقبال پر آفرین! اقبال جس نے پاکستان کے کاخ آزادی کی مضبوط بنیاد رکھی ۔

شاعری کز گفته اش بر ملت خود جان دمید
برد بر اوج ثریا پایهٔ اقبـال او

وہ ایسا شاعر تھا جس کے کلام نے اس کی قوم میں جان پیدا کی اور اس کے اقبال کو ثریا کی بلندی تک لے گیا ۔

حال میهن را چو دید از گردش گردون نژند
درتب و تاب او فتاد از سختیٔ احوال او

جب اس نے گردش فلک کے ہاتھوں وطن کی بری حالت دیکھی اس کی بری حالت کو دیکھکر اس کا دل جلنے لگا ۔

غوطه ور شد در دل دریای ماضی سالها
تا ز طوفان برد بیرون رخت استقبال او

کئی سال وہ ماضی کے سمندر میں غوطہ زن رہا اور آخر کار قوم کے مستقبل کو طوفان سے بچالیا ۔

قاتل هر اتفاق و اتحاد مردم است
مار خود کامی و زهر سهلک و قتال او
خود غرضی کا سانپ اور اس کا مہلک زہر ہر اتفاق اور اتحاد کا قاتل ہے۔

گفت اقبال آنچه میبایست با اقوام شرق
از خرابیهای شرق و علت اغفال او
اقبال نے جو کچھ ضروری تھا مشرق۔ اور اس کے غافل گیر ہونے کے متعلق مشرق کی قوموں کو بتایا ۔

کرد روشن با بیان روشن و گیرای خویش
راز این بیچارگی شرق و اضمحلال او
اقبال نے اپنے واضح اور دلچسپ بیان سے واضح کردیا کہ مشرق کی بے چارگی اور اس کے مضمحل ہونیکا راز کیا ہے۔

از پیام شرق او دنیای مشرق جانگرفت
تافت خورشید رشاد از مشرق اقوال او
اس کے پیام مشرق سے دنیای مشرق میں جان آگئی اس کے کلام کے مشرق سے ہدایت کا خورشید طلوع ہوا۔

وز ندای « پس چه باید کرد ای اقوام شرق »
شرق را بنمود راه عزت و اجلال او
اور ،، پس چه باید کرد ای اقوام شرق ،، کی آواز سے اس نے مشرق کی عزت اور جلال کی طرف راہنمائی کی۔

تا نپندارد که جام جم بدست دیگری است

بادهٔ نابی است هم در جام مالا مال او

یہ خیال نہ کریں کہ جام جم کسی اور کے ہاتھ میں ہے۔
اس کے بھرے ہوئے جام میں صاف شراب موجود ہے۔

وز (رموز بیخودی) آموخت بر بیگانگان

راہ و رسم آشنائی با زبان حال او

"رموز بیخودی" کے ذریعے اس نے ناآشناؤں کو زبان حال سے
راہ و رسم آشنائی سکھائی۔

آری اسرار خودی خود راهنمای بیخودی است

تا ترا برهاند از خود خواهی و جنجال او

سچ ہے اسرار خودی بیخودی کی طرف راهنمائی کرتے ہیں تاکہ
تجھکو خود غرضی اور اس کی پیچیدگیوں سے بچائیں ۔

بیخودی یعنی، رهائی از خود و خود کامگی

محو گشتن در خدا و ذات بی تمثال او

بیخودی خودی اور خود غرضی سے رہائی ہے یہ خدا اور اس کی بےمثل
ذات میں محو ہونا ہے۔

دیو خود خواهی است مایهٔ تیره بختیهای ما

آدمی بدبخت شد زین غول و قیل و قال او

خود غرضی کا دیو ہماری بد بختیوں کا سبب ہے انسان اسی شیطان
کی باتوں سے بدبخت ہوا ۔

از فرنگ و از فرنگستان بود بیزار از آنک
قرنہا بد شرق زیر دست و شد پامال او

وہ فرنگ اور فرنگستان سے اس لئے بیزار تھا کیونکہ صدیوں سے مشرق فرنگ کے تسلط میں اور اسکے ھاتھوں پامال رھا۔

از اروپا دور شد اقبال زیرا آسیا
روز گاری ماند زیر پنجۂ اشغال او

وہ یورپ سے متنفر ھے کیونکہ ایشیاء پر ایک زمانے سے وہ قابض رھا ھے۔

کرد از (جاوید نامه) نام خود را جاودان
جاودان مانند آری جاودان امثال او

،،جاوید نامہ،، لکھکر وہ جاوداں ھوگیا۔ ھاں یہ درست ھے اس جیسے لوگ ھمیشہ زندہ رھتے ھیں۔

گفت اقبال ،،ای بسا شاعر که بعد از مرگ زاد،،
این سخن حق است در حق وی و ابدال او

اقبال نے کہا ھے کہ کئی شاعر موت کے بعد دوبارہ زندہ ھوتے ھیں،، یہ بات اس کے اور اس جیسے لوگوں پر صادق آتی ھے۔

با (زبور) وی که از نام (عجم) زیور گرفت
تازه شد جان جهان از نام فرخ فال او

اس کی ،،زبور عجم،، کے نام سے عجم نے اپنے آپ کو آراستہ کیا، اس کے مبارک نام سے دنیا کی روح تازہ ھوگئی۔

خواند مشرق را بسوی دانش وکوشش ، چو دید
خواری مشرق زمین از جهل و از اهمال او

اس نے مشرق کو علم اور کوشش کی طرف بلایا جب اس نے دیکھا کہ مشرق کی خواری اس کی جہالت اور بے پروائی کا نتیجہ ھے ۔

شد دلیل راه شرق گفته های نغز او
حجت آزادی شرق آمد استدلال او

اس کی اچھی باتیں مشرقیوں کے لئے راھنما بن گئیں اس کے دلائل مشرق کی آزادی کے لئے حجت تھے۔

آفتاب شرق راچون دید در گودال غرب
سیر شد از غرب و از دریای پر گودال او

جب اس نے آفتاب شرق کو مغرب کے گڑھے میں گم دیکھا اس کا دل مغرب اور اس کے تاریک سمندر سے سیر ھوگیا ۔

ز آنهمه گندم نمائی جو فروشی دید و بس
چون جوال غربیان بگذشت از غربال او

اس نے ان کے ھاں فقط گندم نمائی جو فروشی دیکھی جب اس نے مغرب کے لوگوں کی درست چھان بین کی۔

عاشق شرق و هوای گرم سودا خیز اوست
دشمن غرب و فضای سرد چون یخچال او

وہ مشرق اور اس کی جنون خیز گرم ھوا کا عاشق ھے وہ مغرب اور اس کی برف جیسی سرد فضا کا دشمن ھے ۔

واله و شیدائی حسن زبان پارسی است
فتنۂ این شاهد شعر است و خط و خال او

وہ فارسی زبان کی زیبائی کا عاشق ہے اس کے شاہد شعر کے لئے اسکے خط و خال فتنہ ہیں

مولوی و سعدی و حافظ تجلی کردہ اند
در همه افکار و در آمال و در امیال او

مولوی (رومی) سعدی اور حافظ آشکار ہوئے ہیں
اسکے افکار و آرزو میں اور مقاصد میں

حکمت یزدانی ایرانی زمین چوں مطلعی است
کز همانجا شد فروزاں اختر اقبال او

ایران کا الہامی فلسفہ ایک مطلع کی طرح ہے
جہاں سے اسکے اقبال کا ستارہ طلوع ہوا

رنج ها برد این سخنگوئی هنرور سالها
هم دو تاشد پشت او وهم تبه شد حال او

اس ہنر مند شاعر نے کئی سالہا محنت کی
اسکی کمر دوہری ہوگئی اور اسکا حال افسردہ ہو گیا

لیک با این رنجها و درد ها یکدم نشد
فارغ از اندیشۂ احیاء کشور بال او

لیکن ان تمام رنج و درد کے باوجود ایک دم کے لئے بھی وہ اپنے ملک کے احیا کے فکر سے فارغ نہیں تھا

جون (مسافر) سیر در آفاق و انفس میکند
(بال جبریل) است گوئی فکر زرین بال او

اقبال ،،مسافر،، کی طرح کائینات میں سفر کرتا ھے اور ،،بال جبریل،، اس کے سنہری پرون کی بجائے ھے۔

گاہ از (نجد و حجاز) آرد برایت (ارمغان)
گاہ با (ضرب کلیم) از مصر و از ابطال او

کبھی وہ نجد اور حجاز سے تمھارے لئے ارمغان لاتا ھے اور کبھی مصر اور وھاں کے بزرگوں سے ،،ضرب کلیم،، بھی۔

گہ با (تجدید افکار مسلمانی) کند
چشم گیتی خیرہ از اسلام و از اعمال او

کبھی تجدید افکار مسلمانی کرکے دنیا کی آنکھ اسلام اور اسلامی عمل دکھا کر خیرہ کردیتا ھے۔ (اقبال کی کتاب تجدید فلسفہ اسلامی کی طرف اشارہ ھے)

میستاید از دل و جان دین حق مصطفی
میسپارد راہ نیک مرتضی و آل او

وہ دل و جان سے دین مصطفی کی تعریف کرتا ھے اور مرتضی اور اسکی اولاد کے راستے پر گام زن ھے

روح او ایرانی است و گفتہ ھایش پارسی
فیضہا دریافتہ از چشمۂ سیال او

اسکی روح ایرانی ھے اور اسکا کلام فارسی ھے
اس نے ایران کے جاری چشمون سے فیض حاصل کیا ھے

بر بیان نغزو فکر بکر اقبال است و بس
کاخ استقلال پاکستان و استکمال او

پاکستان کی آزادی اور ترقی کی بنیاد
اقبال کے اچھے اور نئے نئے افکار پر ہے

نام پاکستان از ین فرزند رادش زنده شد
زنده میدارند آری سام را اطفال او

پاکستان کا نام اس عالی مرتبت فرزند کے ذریعہ زندہ ہو گیا
یہ سچ ہے کہ بچے اپنی ماں کا نام زندہ رکھتے ہیں

بس درود از من بر این اقبال پاکستان که شد
نام پاکان زنده از آلام و از آمال او

میری طرف سے اقبال پر درود پہنچے کیونکہ
اسکے مقاصد اور اسکی محنت سے پاک لوگوں کا نام زندہ ہوا

روز اقبال است روز اول اردیبهشت
وه چه روز خرم و خوبی است روز سال او

,, یوم اقبال ،، اردی بہشت کی پہلی تاریخ کو ہوتا ہے
واہ واہ اسکی برسی کا دن کتنا خرم و اچھا ہے

وین چکامه در چنین روزی بیادوی بود
ارمغان من بپاکستان و بر اقبال او

اس دن کی مناسبت سے یہ قصیدہ میری طرف سے پاکستان اور اسکے
اقبال کی خدمت میں ارمغان ہے

تا بپاکستان شناسانید حق خویشتن
مہر خاموشی بر افگند از زبان لال او
اس نے پاکستان کو اسکے حق سے آگاہ کیا
اور اسکی خاموش زبان سے مہر خاموشی توڑ دی

تا برون کرد از زمین پاک پاکستان عدو
کرد ثابت کاین دیار پاک نبود مال او
اس نے پاکستان کی زمین سے دشمن کو نکال کر ثابت کر دیا کہ
پاکستان اسکی ملکیت نہیں تھا

شاعران را باید از اندیشه او پیروی
تا ببار آید ز اقوالش همه افعال او
شاعروں کو چاهئے کہ اقبال کے خیالات کی پیروی کریں
تاکہ انکی باتوں سے انکے اعمال ظاهر هوں

شرقیاں را باید از شاعر چو پاکستان سپاس
تا همه راهی به پیما یند بر منوال او
مشرقی لوگوں کو چاهئے کے شاعر پاکستان کا شکریه ادا کریں
اور سب کو چاهئے اقبال کی منشاء کے مطابق راستے پر چلیں

ملک پاکستان همه چیز خود (اقبال) یافت
چوں سرود او شنید و رفت از دنبال او
پاکستان نے اپنی هر چیز اقبال سے حاصل کی ۔
جس نے اسکا نغمه سنا اور اسکے پیچھے روانه هوگیا

قصیده آقای ادیب برومند شاعر ملی ایران

آقا ی ادیب برومند ایران معاصر کے مشہور شعرا مین سے هیں اور قصیده سرائی میں انکا مرتبہ بہت بلند ہے۔

اقبـــال

امروز باقبال تو ای یار فسونکار
اقبال بمی بایدم و زمزمه تار

اے میرے افسونکار محبوب تیرے اقبال کے وسیله سے مجھے ستار کے زمزمہ کے ساتھ می میسر ہونی چاھئے

امروز با قبال تو خوش باده خرم تلخ
ای دلبر شیرین سخن نادره گفتار

آج میں تیرے اقبال کی بدولت تلخ شراب کو خوشی سے نوش کروں
اے میرے شیرین سخن اور نادر باتیں کہنے والے محبوب!

می نوشم و بر زیر و بم تار کنم گوش
با یار که بردل زندم چنگ و باو تار

میں شراب پیوں اور ستار کے زیر و بم (نغمه) کو سنوں
محبوب کے همراه جو میرے دل کے ساز پر هاتھ پھیرتا هے

ای ساقی گل چهره بریز آن می گل رنگ
تا گونه چو آتش کنم و چهره چو گلنار

اے ساقی گل چهره وه گل رنگ (سرخ) شراب ڈال دے
تا کہ اپنے رخسارے آگ کی طرح اور چهره گلنا کی طرح کر لوں

بحث اقبال ار چه بس شایستهٔ تفصیل بود
ایک من بس کردم از آن برهمین اجمال او
اگرچه اقبال کے متعلق بحث زیادہ مفصل ہونی چاہئے
میں اس مختصر پر ختم کرتا ہوں

* * *
* *
*

آنجا که درو نیر اقبال فروزان
آنجا که درو پرتو اسلام پدیدار

وہ جگہ جہاں اقبال کا ستار روشن ہوا
وہ جگہ جہاں اسلام کی روشنی کا عکس نمودار ہوا

آنجا کہ از و خاست یکی مرد گرانسنگ
آنجا که درو رست یکی نخل گرانبار

وہ جگہ جہاں سے ایک بڑی قابلیت کا شخص پیدا ہوا
وہ جگہ جہاں سے ایک بہت زیادہ پھل والا درخت پیدا ہوا

زان مرد نکو نام ، زمانراست همی فخر
زاں نخل برومند ، زمیں راست همیں بار

اس نیک نام مرد سے زمانے کو فخر حاصل ہے
اس پھل دار درخت سے زمین کو پھل نصیب ہوا

آں عالم یکتا بوطن منشاء تعلیم
آں مشعل تابان بجہان مطلع انوار

وہ یکتا عالم وطن کے لئے تعلیم کا منبع تھا
وہ روشن مشعل جہاں کے لئے روشنی کا منبع تھا

ہمنام ,, محمد ،، ہنر اموز حکیمی
دلدادہ سرخیل رسل احمد مختار

وہ ہنر سکھانیوالا فلسفی ,, محمد ،، کا ہمنام ہے
وہ احمد مختار کا جو نبیوں کے سردار ہیں عاشق ہے

بنشین و بر افروز رخ ای لعبت شیرین
بر خیز و بر افراز قد ای شاهد عیار
اے محبوب شیریں بیٹھ جا اور اپنے چہرے کو روشن کر پھر
اے میرے عیار معشوق اٹھکر کھڑا ہوجا اور اپنے بلند قد کی نمائیش کر

ز آن یک ببر آب از رخ نسرین و شقائق
زین یک بزن آتش بدل سرو و سپیدار
پہلی حرکت سے نسرین گل لاله کو ماند کر دے
دوسری حرکت سے سرو اور سفیدے کے درخت کو (آتش حسد میں)
جلا دے

در دو سه جامی که بنوشم من و زانپس
یک لحظه ز پنجاب سرایم سخن اے یار
دو تین جام مجھے دے تا که پینے کے بعد تھوڑی دیر کے لئے
پنجاب کے متعلق شعر پڑھوں

آنجا که بفرهنگ و کمال است مزین
آنجا که بتعظیم و درود است سزاوار
وه جگه جو تمدن اور کمالات کے زیور سے آراسته هے
وه جگه جو درود اور تعظیم کے لائق هے

آنخطه کز و مهر و وفا خیزد ورادی
آنخطه کزو جاه و ظفر زائد و مقدار
وه خطه جهاں سے مهر و وفا اور بلتد همتی پیدا هوتی هے
وه خطه جهاں سے جاه اور ظفر ور قابلیت پیدا هوتی هے

شد شاعری آنگونه که درجنگ اجانب

شعرش بیقیں گشت بہیں حربہ احرار

وہ ایسا شاعر تھا کہ اجنبی کے خلاف جنگ میں اسکا شعر یقیناً احرار کے لئے اسلح تھا

شد شاعری انگونہ کہ در ہند سراسر

کر دند با عجاز کلامش همه اقرار

وہ ایسا شاعر تھا کہ ھند میں سر تا سر سب نے اسکے اعجاز کلام اقرار کیا

هر چند (باردو) سخن آموخت زطفلی

با لفظ (دری) ساز سخن کرد در اشعار

اگرچه بچپن سے اسنے اردو زبان سیکھی تھی اس نے فارسی زبان میں شاعری شروع کی

بنگر (بزبور عجم) و (نامه جاوید)

در یاب ز اسرار خودی جلوۂ افکار

,,زبور عجم،، اور ,,جاوید نامه،، کا مطالعه کرو اور اسرار خودی سے افکار کے جلوے حاصل کرو

چوں دوره (اکبر شه) و (اورنگ) و (جهانگیر)

بر لفظ (دری) زیب و فر افزود دگر بار

اکبر اور اورنگ زیب اور جهانگیر کے زمانے کے مانند اس نے دو باره فارسی کی زیب و زینت کو بڑھایا

فرزانه و دانشور و نام آور و محبوب
آزاده و بینا دل و نیک اختر و هشیار

وہ دانا، عقلمند ، مشہور و محبوب ہے
وہ آزاد ہے اسکا دل بصیر ہے وہ نیک اختر اور ہوشیار ہے

اندوخت بسی علم و سخندانیو حکمت
آموخت بسی فضل و هنرمندی و رفتار

اسی نے علم و شعر اور حکمت کو بہت جمع کیا
اس نے بہت حد تک ہنر، اخلاق اور علم سکھایا

آموخت (بلاهور) بسی دانشو فرهنگ
زاں پس (باروپا) حکمو فلسفه بسیار

اس نے لاهور میں کافی عرصه علم اور فرهنگ کی تعلیم دی اسکے بعد یورپ میں علم اور فلسفه کا مطالعه کیا

شد شاعری آزادهو دریا دل و فیاض
از وسعت اندیشه و از طبع گهر بار

وہ ایک شاعر تھا آزاد منش ، وسیع قلب اور فیاض
اپنے خیال کی وسعت اور اپنی گهر بار طبع کی بدولت

شد شاعری آنگونه که تاثیر کلامش
حسن وحرکت داد بنقش در و دیوار

وہ ایسا شاعر تھا که اسکے کلام کی تا ثیر نے در و دیوار کے نقش کو حس اور حرکت عطا کی

شد در وطن خویش مہین (شاعر ملی)
و آمد ببرش خشم قوی پنجه بزنہار

اپنے وطن میں اسے قومی شاعر کی عظمت ملی اور طاقت ور دشمن بھی اسکے قابو میں آگیا

چوں دید که در هند دل مسلم و هندو
پیوند محبت نپذیرفت بنا چار

جب اسنے دیکھا که هند میں مسلم اور هندو کا دل محبت کے پیوند کو قبول نہیں کرتا تو نا چار

یک بار صلا داد که اقوام مسلمان
باید که در آیند بیک حلقهو یکدار

اس نے آواز دی که تمام مسلمان قوموں کو
چاهئے که ایک حلقے اور دائرے میں آجائیں

این گفت وپس از مرگ وی ایں کشتهٔثمرداد
با همت مردان ظفر مند و فدا کار

اس نے یه کہا اور اسکے مرنے کے بعد اس نے پهل دیا
مردان ظفر مند اور فدا کار کی همت کی بدولت

و ندر صف میدان بجناح وطنو دین
گر دید جناح از پی ایں نقشه علمدار

میدان کی صف میں وطن اور دین کے پہلوں پر جناح نے اس اسکیم کو عملی جامه پہنانے کا بیڑا اٹھایا

خوش نغمه‌گر گلشن (رومی) شد و دریافت
از ساحت اندیشه او نزهت گلزار

وہ رومی کے باغ کا نغمہ سرا بن گیا اور رومی کے افکار سے اسکو
گلزار کی نفاست مل گئی

بر تارک دوران خود از گفته فراهشت
بس در گرانمایه و بس گوهر شهوار

زمانے کے سر پر اپنے شعر سے نچھاور کردئیے
بے شمار گرانمایه موتی اور بے شمار گوهر شهوار

یکباره بخدمت گری خلق کمر بست
تا باز رهاند وطن از سلطهٔ اغیار

اس نے ایک دفعه خلق کی خدمت کے لئے کمر باندھ لی تا که وطن کو
غیروں کی حکومت سے رهائی دلوائے

خوش کرد بسیج از ره گفتار کسانرا
بر ضد (بریطانی) یغماگر مکار

اس نے اپنے کلام سے لوگوں کو خوب صف آرا کیا
برطانیه مکار اور یغما گر کے خلاف

و آرام نخسپید در اینمرحله تا کرد
آو ای نجاتش همه را یکسره بیدار

اس دوران میں وه آرام سے نه سویا جبتک که اسکی آزادی کی آواز
نے سبکو بیدار نه کر دیا

گوید که ترا عشق بود رهبر هستی
وز علم و شود راه و گذرگاه تو هموار

وہ کہتا ہے کہ زندگی میں تیرا رہبر عشق ہونا چاہئے ورنہ محض علم سے تیرا راستہ مشکل ہو جائیگا۔

آسایش گیتی همه در عشق و صفا جوی
فرسایش انسان همه از کینه و پیکار

زندگی کی آسائیشی حرف عشق اور صفائی قلب میں تلاش کر کینہ اور پیکار انسان کو خراب کرتی ہے۔

از مغربیان زیرکی و علم و حیل زاد
وز مشرقیان عشق و دل و معنی و کردار

مغربی لوگوں سے چالاکی، علم اور حیلہ گری وجود میں آئی اور مشرقیوں سے عشق و دل و روحانیت اور عمل نیک۔

(افرنگی) جابر نبود قابل تقلید
کو خیره و بی شرم و وقار است و سبکسار

ظلم کرنیوالا فرنگی اس قابل نہیں کہ اسکی تقلید کی جائے کیونکہ وہ خیرہ سر و بے حیا و بیوقار ہے۔

از جانب افرنگی الوده سروپائی
ناید بجز افسو نگری و فتنه و آزار

افرنگی سراپا آلودہ ہے اسکی طرف سے بغیر افسونگری و فتنہ اور تکلیف کے کچھ حاصل نہیں۔

زیں نقشہ پدیدار شد انکشور نو خیز
کا نخطہ با (پاکستان) شد شہرہ اقطار

اس اسکیم سے وہ نیا ملک وجود میں آیا جو پاکستان کے نام سے دنیا میں مشہور ہے

از فلسفہ او چہ دہم شرح کہ او راست
ایں فلسفہ خوش منعکس اندر ہمہ آثار

اس کے فلسفہ کے متعلق میں کیا بیان کروں۔ کیونکہ اسکا فلسفہ اسکی تمام تصنیفات میں منعکس ہے

او بیروی مکتب اسلام کند نیک
وز محبت این کیش بود کاشف اسرار

وہ مکتب اسلام کی ٹھیک پیروی کرتا ہے اور اس مذہب کا بیان کرتے ہوئے اس نے اسرار کھولے ہیں

خواہد کہ مسلمانان سازند ز وحدت
سدی بہ رہ عیسویان محکم و ستوار

وہ چاہتا ہے کہ مسلمان متحد ہو کر مسیحیوں کے مقابل ایک مظبوط اور مستحکم دیوار کھڑی کر دیں

وز پرورش قوہ خلاقہ قدرت
گردند ز سستی و زبونی ہمہ بیزار

اور قوت تخلیق کی تربیت کریں اور سستی و بے چارگی سے بیزاری کا اظہار کریں

در عرصه پـر کشمکش عالم هستی

چوں شیر عرین باش نه چوں میش علفزار

زندگی کے پر کشمکش میدان میں شیر عرس کے مانند بن نه گھاس کھانے والی بھیڑ

جز در بر آسیب و خطر شوکت و فر نیست

این راز حیا تست و جز این مرگ دگر عار

سوائے خطر اور مشکلات کے شوکت و شکوہ نہیں ، یہی راز حیات ہے اس کے بغیر محض موت یا عار ہے

مبنای (خودی) منشأ ایجاد جہانست

وین نزد (خود آگه) نبود درخور انکار

خودی کے بنیاد دنیا کی ترقی کا منبع ہے اور خود آگاہ ، شخص اس سے انکار نہیں کر سکتا

ز اسرار خودی بایدت آگه شدن ایدوست

تا بشنوی از گوش درون زبده اخبار

اے دوست تجھے اسرار خودی سے آگاہ ہونا چاہئے تاکہ تو باطن کے کان سے مہم خبریں سن سکے

در خود بنگر ژرف و عیان ساز خودی دار

تا بنگری از چشم نہان عالم دیدار

اپنے اندر گھری نظر دوڑا اور اپنی خودی کو آشکار کر تاکہ تو چشم باطن کے ذریعه عالم ظاہر کو دیکھ سکے

ای آه از ایں قوم ستمکار بد اندیش
ای وای از ابن مردم نا بخرد خونخوار
افسوس اس ظالم اور بد فکر قوم سے
افسوس ان بے عقل اور خونخوار لوگوں سے

باید تو ز اندیشه و عزم و خرد خویش
آسان گذری از ره نا ایمن و دشوار
چاھئے کہ تو اپنے فکر ، ارادہ اور عقل کی بدولت اس مشکل اور غیر محفوظ راہ سے آسانی سے گذر جائے

بیخود شدن از خویش بود توسعه روح
در ملت خود محو شدن شیوه ابرار
اپنے آپ سے بے خود ھونا روح کی وسعت کو ظاھر کرتا ھے۔ اپنی ملت میں محو ھو جانا ابرار کا طریقه ھے

سعی و عمل و جنبش و امید و توکل
ایں جمله بود نقد بقا راھمه معیار
سعی و عمل و حرکت و امید و توکل یه ھیں جو زندگی کے معیار ھیں ۔

یکباره مشو دستخوش بازی تقدیر
دستی ببر از وی تو بدین قدرت سرشار
تقدیر کے کھیل میں اپنے آپ کو بے بس مت خیال کر اس عظیم قوت کے ذریعه اس سے سبقت لیجا

نالاں مشو از کجروی مرکب تقدیر
یا عزم گران توسن تقدیر براہ آر

اگر مرکب تقدیر ٹیڑھے راستہ پر جائے تو غم مت کرو اپنے سخت ارادے سے توسن تقدیر کو راستہ پر لے آو

تحقیر خودی منشاء آثار زوال است
تخفیف روان منبع بدبختی و ادبار

خودی کو حقارت کی نظر سے دیکھنا زوال کا پیش خیمہ ہے روح کو کمزور کرنا بد بختی اور ادبار کا منبع ہے

اینجملہ ز اقبال بود ذکر فضائل
کوہست گلستان ادب را گل بیخار

یہ چند ایک اقبال کے فضائل ہیں وہ اقبال جو گلستان ادب کا گل بے خار ہے

* * *
* *
*

گوئی که خودی چیست؟ خودی فر خدائیست
اینشخص تو وین قوه که در تست ترا یار

تو کہتا ھے کہ خودی کیا ھے خودی خدا کی شان ھے یہی تری شخصیت ھے اور یہی وہ قوت ھے جو تیری دوست ھے۔

در راہ خودی پای ارادت بطریق آر
تا آنکه بری ره بسوی حکمت دادار

خودی کی راہ میں عقیدت کے قدموں سے چل تا کہ تو خدا کی حکمت کی طرف راستہ طے کر سکے ۔

بفروز بدل آتش آمال نوین را
وز پر تو او راہ طلب چو بشب تار

نئی آرزوؤں کی آگ دل میں روشن کر اور اسکی روشنی سے تاریک ات میں راستہ تلاش کر۔

گر لوح دل از نقش تمنا ست نگرین
ھرگز نه پذیرد ز بد حادثه زنگار

اگر تیری لوح دل پر تمنا کے نقش و نگار ھوں تو بڑے حادثات سے بھی اس پر زنگار نہیں آئے گا ۔

نو کن بتن از نو طلبی جامه هستی
ز آن پیش که پوشد ز فنا پودتو باتار

نئی چیزوں کی تلاش سے اپنے جامہ ھستی کو نیا رکھو اس سے پہلے کہ اس کے تارو پود موت سے پوشیدہ ھو جائیں ۔

بجہان شور افکند آن کو

دلش از عشق گشت مالامال

جہان میں وہی شخص ہیجان پیدا کر سکتا ہے جسکا دل عشق سے مالا مال ہو

مستمع را فزود حسن اثر

متکلم چو داشت حسن مقال

سننے والے پر اچھا اثر پڑتا ہے جب بات کرنے والا شیریں کلام ہو

گفت دانا کہ چون نبی ملہم

ہست شاعر زایزدہ متعال

دانا کا قول ہے کہ شاعر بھی نبی کی طرح خدا کی طرف سے ملہم ہوتا ہے

شاعرانند چون پیا مبران

در بیان و فضایل و اقوال

شاعر بھی بیان اور فضائل اور اقوال میں پیغمبروں کی مانند ہوتے ہیں

از کلام محمدی است اثر

در کلام محمد اقبال

اور محمد اقبال کے کلام میں محمد کے کلام کا اثر ہے

پارسی گو حکیم پاکستان

پاک جان ، پاک شیوہ ، پاک خصال

اقبال پاکستان کا فارسی گو حکیم ہے وہ پاک جان ، پاک شیوہ اور پاک خصائل کا مالک ہے

اقتباس و انتخاب از قصیده آقای حبیب یغمائی

(حبیب یغمائی ایران معاصر کے استاد شعراء میں سےھیں اور ملک کے نوجوان ادبا و شعراء میں احترام کی نظر سے دیکھےجاتے ھیں کئی سال سے یغمائی ایران کے مشہور ادبی اور علمی مجله یغما کےمدیر ھیں) —

زنده ماند سخنوری که ورا
دقت فکر هست و لطف خیال

وه شاعر همیشه زنده رهتا ھے جسکے کلام میں تفکر کی باریکی اور لطافت خیال هو

اوج شاعر بود به نیروی فکر
اوج طائر بود بقوت بال

شاعر کی اهمیت اسکے تخیل کی قوت سے ھے جسطرح پرندے کی بلندی پرواز اسکے پروں کی قوت سے ھے

سخنی کان ز حکمت است تہی
میوه ای هست نا رسیده و کال

وه شعر جو حکمت سے خالی ھے وه نا پخته اور کچے پهل کیطرح ھے

حکمت آموزی آن کند که وراست
طبع مواج و فکرت جوال

اور حکمت وهی سکها سکتا ھے جسکو متحرک طبع اور روشن " تخیل میسر هو

از قصیده آقای ڈاکٹر قاسم رسا ، مشهد

سر زد از لاهور رخشان اختری

آن که پاکستان همی نازد بدو

لاهور سے ایک درخشاں ستارہ طلوع ہوا جسپر پاکستان ناز کرتا ہے۔

خود نه پاکستان که خاک هند را

خامه اقبال بخشید آبرو

نہ صرف پاکستان بلکہ ہند کو بھی اقبال کے قلم نے آبرو بخشی -

شاعری شیرین کلام و نکته سنج

تا بگوید راز پنهان مو بمو

شیرین کلام اور نکتہ سنج شاعر نے پنہاں راز جو تھے انکو تفصیل سے بیان کر دیا -

طالب حق بود ودر آفاق گشت

تا کند مطلوب خود را جستجو

وہ حق کا طالب تھا اور تمام آفاق میں پھرا تا کہ اپنے مطلوب کی جستجو کرے -

آفرین بر آن سخن دان کز سخن

در جهان بگذاشت آثاری نکو

اس سخندان پر آفرین جس نے اپنے شعر کی اچھی یادگار دنیا میں چھوڑی ۔

فکر بکرش بکنه بحر عظیم
شعر نغزش بلطف آب زلال

اس کا طبع زاد تخیل گہرائی میں بڑے سمندر کے مانند ہے اس کا اعلی شعر لطافت میں صاف پانی کی مانند ہے

دین اسلام را نموده شرف
مردم شرق را فزوده جمال

اس نے دین اسلام کے شرف میں اضافہ کیا ہے اور مشرق کے لوگوں کے جمال میں اضافہ کیا ہے

چاره جوئی کند بخیر و صلاح
که گراید بشر براه کمال

وہ نیکی اور رفاہ بشر کے لئے کوشاں ہے اور چاہتا ہے کہ انسان اپنے کمال تک پہنچ جائے گا

و اتحاد ممالک اسلام
هست او را ز جمله آمال

اسکی آرزو اور مقصد اتحاد ممالک اسلام ہے

,, روز اقبال،، یعنی امروز است
که رسیدش ز حق نوید وصال

آج یوم اقبال ہے یعنی آج کے دن اسکو خدا سے وصال کی خوشخبری ملی

وین چنیں روز را علی التحقیق
بفزاید شکوه در هر سال

اور ایسے دن کا یقیناً سال بسال شکوہ و جلال بڑھتا رہے گا

سالک راہ حقیقت بود گشت
از پی عطار و رومی کو بہ کو

وہ حقیقت کے راستے پر چلنے والا تھا اور وہ عطار اور رومی کے پیچھے گلی گلی گھوما

در پیام شرق ،، آن دانا چوکرد
با ،،گوتہ ،، دانائی مغرب گفتگو

پیامِ مشرق میں اس دانا نے مغرب کے دانا گوئٹے سے گفتگو کی ھے

درسخن از شاعر مغرب زمین
شاعر مشرق زمین بربود گو

اور شعر میں شاعر مغرب زمین کے شاعر سے مشرق زمین کا شاعر سبقت لے گیا

ھر کہ او چون زندہ گرداند سخن
در جہان ھرگز نمیرد نام او

جو شخص شعر کو زندہ کرتا ھے اسکا نامِ جہان سے ھرگز نہیں مٹتا

ای رسا چون راست مردان در جہان
جــز طــریق راستی راھی مپو

ای رسا نیک آدمیوں کی مانند دنیا میں
سوائے سچائی کے راستہ کے کوئی راستہ اختیار نہ کر

آبیاری کرد خاک هند را
تا که آب رفته باز آرد بجو

اس نے خاک هند کی آبیاری کی تاکہ گذرے ہوئے اچھے دن واپس آجائیں

آنکه استقلال پاکستان و هند
در جهانش بـــود تنها آرزو

وہ جسکی زندگی میں تنها آرزو پاکستان اور هند کی آزادی تھی

ریخت در ساغـــــر شراب اتحاد
گفت یاران را کہ قوموا و اسر عو

اس نے پیالے میں اتحاد کی شراب ڈالی اور دوستوں سے کہا آؤ کھاؤ اور پیو

بیدلان را میکشد سوی چـــمن
"ارمغان" آن گل خوشرنگبو

اس اچھی بو اور رنگ والے پھول کا تحفه بیدلوں کو باغ کی طرف کھینچتا ھے

در دل عشاق سوز خـــامه اش
آتش عشق است ننشیدند فـــرو

اسکی قلم کا سوز عاشقوں دل میں عشق کی آگ روشن کرتا ھے جو کبھی نہیں بجھتی

نو بہاری برنگ و بوی بہشت
ایمن از آفت خـــزان دیـــدم

ایک نو بہار تھی بہشت جیسی رنگ‌و بو کی حامل اور خزاں کی مصیبت سے مصون جو میں نے دیکھی -

گلشن رشک بوستان ارم
خوشتر از ساحت جنان دیدم

میں نے دیکھا ، ایک باغ جس پر باغ ارم کو رشک آئے اور جو جنت سے بھی زیادہ خوشگوار تھا -

واندران رنگ رنگ لالـــہ‌و گل
گـونه گـون سرو ارغوان دیدم

اسمیں رنگ رنگ کے لالہ و گل اور قسم قسم کے سرو اور ارغوان میں نے دیکھے -

مرغـــکان بہشتی از هـر سوی
بـر سر شاخ نغمـــه خوان دیدم

بہشت کے پرندے ہر طرف سے ہر شاخ پر نغمہ خواں میں نے دیکھے -

گلبنانرا نیاز بر لب جوی
بر سر از سرو سائبان دیدم

نہر کے کنارے گلبن جھکے ہوئے تھے اور میں نے سر پر سرو کا سائبان دیکھا -

قصیدهٔ آقای علی صدارت نسیم

آقای علی صدارت وزارت عدلیه کے اعلی افسروں میں سے ھیں - قدیم اور جدید طرز کے شعر کہتے ھیں مگر انکے قصاید کو غیر معمولی شہرت حاصل ھے —

دوش ، جانرا بچشم جان دیدم
عالمی بر تر از گمان دیدم

کل میں نے اپنی جان کو روح کی آنکھ میں دیکھا مجھے ایک دنیا نظر آئی جو خیال کی حدود سے بالا تر تھی -

عالمی روشن از فروغ امید
دور از این تیره خاک دان دیدم

وہ دنیا امید کی روشنی سے منور تھی اور اس تاریک دنیا سے بہت دور تھی -

آنچه سر خوش نمی توان خواندم
وانچه وصفش نمی توان دیدم

اس دنیا میں کوئی تفصیل بیان نہیں کر سکتا جو دنیا میں نے دیکھی اسکی تعریف نہیں کی جا سکتی -

یعنی از فیلسوف عصر اقبال
نغز آثار جاودان دیدم

یعنی زمانے کے فلسفی اقبال کی اعلی اور جاویدان تصنیفات میں نے دیکھیں -

از ازل تا ابد سپر دم راه
هیچ جز او نه درمیان دیدم
میں نے ازل سے ابد تک کا راستہ طے کر لیا مگر سوائے ,, اسکے،،
مجھے کچھ نظر نہ آیا

ز آسمانی سوائد رنگیں
بر یکی گستریدہ خوان دیدم
آسمان سے رنگا رنگ کھانے ایک خوان پر چنے ہوئے میں نے دیکھے

دعوتی عام بود و بر آن خوان
دشمن و دوست میہمان دیدم
وہ ایک عام دعوت تھی اور اس خوان پر میں نے دوست و دشمن سب
کو مہمان دیکھا

از رموز جمال و راز کمال
ای بسا گنج شایگاں دیدم
جمال اور کمال کے راز و رموز کے میں نے کئی گنج شایگان دیکھے

فیلسوفی بزرگ و روشن رای
شاعری فحل و نکتہ داں دیدم
میں نے ایک عظیم الشان اور روشن فکر فلسفی اور شاعر و نکتہ داں دیکھا

شاہبازی کہ زیر شہپر او
باختر تا بخاوراں دیدم
وہ ایک شہباز تھا جسکے شہپر کے نیچے میں نے مغرب سے مشرق
تک کی فضا دیکھی

کوهها دره ها همه سر سبز
جویها چشمه ها روان دیدم

پہاڑ وادیاں سب سر سبز تھیں اور نہریں اور چشمے میں نے رواں دیکھے

صحنه ای همچو پهنهٔ گردون
واندر آن صحنه لعبتان دیدم

ایک منظر میں نے دیکھا جو آسمان کی طرح وسیع تھا اور اس منظرہ میں مجھے حورین نظر آئیں

شاد و سرمست و شوخ و شور انگیز
پای کوبان و کف زنان دیدم

میں نے دیکھا کہ حوریں شادو سر مست ، شوخ اور ذوق کی حالت میں رقص کر رہی ھیں

بر شد اندیشه ام بشهپر شرق
بمکانی که لامکان دیدم

میرا خیال مشرق کے سیر کی بدولت بلندی پر پرواز کررھا تھا ایسے مکان میں جہان میں نے لامکانی دیکھی

نه نشان از جهان خاک پدید
نه زمین و نه آسمان دیدم

نہ وھاں کہیں خاک کی دنیا کا نشان تھا نہ زمین اور نہ آسمان مجھے نظر آئے

طبع پاکش که ملهم است از غیب
راست چون بخت او جوان دیدم

اسکی پاک طبع کو جسکو غیب سے الہام ہوتا ہے بالکل اسکے بخت کی طرح جوان دیکھا

دلربا زادگان طبعش را
همه و شاداب شادمان دیدم

اسکی طبع کی دلربا اولاد کو میں نے ہر طرح شاداب اور شادمان دیکھا

بی شمر اختران فکرش را
بس فرا تر ز کہکشان دیدم

اسکے افکار کے بیشمار ستاروں کو میں نے کہکشاں سے بھی بلند تر دیکھا

در حریم تصوف و عرفان
رومیش یار و هم زبان دیدم

تصوف اور عرفان کی منزل میں میں نے رومی کو اسکا یار اور ہمزبان دیکھا

در سلوک ممالک حکمت
با سنائیش همعنان دیدم

حکمت کی مملکت اور سلوک کی منزل میں اسکو میں نے سنائی کا ہم عنان دیکھا

آن همایون همای را که بود
بر سر سدره آشیان دیدم
وہ مبارک ھما کہ جسکا آشیان سدرہ کی چوٹی پرھے میں نے دیکھا -

نخل بار آوری سپہر آسای
سایہ گسترده بر جهان دیدم
میں نے دیکھا ایک پھل دار درخت آسمان کی طرح تمام جہان پر سایہ ڈال رہا ھے -

راز نا گفتهٔ محبت را
نغز گفتار ترجمان دیدم
میں نے اسکو محبت کے ناگفتہ راز کا نہایت خوش بیان ترجمان دیکھا -

در نا سفته حقیقت را
شکرین لعل در فشان دیدم
میں نے اسے حقیقت کے ناسفتہ موتی اور شکرین لعل بکھیرتے ہوئے دیکھا -

زیر هر بیتی از سفینهٔ او
ژرف دریائی بیکران دیدم
اسکے بیت کے نیچے میں نے گہرا اور بیکران سمندر دیکھا -

پس هر سطری از صحیفهٔ او
یکجهان راز دل نهان دیدم
اس کتاب کی ہر سطر کے اندر میں نے راز ھائے دل کی ایک دنیا نہاں دیکھی -

آسمانی "پیام مشرق" او
در تن شرق چون روان دیدم
اسکا آسمانی "پیام مشرق"، مشرق کے بدن میں روح کی طرح مجھے نظر آیا

تا از او دیدم "ارمغان حجاز"
روح را نغز ارمغان دیدم
ارمغان حجاز کو میں نے روح کے لئے ایک اچھا تحفہ پایا ھے
طبع او را ز بس گہر پرورد
غیرت بحرو رشک کان دیدم
اسکی طبع سے بیشمار گہر پدیدار ہوئے ہیں میں نے اسکو غیرت بحر اور رشک کان دیکھا ھے

کاخی افکند پس که بر در آن
جرخ را سر بر آستان دیدم
اسنے ایک ایسا محل تعمیر کیا جسکے آستانہ پر میں نے آسمان کا سر جھکا ہوا دیکھا
نام او عرصهٔ زمین بگرفت
فکر او چیره بر زمان دیدم
میں نے دیکھا کہ اسکا نام دنیا کی وسعت پر چھا گیا ھے اسکے افکار نے زمانے کو فتح کر لیا ھے

فرخا کاروان "نہضت شرق"
که ورا میر کاروان دیدم
مشرق کی تحریک کے کاروان کو مبارک ہو کہ میں نے اقبال کو اسکا میر کاروان دیکھا ھے

در تعالیم آسمانی او
سعی و پرهیز توامان دیدم
اسکی آسمانی تعلیم میں میں نے کوشش اور پرہیز گاری کا امتزاج دیکھا

عقل را پیشوای عزم و عمل
عشق . را رهنمای جان دیدم
میں نے وهاں عقل کو عزم اور عمل کے پیشوا کی حیثیت سے اور عشق کو روح کا راهنما دیکھا

بر بشر چوں پدر بفرزندش
نیک اندیش و مہربان دیدم
اقبال بشر کے لئے ایسا مہربان اور بھلائی کا خواهاں ہے جیسے کہ باپ اپنے بیٹے کا

از دھا و نبوغ بی مانند
در سخنہائے او نشان دیدم
میں نے بے نظیر دانش اور نبوغ (Genius) کا اسکے اشعار میں نشان دیکھا ہے

جلوۂ قدس و آیت اعجاز
در ،، زبور عجم ،، عیان دیدم
میں نے اسکی ،، زبور عجم،، میں جلوه قدس اور آیت اعجاز دیکھے ھیں

دست موسئیش در طلیعۂ فکر
دم عیسئش در بیان دیدم
اسکے افکار کا طلوع موسی کے هاتھ کی طرح اور اسکا بیان مجھے عیسی کا دم نظر آیا

این مبارز دمی ز پا ننشست
تاش پیروز و کامران دیدم

اس جنگجو نے ایک لمحے کے لئے بھی دم نہیں لیا جبتک کہ میں نے اسکو فاتح اور کامیاب دیکھ نہ لیا

کشورش را بیمن همت او
از بد دهر در امان دیدم

اسکی همت کی برکت سے اسکے ملک کو میں نے زمانے کی برائیوں سے امان میں دیکھا ھے

خاک لاهور را به اقبالش
بر مه و هور سر گران دیدم

میں نے لاهور کی خاک کو جسمیں اقبال مدفون ھے چاند اور سورج سے زیادہ گران مایہ دیکھا ھے

* * *
* *
*

دودمانی است خاور و او را
سر و سالار دودماں دیدم

مشرق ایک خاندان کے مانند ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ وہ اس خاندان کا سر پرست ہے

بوستانی است خاور و اورا
سرو آزاد بوستان دیدم

مشرق ایک بوستان ہے جسمیں میں نے اسے اس بوستان کا سرو آزاد دیکھا

مجد اسلام و رستگاری شرق
در جہان اینش آرمان دیدم

میں نے دیکھا کہ دنیا میں اسکا ارمان و آرزو اسلام کی عظمت اور مشرق کی آزادی ہے

شرق را زد صلای استقلال
رستخیزی بپا از آن دیدم

اسنے مشرق کو آزادی کی تلقین کی اور میلاب بیدنے اسمیں انقلاری برپا دیکھا ہے

در تکاپو براہ آزادی
خنگ عزمش بزیر ران دیدم

آزادی کی راہ میں دوڑ دھوپ کے لئے میں نے ہمیشہ اسکو عزم کے گھوڑے پر سوار دیکھا ہے

تا نیابی معرفت بر نفس خویش
رہ نیابد نفس تو گاہی بہ پیش

اگر تو اپنے نفس سے آشنا نہیں ہو گا تیری زندگی ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکے گی

ہر کہ نفس خویشتن تسخیر کرد
میتواند چارۂ تقدیر کرد

وہ جس نے اپنے نفس کو تسخیر کر لیا تقدیر پر قابو پا سکتا ہے

لن ترانی چند در طور خودی
رو خدا بین باش با نور خودی

"خودی" کے طور پر کب تک "لن ترانی" سنیں
جاؤ نور خدا سے خدا کو دیکھنے کی صلاحیت پیدا کرو

کز خودی باشد جہاں را رنگ و بو
وز خودی باشد تجلی ہای ہو

جہان کا رنگ و بو خودی کی بدولت ہے اور عالم ہو کی تجلیاں بھی خودی ہی کا جلوہ ہیں

زندگی یعنی دما دم خواستن
نز قناعت بیشگی کم خواستن

زندگی کیا ہے؟ ہمیشہ آرزو مند رہنا نہ کہ قناعت پیشہ ہونا اور آرزو کو کم کرنا

اقتباس اشعار آقای احمد گلچین معانی

(گلچین معانی ایران کے ادبی حلقوں میں غیر معمولی شہرت رکھتے ہیں ۔ اور انکا کلام ملک کے تمام بلند معیار مجلات میں چھپتا ہے۔

رباعی

تا چند ز خویشتن جدائی کردن
در کار وجود سست رائی کردن
ز اقبال شنو که گفت خود را بشناس
کز راه خودی توان خدائی کردن

تو کبتک اپنے آپ سے جدا رہے گا اور زندگانی کے کاموں میں سستی کریگا
سنو اقبال کہتا ہے کہ اپنے آپ کو پہچانو کیونکہ ,, خودی،، کی راہ سے ہم خدائی پر تسلط پیدا کر سکتے ہیں

مثنوی

بشنو از آن فیلسوف پاکزاد
مولوی ثانی آن اقبال راد

اس پاک زاد فلسفی ,, رومی ثانی ،، اقبال عظیم المرتبت کی بات سنو

کز خودی دارد جہان نام و نشان
جز خودی چیزی نپاید در جہان

که دنیا کا نام و نشان ,, خودی ، کی بدولت ہے خودی کے بغیر کوئی چیز جہاں میں باقی نہیں رہ سکتی

مقصد از خود جوی و راه از خویشتن
و آنچه می خواهی بخواه از خویشتن

اپنا مقصد اور اپنا راستہ خود تلاش کر جس چیز کی تجھے ضرورت ھے اپنے آپ سے طلب کر

در بلا بگیریز و خود را رنجه کن
با حوادث پنجه اندر پنجه کن

مصیبت اور بلا میں کود پڑ اور تکلیف اٹھا حوادث کے ساتھ جنگ شروع کر دے

از بلا ها پخته تر گردد خودی
تا خدا را پرده در گردد خودی (۱)

خودی ، بلا و مصیبت سے زیادہ مضبوط ھو جاتی ھے اور خودی اسی طرح خدا کے اسرار کو آشکار کر دیتی ھے

سر هستی عشق دان و آرزو
کادمی خود نیز صورت بست ازو

زندگی کا راز عشق اور آرزو ھے اور انسان کی شکل بھی اسی سے وجود میں آئی ھے

از محبت کن خودی را زنده تر
زنده تر ، تابنده تر ، سوزنده تر

عشق کے ذریعے خودی کو زندہ کر دے تا کہ وہ زندہ تر ، تابندہ تر اور سوزندہ تر ھو جائے

آرزو کن کارزو مقصود جوست
درجہان عقل و خرد مخلوق اوست

آرزو کرو کیونکہ آرزو سے مقصد حاصل ہوتا ہے دنیا میں عقل اور خرد آرزو ہی سے وجود میں آتی ہے

آرزو مندی ترا بخشد حیات
ترک عشق و آرزو یعنی ممات

تیری آرزو مندی تجھے زندگی بخشتی ہے عشق اور آرزو کا ترک کرنا موت کے مترادف ہے

تنگ بگرفتن جہاں را چوں قفس
شیوۂ اقوام مغلوبست و بسی

جہاں کو ایک قفس کی طرح سے خیال کرنا صرف مغلوب قوموں کا شیوہ ہے

بال و پر بگشای و در پرواز باش
چوں ہزار آوا بلند آواز باش

اپنے بال و پر کھول اور پرواز کر تیری آواز ہزار صداوں کے برابر ہونی چاہیئے

گر نخواہی تا خودی گردد حقیر
خود مشو ز احسان کس منت پذیر

اگر تو اپنی خودی کو حقیر بنانا نہیں چاہتا تو کسی کا احسان اور منت مت اٹھا

از قصیده آقای علی خدائی

(آقای علی خدائی محکمہ تعلیم کے رکن ہیں اور زاہدان میں مقیم ہیں آپ کو اقبال سے بہت گہری عقیدت ہے)

زهی بزرگ هنر ور محمد اقبال
سپهر زهد ورع مهر برج فضل و کمال

عالی مقام صاحب ہنر محمداقبال پر آفریں وہ زہد و ورع اور فضل و کمال میں آسمان کا مرتبہ رکھتا ہے

چکامه ساز دری فیلسوف پاکستان
که بس حقائق تفصیل رانده در اجمال

وہ فلسفی پاکستان جس نے فارسی اشعار لکھے اور اختصار کے باوجود حقائق کو مفصل بیان کیا

حکیم با خرد و نکته سنج معنی یاب
که بهر میهن خود ریخت طرح استقلال

وہ حکیم دانا اور معانی کو پانے والا نکتہ سنج ہے جس نے اپنے وطن کے لئے آزادی کی بنیاد رکھی

یکی مروج اسلام در ادای کلام
یکی مبین احکام از بیان مثال

ایک تو اسنے اپنے کلام کے ذریعے اسلام کی تبلیغ کی اور دوسرا اسنے مثالوں کے ذریعہ احکام اسلام کی تائید کی—

اس حدیث نغزو جاویدانی است
فلسفہ اقبال پاکستانی است

یہ نہایت عالی اور جاویدان بات ہے اور یہی اقبال پاکستانی کا فلسفہ ہے

* *
* *
*

نوٹ

این بیت از علامہ اقبال طاب ثراہ است—

علو باز پذیرفت و جلوهٔ طاؤس
ببوم خویش هما وار سایه داد از بال

اسنے باز کی بلندی اور طاؤس کی زیبائی قبول کی اور اسنے اپنے وطن پر اپنا سایہ هما کی طرح ڈالا

هزار سالهٔ سیر کواکبش پرورد
ولی نظیر نیاردش در هزاران سال

ستاروں کی هزار ساله گردش نے اسے پرورش کیا لیکن اسکی نظیر هزاروں سالوں میں بهی نہیں ملے گی

زبان امیش از هند و پهلویش سخن
بسی جمیل تعالله از کمال و جمال

اسکی مادری زبان تو هند سے تهی مگر اسنے فارسی میں شعر لکھے۔ سبحان اللہ کمال اور جمال کے لحاظ سے اسمیں کتنی زیبائی هے

معانیش به بیان بدیع زیور بخش
مطالبش بطراز عجیب ژرف سگال

اسکی معانی نادر طرز بیان سے آراسته هیں اسکے موضوعات نهایت خوبی اور گهرائی اپنے اندر رکھتے هیں

همه مقالش دلکش همه کلامش خوش
زهی خجسته کلام و زهی گزیده مقال

اسکی تمام باتیں دلکش اور اسکا کلام پسندیده هے آفریں ایسے مبارک کلام اور ایسے منتخب اشعار پر

هر آنچه رفت طریق نبی علیه سلام

هر آنچه گفت پی کردگار جل جلال

جس راستے پر وہ چلا نبی علیہ‌السلام کا راستہ ہے اور جو کچھ اسنے کہا وہ خدا وند تعالیٰ کے لئے ہے

محمد است بنام ستودہ با کردار

ستودہ کار سپارد رہ محمد آل

اسکا نام محمد ہے اور اسکے اعمال اچھے ہیں اچھے اعمال والا ہی آل محمد کے نقش قدم پر چلتا ہے

چو بنگری کتبش سر بسر ہدایت قوم

جمل عبارت از حرف حرف در دلال

اگر اسکی کتابوں کو دیکھو تو وہ سراسر قوم کی ہدایت کے لئے ہیں اسکا ایک ایک حرف اور جملے اسپر دلالت کرتے ہیں

کتابت است و یا انسجام ما معین

کنایت است و یا اقتناء آب زلال

اسکی تحریر چشمہ صاف کی طرح رواں ہے اسکے کنائے صاف پانی کی طرح وجود میں آتے ہیں

سپرد شرح حقیقت گسست راہ مجاز

دریں زمینہ بپا کرد روشن استدلال

اسنے حقیقی شرح اختیار کی اور مجاز کا راستہ چھوڑ دیا اور اس موضوع پر اس نے واضح دلائل پیش کئے

شگفت چامہ سرائی بپارسی دری
کہ شد تصور آں عقل را خیال محال

اسنے فارسی میں ایسے عجیب شعر کہے کہ اسکا تصور بھی عقل اور خیال کے لئے مشکل ہے

اگر بجانب بنگال قند پارس گذشت
زوی بپارسی ہمان قند آمد از بنگال

اگر قند پارسی بنگال کی طرف گئی تو وہاں سے وہی قند بنگال سے پارس کو پہنچی

یگانہ طوطی از بوم ہند شکر ریخت
کہ باز بلبل گلزار فارس یافت نوال

ہندوستان کے بے مثل طوطی نے شکر ریزی کی اور دوبارہ گلزار فارس کے بلبل کو اسکا تحفہ میسر ہوا

چنیں بجاست بجا گر ہمی نہند آثار
چنیں سزاست قیام ار ہمی کنند رجال

اگر سب لوگ ایسی ہی کتابیں لکھیں تو بجا ہے اور اگر لوگ ایسا ہی قیام کریں تو جائز ہے

دہان ببند خدائی ز بحث و فحص کہ ہست
پی مـــدیحہ اقـــبال نفس ناطقہ لال

اے خدائی اس بحث سے اپنے منہہ کو بند کر لے اقبال کی تعریف میں قوت گویائی گنگ ہو گئی ہے

عمل نماید جز شیوۂ نوابغ نیست
سخن سراید نبود بغیر سحر حلال

اسکا عمل سراسر نابغہ شخصیتوں کے مانند ھے وہ شعر کہتا ھے جو سراسر سحر حلال ھے

بنات فکرت وی دل برند بی زینت
عروس خاطر وی بی نیاز غنج و دلال

اسکے تخیل کی تولید دوشیزائیں بغیر کسی آرایش کے دل کو کھینچ لیتی ھیں اسکی عروس خیال کو نازو نخرے کی حاجت نہیں

بضد سلطہ بیگانہ قائم آمد و کرد
جناح از پی وی نیک حسن استقبال

خارجی حکمرانوں کے تسلط کے خلاف اسنے قیام کیا جناح نے اسکا خوب حسن استقبال کیا

شدند یک ششم گیتی از دمش زندہ
خوشا محمد موسی کف و مسیح مثال

دنیا کی آبادی کا چھٹا حصہ (یعنی مسلمان) اسکے دم سے زندہ ھوا آفریں اس مثل مسیح اور موسی جیسے ھاتھ والے محمد پر

بجای یوغ اسارت بگردن ملت
نہاد منت آزادی احسن الأبدال

غلامی کی کمند کے بجائے اسنے ملت کی گردن پر آزادی کا احسان رکھا

برد اگر رنجی در آخر کرد گنجی در کنار
رنج بهر گنج بردن شیوۂ مرداں بود

اگر چه اسنے رنج اٹھایا آخر کار اسنے گنج حاصل کر لیا گنج کے لئے رنج اٹھانا مردوں کا شیوہ ھے

کشوری شد مستقل وان پرچمی کافراشت او
از کراچی تا بکشمیر اینزماں جنبان بود

ملک آزاد ھوگیا اور جو پرچم اسنے بلند کیا وہ کراچی سے کشمیر تک لہرا رہا ھے

اولین کشور که استقلال پاکستان شناخت
مہد دانش یار دیرین کشور ایران بود

وہ ملک جسنے سب سے پہلے پاکستان کی آزاد حکومت کو تسلیم کیا علم و دانش قدیم کا گہوارہ یعنی کشور ایران تھا

مرز مصنوعی دو ملت را کجا سازد جدا
چوں نژاد و دین و فرهنگ و ادب یکساں بود

مصنوعی حدین ان دو ملتوں کو جدا نہیں کر سکتیں کیونکه انکی نژاد ، ان کا دین و تمدن و ادب ایک ھے

حاجب و دربان برای مردم بیگانه است
کی برای آشنایاں حاجب و دربان بود

دربان اور چوکی دار بیگانه لوگوں کے لئے ھوتے ھیں دوستوں کے لئے اجب اور دربان نہیں رکھے جاتے .

از قصیده آقای رجائی

آقای رجائی وزارت تعلیم کے انتظامی امور کے افسر تھےاور وزیر تعلیم وقت کے ایما سے آنھوں نے ایک قصیدہ لکھا اور ۱۹۵۳ میں یوم اقبال کے موقع پر وزارت تعلیم کی نمایندگی کرتے ہوئے پڑھا

تا زپاکی و حقیقت در جہاں عنوان بود
جاوداں اندر جہاں عنوان پاکستان بود

جبتک پاکی اور حقیقت کا جہان میں نام ہے پاکستان کا نام دنیا میں جاوداں رہے گا

گفت دانا اسمہا از آسماں آید فرود
مرد دانا را سخن با حجت و برہان بود

داناؤں نے کہا ہے کہ نام آسمان سے نازل ہوتے ہیں اور داناؤں کی بات حجت اور دلیل پر مبنی ہوتی ہے

کشوری پاکیزہ، خلقی پاک دین و پاکدل
نام پاکستان بدو از جانب یزداں بود

ملک پاک ہے اور لوگوں کا اخلاق اور انکے دل پاک ہیں اسلئے پاکستان کا نام خدا کی طرف سے ملا ہے

نیک بنگر مرد صاحب ہمتی ہمچوں جناح
آں که روحش جاوداں در روضه رضوان بود

جناح ایسے صاحب ہمت انسان کو دیکھو وہ جناح جسکی روح جنت میں ہمیشہ کے لئے موجود رہے گی

گر شماری شاعران را افتخـــار شاعران
ور ز استادان سخن گوئی ز استادان بود

اگر اسکو شاعر خیال کرو تو وہ شاعروں کے لئے باعث افتخار ہے اگر استادوں کا ذکر کرو تو وہ استادان فن میں سے ہے

کیست اقبال آن که ره زی مشرب مقصود بود
وز عطایش جرعه ای در ساغـــر رنـــدان بـــود

اقبال کون ہے؟ وہ جس نے اس مشرب کا مقصود پالیا اسکی عطا کی ہوئی شراب سے رندوں کے ساغر میں جرعہ سے موجود ہے

ساحل افتاده را کی نام هستی درخور است
نام هستی موج را زیـــبد که در جـــولان بـــود

گرے ہوئے ساحل کو ہستی کا نام دینا مناسب نہیں ہستی کا نام موج کو زیب دیتا ہے کیونکہ وہ ہمیشہ جولانی میں ہے

آرزو و جستجو و همت و شوق و ثبات
مبداءٔ خـــوشبخـــتی و سرمـــایه انسان بـــود

آرزو، جستجو، ہمت و شوق اور ثبات عزم انسان کی خوش بختی اور انسان کا سرمایہ ہیں

بهر دونان منت دونان مبر گوید حکیم
جان سپردن سهل تر از منت دو نان بود

دانا نے کہا ہے کہ دو ٹکڑے روٹی کے لئے کمینوں کا احسان مت اٹھا کمینے لوگوں کا احسان اٹھانے سے تو جان دے دینا بہتر ہے

از نژاد آریا هستیم و باشد قرن هـــا
کز وفا و مہر بین قلب ما پیمان بـــود

ہم آریائی نژاد سے ھیں اور صدیوں سے ھمارے دلوں کے درمیان وفا اور محبت کا پیمان قائم ھے

دین اسلام آمد و پیوند ما شد سخت تر
چون مسلمان با مسلماں باید از اخوان بود

اسکے بعد دین اسلام آیا اور ھمارا پیوند مضبوط تر ھو گیا کیونکہ مسلمان مسلمان کا بھائی ھوتا ھے

یکسر مو نیست در فرہنگ ما ھم اختلاف
فارسی در فارس رایج ھم چو پاکستان بود

ھمارے تمدن و فرہنگ میں ذرہ بھر بھی اختلاف نہیں. فارسی فارس میں ایسے ھی رائج ھے جیسے پاکستان میں

پـــارسی گویان لاھوری ندیدی روح بخش
تا نگوئی کاین کرامت خاص بر ترکان بود

کیا تونے لاھور کے فارسی گو نہیں دیکھے؟ کہیں یہ خیال نہ کرنا کہ فارسی گوئی صرف ترکوں پر ھی منحصر ھے

اندرین دعوی مرا و خلق را اقبال بس
ھر کرا اقبال باشد کوکبش تابان بود

اس دعوے کا ثبوت میرے اور دوسرے لوگوں کے لئے اقبال کافی ھے جسکا اقبال یاور ھو اسکا ستارہ تابان ھوتا ھے

خرم آن مردی که وقت زیستن آنسان زیـد

وز پس مرگش بگیتی نام او اینسان بود

مبارک هے وہ مرد جو زندگی ,,آسطرح،، گذارے اور مرنے کے بعد اسکا نام دنیا میں ,,اِسطرح،، باقی رهے

مردم دانا و نادان را رجائی فرق چیست

مرد دانا بـاقی و فانی همی نـادان بــود

ای رجائی داناؤں اور نادانوں میں کیا فرق هے یہی کہ مرد دانا باقی رهتا هے اور نادان فانی هوتا هے

* * *
* *
*

سن غلام همت آن تشنه ام کاندر تموز
آب نستاند ز خضر ار منتی در آن بود

میں اس پیاسے کی حکمت کا غلام ہوں جو تپش میں بھی احسان کے طور پر خضر سے بھی پانی قبول نہ کرے

گوید اقبال ار ز اسرار خودی آگه شدی
از رموز بیخودی جان‌و دلت رخشان بود

اقبال کہتا ہے کہ اگر تو اسرار خودی سے آشنا ہو گیا تو تیرے دل‌و جان رموز بیخودی سے روشن ہو جائینگے

یعنی اول خویش را بشناش وانگه محو شو
اندر آن ملت که تار و پودش از ایمان بود

یعنی پہلے اپنے آپ کو پہچانو پھر محو ہو جاؤ اس ملت میں جسکی تارو پود ایمان سے ہے

کیست ملت هر که جزو فرقه اسلامی است
وان کسی کابشخورش از چشمهٔ قران بود

ملت کیا ہے وہ جو اسلام میں شامل ہے وہ لوگ جو قرآن کے چشمے سے سیراب ہوتے ہیں

بود سر مشق عمل اقبال و روحش شاد باد
آنکه آثارش جهان تا هست جاویدان بود

اقبال عمل پر زرو دیتا ہے اسکی روح شاد رہے جبتک دنیا ہے اسکے آثار ہمیشہ زندہ رہیں گے

بی شک بدرو فتنهٔ عصر روان ازو
آگاه تری به مسلک قرآن ندیده ام

عصر روان کے فتنے کے متعلق میں نے مسلک قرآن سے کوئی شخص اس سے زیادہ آگاہ تر نہیں دیکھا

شعری که شاعرش نبود پارسی زبان
اینسان روان چو چشمهٔ حیوان ندیده ام

میں نے کوئی ایسا شعر جو چشمہ حیوان کی طرح روان ہو نہیں دیکھا جو کسی غیر فارسی زبان نے کہا ہو

چون شعرا و که کان امیداست و عشق و وجد
هم بهر نفس چون غل و زندان ندیده ام

اسکے اشعار امید ، عشق اور وجد کی کان ہیں اور انسانی نفس کے لئے زنجیر و زندان کا کام دیتے ہیں

اندرز اوست توام با عقل و نقل و علم
گفتار بکرو نغز بدینسان ندیده ام

اسکی نصیحت عقل و نقل اور علم کیساتھ آمیختہ ہے اور ایسی طبع زاد اور خوبصورت گفتار میں نے نہیں دیکھی

گوید برو بکوش تو بر طبق شرع و عقل
مومن اسیر ظلم و تن آسان ندیده ام

کہتا ہے کہ جاو اور شرع و عقل کے مطابق جدو جہد کرو کیوں کہ میں نے کبھی کسی مومن کو ظلم کے پنجے میں گرفتار اور تن آسان نہیں دیکھا

از قصیده آقای منوچهر طالقانی

آقای منوچہر طالقانی تہران کے نوجوان اور خوش قریحہ شعرا میں معروف ھیں اور فرانسیسی کے علاوہ عربی زبان اور ادبیات سے بخوبی آشنا ھیں - طالقانی نے اقبال کی بعض نظموں کے جواب میں اشعار کہے ھیں ذیل کے قصیدہ میں شاعر نے اقبال سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔

یک عمر من بہار بدیینسان ندیده ام

این خرمی بباغ و گلستان ندیده ام

ایک عمر سے میں نے ایسی شاندار بہار نہیں دیکھی

نہ ھی ایسی خرمی اور مسرت اس سے پہلے کبھی مجھے باغ و گلستان میں نظر آئی

چون طبع با طراوت اقبال در جہان

فصل بہار پر گل و ریحان ندیده ام

اقبال کی با طراوت طبع سے مشابہت اور برابری رکھنے والی

گل و ریحان سے پر فصل بہار میں نے کبھی نہیں دیکھی

من بلبلی چنون کہ جہانی کند چنین

سر مست جاودانہ بالحان ندیده ام

میں نے جاودانہ مستی میں نغمہ سرا کوئی ایسا بلبل نہیں دیکھا جو ایک دنیا کو بدل دے

من عارفی و عالمی و سائیسی بزرگ

چون حضرتش بعرصہ دوران ندیده ام

میں نے زمانے میں اس جیسا عظیم عارف ، عالم اور سیاستمدار نہیں دیکھا

آگاه شو ز خویش‌و به تجرید نفس کوش
حرمان و یاس بهر مسلمان ندیده ام

تم خود سے آگاہ ہو جاؤ اور اپنے نفس کے تزکیہ کےلئے سعی کرو مسلمان مرد کیلئے میں نے حرمان اور نا امیدی نہیں دیکھی

گفتار حذر ز تفرقه مسلمین کز آن
حاصل بجز فلاکت‌و خسران ندیده ام

اس نے کہا کہ فرقہ پرستی سے دور رہو اے مسلمانو کہ میں نے اسکا نتیجہ سوائے فلاکت اور نقصان کچھ نہیں دیکھا

درد نفاق مہلک هر اجتماع دان
جز اتحاد چارۂ و درمان ندیده ام

نفاق کو ہر اجتماع کے لئے ایک مہلک بیماری سمجھو سوائے اتحاد کے میں نے اور کوئی علاج نہیں دیکھا

از بهر عز قدرت و آسایش شما
بهتر ازین وسیله آسان ندیده ام

آپ کی عزت طاقت اور آسایش کے لئے میں نے اس سے آسان تر اور بہتر وسیلہ نہیں دیکھا

ای اوستاد حکمت و ای کوکب دری
شمسی چو شمع پاک تو رخسان ندیده ام

اے استاد حکمت اور اے فارسی زباں کے ستارے! میں نے ایسا کوئی شمس نہیں دیکھا جو تمھاری شمع سے زیادہ روشن ہو

نسبت دهند ذلت و بیچارگی بدین
این حرف جز که تہمت و بہتان ندیده ام
دین کو ذلت اور بیچارگی سے نسبت دی جاتی ہے اور یہ بات سوائے تہمت اور بہتان کے کچھ نہیں

از بہر رستگاری انسان بروزگار
بہتر ز دین و قدرت ایمان ندیده ام
میں نے اس روزگار میں انسان کی رستگاری کے لئے دین اور قوت ایمان سے بہتر کوئی وسیلہ نہیں دیکھا

فقر آن بود که قدرت و قوت دهد بمرد
مومن ذلیل و در خم چوگان ندیده ام
فقر وہ ہے جو مرد کو طاقت اور قوت بخشے میں نے مومن کو ذلیل اور چوگان کی گیند کی طرح بے بس نہیں دیکھا

گوید که سعی و عشق و هدف سیر ارتقاست
بی این سه غیر پیکری بے جان ندیده ام
اقبال کہتا ہے کہ سعی عشق اور ہدف انسانی ارتقا کے راز ہیں میں نے ان تینوں کی غیر موجودگی میں سوائے ایک بے جان جسم کے اور کچھ نہیں دیکھا

گوید توئی تو عالم اکبر بخود نگر
جام جہانمائی به از آن ندیده ام
اقبال کہتا ہے تمہیں ہو جو کچھ بھی ہو خود کو عالم اکبر دیکھ اور یں نے اپنے وجود سے بہتر کوئی جام جہاں نما نہیں دیکھا

بی شک ز مردمان جہان هیچ کس از او
مشتاق تر بملت ایران ندیده ام

بے شک میں نے دنیا کے لوگوں میں سے کسی کو بھی ملت ایران سے اتنی محبت رکھنے والا آدمی نہیں دیکھا

مہرش بما ببین که جنیوای اهل شرق
گوید به از مدینه تہران ندیده ام

اسکی محبت کی حد دیکھ کہ وہ مشرق کے جنیوا کے لئے تہران سے مناسب تر اور کوئی شہر نہیں پاتا

هرگز نمیرد آنکه دلش زنده شد بعشق
فقدان برای عاشق یزدان ندیده ام

جسکا دل عشق سے زندہ ہو وہ کبھی نہیں مرتا میں نے یزدان کے عاشق کے لئے موت کبھی نہیں دیکھی

هان طالقانیا نتوانی تو مدحتش
کز زره درک مہر درخشان ندیده ام

ھاں اے طالقانی تم اس کی مدح نہیں کر سکتے کیونکہ زرہ کو مہر کی قدر دانی کرتے میں نے نہیں دیکھا

*
* *
* * *

برخیز و اشک خویش ببیش بر ثمر رسید
لعلی که مثل آن با بدخشان ندیده ام

اٹھ اور اپنے آنسوئں کو دیکھ جنھوں نے اب پھل دیا ہے میں نے ایسا لعل بدخشان میں بھی نہیں دیکھا

آن لعل و پاک کشور پاکی که به از آن
قدرت برای خلق مسلمان ندیده ام

وہ پاک لعل اور پاک مملکت کہ اس سے بہتر میں نے مسلمانوں کے لئے اور کوئی طاقت نہیں دیکھی

پاینده باد کشور پاکان که کشوری
اینسان محب کشور ایران ندیده ام

کشور پاکان پاینده باد کیونکہ میں نے کوئی ایسا ملک نہیں دیکھا جس سے ایران کو اتنی محبت ہو

جاوید آن دیار که از مردمش بجز
مهر و صفا و پاکی و ایمان ندیده ام

وہ دیار جاوید رہے کیونکہ وہاں کے لوگوں سے سوائے مہر و صفا و پاکی و ایمان کے میں نے کچھ نہیں دیکھا

اقبال کشوریست که اقبال آورد
وان جز برای کشور پاکان ندیده ام

وہ ملک اقبال مند ہے جہاں اقبال پیدا ہوا اور یہ اقبال میں نے کشور پاکان میں ہی دیکھا ہے

جناب آقای حسین علا

جناب آقای سپهبد زاهدی

جناب آقای ڈاکٹر محمد مصدق

ایران کے وزارء اعظم کے پیغام

پیام جناب آقای حسین علا وزیر اعظم ایران

سب سے پہلے ایران کے جس وزیر اعظم نے یوم اقبال کے موقع پر اپنی طرف سے خاص پیغام بھیجا آقای حسین علا ھیں یه پیغام انہوں نے ۱۹۵۰ء کے یوم اقبال کے موقع پر دیا فرماتے ھیں۔ "میرے لئے نہایت خوشی اور مسرت کا مقام ھے که مجھے اس جلسے میں جو شاعر مشرق علامه اقبال کی یاد میں برپا ھے ۔ شرکت کرنے کا موقع ملا ھے اسکی گرانبہا خدمت اور قیمتی اور جاویدان تصنیفات پاکستان اور ھندوستان میں زبان زد خلق ھیں اور انکو ایران کے ادب دوست اشخاص میں شہرت حاصل ھے ۔ اقبال کی یه خدمات ھرگز فراموش نه ھونگی ۔ مرحوم اقبال نور محمد کے فرزند تھے اور اپنے عالی تفکر اور عظیم الشان اور تابناک روح کی بدولت اسنے اپنے باپ کے نام کی نسبت سے نور محمد کی مشعل حال ھاتھ میں لی اور اپنے ھمه گیر مقاصد اور معانی کو اپنے اشعار کے ذریعه عالم اسلام اور مسلمانان ھند و پاکستان تک

برای اینجانب موجب نہایت خوشوقتی و مسرت است که در جشن یاد بود علامه شهیر و شاعر توانای شرق مرحوم دکتر محمد اقبال شرکت میکنم ۔ خدمات گرانبہا و اثرات ذیقیمت و جاویدانیکه این دانشمند بزرگ از خود بر جای گذارده درمیان میلیونہا نفوس پاکستان و هند نیز مردم ادب دوست ایران معروف است و هرگز فراموش شدنی نخواهد بود ۔ مرحوم اقبال فرزند نور محمد با فکر و روح بزرگ و تابناکی که داشت همچو نام پدرش مشعلی از نور محمدی بدست گرفت و بعالم اسلام و مسلمانان قاره هند و پاکستان با اشاعه آنہمه مقاصدو معانی بلند که در اشعار خود گنجینده بسیار خدمت کرد و در راه وحدت مسلمانان زحمات بیشمار کشید ۔ اقبال در دانشگاههای اروپا علوم

پہنچایا اور مسلمانوں میں وحدت پیدا کرنے کے لئے بہت رنج اٹھایا —

اقبال نے یورپ کی یونیورسٹیوں میں علوم فلسفہ اور حکمت کا دقیق مطالعہ کیا اور اسمیں مہارت حاصل کی - اپنے وطن کو واپسی کے وقت تک اسنے مشرقی علم عرفان اور ادبیات کا مطالعہ کرنیکے بعد اپنے لئے سر زمین مشرق کے درخشاں ترین ستاروں کے دوش بدوش مقام حاصل کر لیا - اقبال نے مغرب کے علم و حکمت اور مشرق کے علم و عرفان میں یگانگت اور ارتباط پیدا کیا جیسا کہ انھوں نے خود فرمایا ھے —

خرد افزود مرا درس حکیمان فرنگ
سینه افروخت مرا صحبت صاحب نظران

یعنی فرنگ کے فلاسفہ کی تعلیم سے میری سمجھ میں ترقی ھوئی - اور صاحب نظروں کی صحبت سے میرے سینے میں روشنی پیدا ھوئی —

ایرانیوں کے لئے یہ امر بہت قابل توجہ اور عز و افتخار کا موجب ھے کہ اقبال نے اپنے افکار و خیالات کے بیان کے لئے فارسی زبان کو انتخاب کیا اور اسکی چھ کتابیں فارسی زبان میں ھیں - ایک جگہ اقبال فرماتے ھیں :—

گرچه هندی در عذوبت شکر است
طرز گفتار دری شیرین تراست

فلسفه و حکمت را بنیکی بیا موخت و از اساتید این فن شد و بهنگام باز گشت بوطن بآموختن و تکمیل ادبیات و عرفان شرق خود را در ردیف درخشان ترین ستارگان آسمان مشرق قرار داد و علم و حکمت مغرب را با عشق و عرفان مشرق بیکجا درهم آمیخت چنانکه خود میفرماید : خرد افزود مرا درس حیکمان فرنگ و برای ایرانیان بسیار جالب توجه قابل تجلیل و تکریم است که اقبال برای نشر آثار و عقاید خود زبان فارسی را برگذیده و در حدود شش رساله خود را بفارسی منظوم داشته و در یکجا میفرماید : گرچه هندی در عذوبت شکر است

جب ہم اس بات کو دیکھتے ھیں کہ اقبال کی مادری اور ملکی زبان اردو تھی اور اس نے ایسے استادوں سے تعلیم پائی جنکی مادری زبان فارسی نہیں تھی اور اسکی فارسی زبان سے واقفیت صرف شاعروں اور انشا پردازوں کے مطالعہ کا نتیجہ تھی اور اس کے علاوہ یہ کہ اس نے ایران میں قدم تک نہیں رکھا اور اسکے باوجود اسکو اسقدر عشق و محبت فارسی زبان سے تھی تو تمام ایرانی اقبال کے نہایت ممنون محسوس کرتے ھیں۔ اگرچہ اقبال نے اپنی زندگی میں اس ملک میں (جس سے اسکو اتنی محبت تھی) قدم نہیں رکھا آج اسکی باعظمت روح اسکے تفکر کا نور اور اسکے دل کی روشنی ایران میں جلوہ گر اور درخشاں ھے اور وہ آسمان کی بلندی سے اس جلسہ کو جو ایرانیوں اور پاکستانیوں کے باھمی محبت اور دوستی کا مظہر ھے ذوق و شوق سے دیکھ رھی ھے۔ اور اسکی آرزو یہ ھے کہ یہ برادری اور دوستی کا رشتہ کلچرل اقتصادی مادی اور معنوی امور میں مضبوط تر اور پائدار تر

وبا توجه با ین مطلب که اقبال دانشمندی بوده است که زبان مادری و کشوری او اردو بوده و نزد استادانی که فارسی زبان نه بوده اند درس خوانده و تنها آشنائی او با زبان فارسی از راه کتب شعراء و نویسندگان بوده و هر گز پا بایران نگذاشته است اینهمه علاقه و توجه بزبان فارسی داشته برای ایرانیان نهایت موجب تشکرو امتنان میباشد و اکنون جائی خوشوقتی و مسرت است که اگر اقبال در زندگی خود بسر زمینی که اینهمه بآن عشق میوزیده پا ننهاد اینک روح بزرگ ونور فکر و روشنی‌دل او درکشور ایران تابنده و جلوه‌گر است و از فراز آسمان بمجاسی که روح وداد و برادری ایران و پاکستان تشکیل دهنده آنست با ذوق و شوق مینگرد و آرزو میکند که این رشته دوستی و برادری در جمیع امور فرهنگی و اقتصادی و مادی و معنوی هر روز محکمتر و با

"اگرچہ هندی زبان شکر کے مانند هے - فارسی زبان شیریں تر هے" —
اس ضمن میں اقبال کی ایرانی ادبیات اور شعرا عرفانی کے ساتھ عشق اور رابطه کہیں زیادہ هے اور اس نے مولانا جلال الدین بلخی کو اپنا مرشد اور پیشوا انتخاب کیا هے - فرماتے هیں :—

مرا بنگر که در هندوستان دیگر نمی بینی
برهمن زاده ای رمز آشنای روم و تبریزاست

"مجھے دیکھو کیونکه میرے بغیر هندوستان میں اور ایسا کوئی نہیں ملیگا - یهی برهمن زاده (یعنی خود اقبال) روم و تبریز کے اشاروں سے آشنا هے" :—

اقبال کے نزدیک مولوی (رومی) هے جو زندگی اور موت کے معنوں سے واقف هے - فرماتے هیں :—

مرشد رومی حکیم پاکزاد
سرمرگ و زندگی بر من کشاد

"اس پاک زاد حکیم مرشد رومی نے موت اور زندگی کا راز مجھپر آشکار کیا"

اقبال در زمینه علاقه و توجه ادب و شعرا عرفانی ایرانی از این بیشتر رفته و مولانا جلال الدین بلخی را بمر شدی و پیشوائی معنوی خود کرده و میفرماید : مرا بنگر که در هندوستان دیگر نمی بینی
اقبال مولوی را راز گشای معمای مرگ و زندگی میداند و میفرماید :
مرشد رومی حکیم پاکزاد
سر مرگ و زندگی بر من کشاد

پیام جناب آقای ڈاکٹر محمد مصدق

اپریل ۱۹۵۲ ایران کے مشہور ادیب اور ادب نواز ادیب السلطنه سمیعی مرحوم کی صدارت میں یوم اقبال منایا گیا جسمیں وزیر اعظم وقت ڈاکٹر محمد مصدق کے پیغام کا ریکارڈ سنایا گیا اور جلسه کی تمام کاروائی مرکزی اور تمام صوبائی ریڈیو اسٹیشنوں سے ریلے کی گئی - یہاں اس بات کا ذکر کر دینا مناسب ہوگا که ان دنوں وزیر اعظم ایران تیل کے تاریخی جھگڑے میں مشغول تھے اور انکے لئے اور تہران ریڈیو کے لئے چند منٹ وقت نکالنا ایک دشوار امر تھا - اور سکریٹری انفارمیشن آقای بشیر فرهمند نے مجھسے کہه دیا که وزیراعظم کے پاس پیغام ریکارڈ کرانے کا وقت نہیں اور ریڈیو تہران کے قومی اور ضروری پروگرام ایسے ہیں که یوم اقبال کے جلسه کی کاروائی ریلے نہیں ہو سکے گی - آقای فرهمند نے مجھکو ذاتی طور پر مشوره دیا که میں براه راست وزیر اعظم سے بات کروں - میں نے ٹیلیفون پر اقبال کی اہمیت ڈاکٹر مصدق کے گوش گذار کی - ڈاکٹر مصدق نے اسی وقت سکریٹری انفارمیشن اور ڈائرکٹر ریڈیو تہران کو حکم دیا که فوراً یوم اقبال کے جلسه کی کاروائی کو ریڈیو سے ریلے کرنے کا انتظام کیا جائے اور اسکے علاوه اپنا پیام ریکارڈ کرا کر بھیجوانے کا وعده کیا - اور چند گھنٹوں میں سب انتظامات مکمل ہو گئے - اس واقعه سے ظاہر ہے که ایران کو جو اقبال سے ربط اور دلچسپی ہے وه سیاسی کشمکشوں سے بہت بالا تر ہے وزیر اعظم کے پیغام کا متن یه ہے —

”پاکستان کے افق سے اقبال کے ستارے کا طلوع ابتداء ہی سے اپنی

طلوع کوکب اقبال در افق پاکستان که از اوان پیدایش خود درخلال

هو جائے۔ هم اپنی طرف سے همیشه اس اتحاد اور یگانگت کے آرزو مند هیں
اور اس عظیم المرتبت عالم کی بزرگ روح پر درود بھیجتے هیں —

* *
* *
*

دوام تر گردد ۔ ما نیز بنوبه خود همواره مشتاق و آرزو مند این اتحاد و
یگانگی میباشیم و بروح پر فتوح این دانشمند بزرگ درود میفرستیم —

یہ صحیح ہے کہ ایرانی شعرا کے شعر کی بلندی اور انکے افکار کی عظمت نے اقبال کی توجہ کو فارسی زبان کی طرف مبذول کیا لیکن یہ نہیں بھولنا چاہئے وہ ہمارے مشترک ادب اور افکار کو اتنی ہی اہمیت دیتا تھا جتنی کہ ان دو دوست اور برادر قوموں کے اتحاد کو۔ (جو عقلی اور نظری لحاظ سے ان دو ملتوں کے درمیان قدیم سے موجود تھے) یہی وجہ ہے کہ اقبال نے تمدنی اور روحانی تعلقات کو مستحکم کرنیکی کوشش کی۔ ہم انکے خیالات کو تعریف اور تمجید کے قابل سمجھتے ہیں۔ اور ہمارے لئے یہ بڑی خوشی کا موجب ہے کہ ایرانی فضلاً اسکی گران بہا تصنیفات سے دلچسپی اور محبت کا اظہار کر کے اقبال کے متعلق اپنی حق شناسی کا ثبوت دے رہے ہیں—

جسطرح اقبال ایرانی مفکروں کی قوت الہام سے فیضیابی پر فخر کرتا ہے اور کہتا ہے ,, مجھے دیکھو کیونکہ ہندوستان میں میرے بغیر اور کسی کو

سخن سرایان بزرگ ایران بنیکو ترین وجہی ادا ساختہ است۔ درست است کہ توجہ آن فیلسوف بزرگ ببلندی نظرو عظمت فکر شعرای ایرانی او را مجذوب زبان شیوای فارسی ساخت ولی نمیتوان نا دیدہ گرفت کہ وی بفکرو ادبیات مشترک ما ہما نقد اہمیت میداد کہ برای اتحاد و یگانگی دو ملت دوست و برادر ارزش قائل بود۔ اینست کہ ما برای اقبال در تحکیم روابط فرہنگی و تشیید علایق معنوی بین دو ملت کہ از دیر باز باہم پیوستگی عقلی و ذوق داشتہ اند سہم شایان تمجیدی قائلیم و مایہ کمال خرسندی است کہ گویندگان و دانشمندان ایرانی حق شناسی خود را نسبت باین فیلسوف با ابراز علاقہ مندی با آثار گرانبہای او ادا میکنند—

ہما نطور کہ اقبال ببرخورداری از نیروی الہام متفکرین ایرانی مباہات جستہ و میگوید

آسمانی شاعری کے ذریعہ سے پاکسنان کی نجیب ملت کی آزادی کی خوشخبری دے رہا تھا ۔ اقبال نے امپیریلزم کے ظلم و ستم کے خلاف اپنے عالی مقاصد اور اپنے دلکش بیان کے ذریعے قیام کیا ۔ الحق اقبال کا طلوع پاکستان کی آزادی پسند قوم کے لئے مبارک اور با برکت تھا —

جو چراغ اقبال نے قوم کی ہدایت اور ارشاد اور اسکے خیالات کو روشن کرنیکی غرض سے جلا یا ھے نہ صرف زمانیکے تمام حادثوں میں قائم اور پا برجا رہے گا بلکہ روز بروز اسکی شعائیں روشن تر اور اسکا نور درخشاں تر اور زیادہ امید افزا ھوتا جائیگا —

اقبال نے اپنے خیالات اور مقاصد بیان کرنے کے لئے زبان فارسی کا انتخاب کر کے فارسی زبان لوگوں کی بڑی خدمت کی ھے ۔ اور جو فائدہ اسنے فارسی کے عظیم الشان شاعروں کے کلام سے حاصل کیا اسکا بدلہ بہترین طریقہ سے ادا کیا ھے ۔

یک سلسلهٔ گفتار آسمانی آزادگی و استقلال ملت نجیب پاکستان را نوید میداد و در مبارزه با ستمگیریهای استعمار طلبان مقاصد عالیه خود را با بیانی شیوه اداٴ مینمود برای ملت آزادیخواه پاکستان طالعی سعد و فرخنده بود —

چراغی که اقبال برای تشحیذ افکار و هدایت و ارشاد قوم خود بر افروخت نه تنها در برابر هر گونه حادثات دهر همیشه پای بر جا و استوار خواهد ماند بلکه هر روز که بگذرد اشعه آن ساطع تر و پرتو درخشانش امید بخش تر میگردد —

اقبال با انتخاب زبان فارسی برای بیان عقاید و ابراز مقاصد خود خدمت بزرگی بدنیای فارسی زبان نمود و حق خود را در تمتع از گفته های نغز

پیام جناب آقای سپهبد زاهدی

۱۹۵۴ میں بجائے سفارت کبرای پاکستان یوم اقبال انجمن فرهنگی ایران و پاکستان کی طرف سے منایا گیا - وزیر اعظم وقت سپهبد (مارشل) زاهدی نے انجمن فرهنگی کے اس اقدام کو بہت سراها اور صدر انجمن آقای حجازی مطیع الدوله کے توسط سے اپنا خصوصی پیغام بھیجا - وزیر اعظم اپنے پیغام میں فرماتے هیں —

"انجمن روابط فرهنگی ایران و پاکستان کے وجود میں آنے سے ان دو برادر اور هم مذهب ملتوں کے باهمی ارتباط کو (جسکے لئے همیشه کوشش کی جاتی رهی هے) بہت تقویت پہنچی هے یه انجمن دونوں ملتوں کے فرهنگ دوست اصحاب کی کوشش سے وجود میں آئی هے اور اعضای انجمن نے اقبال کے ستارے کی روشنی میں اپنے عهد دوستی اور فرهنگی تعلقات کی تجدید کے لئے اس جلسے کا اهتمام کیا هے - یه جلسه دونوں ملتوں کے روحانی ارتباط کا موجب هوگا - اقبال نے اپنے هموطنوں کی هدایت اور راهنمائی کے لئے زبان شیریں فارسی کو انتخاب کیا هے ان دو ملتوں کے معنوی تعلقات کے استحکام

تشکیل انجمن روابط فرهنگی ایران و پاکستان وابستگی معنوی این دو ملت برادر و همکیش که برای استحکام آن همواره علاقمندی میشود استوارتر میسازد - این انجمن که بهمت دوستداران فرهنگ دو ملت تاسیس شده و بروشنائی ستاره اقبال برای تجدید عهد دوستی و علاقه فرهنگی جشنی برپا کرده اند، موجب پیوستگی معنوی بیشتر دو ملت ایران و پاکستان میگردد - اقبال که برای هدایت و راهنمائی هموطنان خود زبان شیرین فارسی را

نہ دیکھو گے ۔ کہ ایک برھمن زادہ روم و تبریز کے اسرار سے آشنا ھے،،
اسی طرح ایران بھی اس ارتباط کو احترام کی نگاہ سے دیکھتا ھے میرے لئے
یہ انتہائی مسرت کا باعث ھے کہ اس پیغام کے ذریعے سے اس جشن میں
شرکت اور دونوں ملتوں کی روز افزوں کامیابی اور سعادت کے لئے اپنی آرزو کا
اظہار کروں ،، —

* * *
* *
*

مرا بنگر کہ در هندوستان دیگر نمی بینی
برهمن زادهٔ رمز آشنای روم و تبریزاست

ایران نیز باین پیوستگی بچشم احترام منگرد ـ برای من مایه کمال
مسرت است که این پیام را وسیله شرکت خود در این جشن قرار میدهم و
سعادت و کامیابی روز افزون برای دو ملت دوست و برادر آرزو کنم ـ

متفـرقـات

(بعض اقتباس کتاب کی تدوین کے بعد دستیاب ہوئے لیکن ان کی اہمیت کے پیش نظر ان کو اسی جگہ درج کیا جاتا ہے بعض اقتباسات کا اردو ترجمہ پیش نہیں کیا جا سکا)

از نامـهٔ جناب آقائی رضا جعفری وزیر تعلیم ایران

۱ پاکستان کے شاعر اور حکیم محمد اقبال کو ایران کی ادبی تاریخ میں بھی وہی مقام حاصل ہے جو پاکستان کی ادبی تاریخ میں اور جتنی بھی توجہ اسکے کلام کے مطالعہ اور تحقیق پر دی جائے اقبال اسکا سزاوار ہے —

از مقالهٔ آقای پارسا توسرکانی

(آقای پارسا ایران کے قابل فخر شعرا اور ادبا میں سے ہیں اور ایران کی مشہور عالم انجمن ادبی فرہنگستان ایران کے سکریٹری ہیں)

۲ تھوڑے ہی عرصہ میں علامہ اقبال کا نام تمام دنیا میں مشہور ہوگیا ہے مشرق کی سر زمین جیحون سے نیل تک اسکے پیروں کے نیچے آچکی ہے

---

۱ محمد اقبـال شاعر و حکیم پاکستانی در تاریخ ادبی ایران همان مقام را دارد که در تاریخ ادبی پاکستان و هر چند در احوال و افکار این دانشمند پاکستانی پارسی زبان تحقیق و کنجکاری و استقصا شود بجا و سزاوار است.

با اینکه شهرت علامه محمد اقبـال در اندک مدتی جهانگیر شدو سر زمین خاور را از جیحون تا نیل زیر بر گرفت و در اقصی نقاط مغرب نیز پر تو

میں اسکا بہت بڑا حصہ ہے ۔ اور اسی مناسبت کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایران و پاکستان کی دو ملتوں کا بلندی فکر، فصاحت اور شیرینی زبان کے لحاظ سے ,,اقبال،، مشترک ہے —

روز اقبال کا جلسہ جو اس سال انجمن فرہنگی کو کوشش و ہمت سے ہو رہا ہے زیادہ پر اخلاص اور زیادہ ہیجان انگیز ہے ۔ اور اگر میں خود کسی وجہ سے اس جلسہ میں حاضر نہ ہو سکوں تو میرا دل وہاں موجود ہوگا ۔ اور میرے لئے یہ بڑی خوشی کا مقام ہے کہ اس دوستی کے پیغام کے ذریعے اس جلسہ میں شرکت کر رہا ہوں ۔ میری آرزو ہے کہ یہ دونوں ملتیں جن میں برادرانہ اور دوستانہ تعلقات موجود ہیں کامیابی اور سعادت کے راستہ پر تیزی سے گامزن ہوں —

انتخاب کرده است در تشیید و تحکیم علائق معنوی دو ملت سهم بسزائی دارد و بهمین مناسبت میتوان گفت که دو ملت ایران و پاکستان از نظر علو فکرو فصاحت و شیرینی زبان دارای یک اقبالند —

جشن اقبال که امسال بهمت انجمن روابط فرهنگی ایران و پاکستان برپا میشود صمیمانه تر و شور انگیز تراست —

اگر بجهاتی نتوانم در این جشن حاضر شوم فکر من پیش شما است و مایه بسی خوشوقتی است که با ایراد این پیام دوستانه در این بزم شرکت میکنم و آرزو دارم که دو ملت دوست و برادر پیوسته در راه موفقیت و سعادت گام های بلندی بردا رند —

۱...... جب هم غور کریں تو دیکھتے هیں که اقبال کے اشعار کے آئینے میں همارے عظیم المرتبت اجداد هی کے چهرے هیں جو نئے رنگ و روپ میں ظاهر هوئے هیں ــ

یه صحیح هے که اقبال مولانا جلال الدین بلخی کا مرید اور پیرو هے مگر اس حقیقت کو نه بهولنا چاهئے که اقبال تمام جدید یوربین فلسفه اور سیاسی افکار کے مطالعه سے بهره مند هے اور جن لوگوں نے مغربی افکار و نظریات کا مطالعه کیا هے اقبال کی وسعت نظر پر تعجب کرتے هیں ـ شاید هی کوئی مهم فلسفیانه یا سیاسی نظریه یا تحریک هوگی جسپر اقبال نے اظهار نظر نه کیا هو ـ اور اسکی نظر همیشه صائب اور فطرت انسانی کے ساتھ هم آهنگ هے ـ اقبال اس زمانے کا رومی هے ـ مگر به زمانه بلخی کے زمانے

آثار اقبـــال مثل یک آئینه تمام زیبائی های شعر و فکر اقبـــال را بطرز دلپزیری منعکس میکند و چون بدقت مینگریم می بینیم که همان قیافه های نیاکان بزرگ ماست که در آئینه شعر اقبـــال بشکل تازه ای جلوه‌گر گر دیده است.

شکی نیست که اقبـال مرید و پیر و مولانا جلال‌الدین بلخی است ولی نباید فراموش کرد که اقبـــال از فلسفه های جدید و افکار سیاسی اروپا نیز بهره مند گردیده و برای کسانیکه در افکار و نظریات متفکرین غرب دقت نموده وسعت و بسط نگاه اقبـــال شگفت آور میباشد.

اقبال دربارۀ فلسفه‌های مختلف و نهضت‌های سیاسی اظهار نظر نموده و نظر وی در همه مورد صائب و با فطرت بشری موافق میباشد.

اقبـــال رومی این عصر است ولی باید در نظر داشت که این عصر

لیکن ابھی تک لوگوں نے اس ،،مرد خود آگاہ،، کی عظمت کو نہیں پہچانا۔ مناسب ہوگا کہ اسکے تابناک افکار اور آثار کا (جنکے تحت تاثیر عظیم اسلامی ملک وجود میں آیا) مطالعہ اور انپر بحث اور گفتگو کیجائے تاکہ اس فرزند اسلام کی دانش کے خرمن اور اسکے بلند مقاصد سے ہم زیادہ فائدہ اٹھا سکیں --

علامہ اقبال نے مشرق کے عظمت کے کاخ کی بنیاد رکھی ہے اور ایک ایسے مکتب کی داغ بیل ڈالی ہے جہاں زمانہ حال اور زمانہ مستقبل کی نسلوں کی علمی اور سیاسی لحاظ سے پرورش اور تربیت ہو سکیگی --

(اقتباس از روسی عصر)

از نامۂ خانم دانشمند دوشیزہ پروانہ صدر اعظم نوری

دوشیزہ پروانہ نوری علاوہ ادبیات فارسی کے انگریزی زبان پر عبور رکھتی ہیں اور موقر زنانہ رسالہ ،،خانہ،، کچھ مدت تک انکے زیر نظر شائع ہوتا رہا ہے

افگند هنوز آن گونه که باید و شاید مردم به عظمت این (مرد خود آگاه) پی نبرده اند و شایسته آن است بیشتر در پیرامون اندیشه ای تابناک وی اثری که در پیدایش عظمت کشور اسلامی داشته بحث و مذاکره شود تا همکاران از خرمن دانش و هدف بلند این فرزند برومند اسلام بیشتر بهره مند شوند.

علامه اقبال کاخ بلند از فضیلت در شرق پی افگند که دولت جوان پاکستان آنرا تکیه گاه خود قرار داده و مکتبی تا سیس کرد که پرورشگاه رجال علمی و سیاسی نسل حاضر و نسل آینده آن کشور بشمار میرود.

اور نابغہ روزگار شمار کیا جاتا ہے۔ جسکا پر افتخار نام قوموں کی زندگی اور بشر کی تاریخ میں زرین حروف میں ثبت ہے اور ایک وسیع مسلمان ملک کی آزادی اسکے ارادے اور عالی افکار سے وجود میں آئی ہے --

روز نامۂ پست تہران - شمارہ ۱۷۲

۱ اسلامی تمدن اپنی تمام عظمت اور درخشانی کا راستہ طے کر کے بعض وجوہات کی بنا پر رو بزوال تھا۔ خیام و مولوی سعدی و حافظ ایسے بزرگوں کا زمانہ ختم ہونیکے بعد ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری (جو مولوی اور حافظ کا زمانہ ہے) کے بعد پچاس سال پہلے تک کوئی ایسا شاعر پیدا نہیں ہوا جو اپنے زمان و مکان سے باہر قدم رکھے اور اپنے وسیع اور روشن افکار سے نہ صرف اپنے ملک بلکہ تمام متمدن دنیا کی راہنمائی کر سکے

تقریباً نصف صدی پہلے پاکستان کے مسلمان شاعر اقبال لاہوری نے

زندگی ملل نام پر افتخارش با حروف زرین ثبت و مشہود گشتہ است و استقلال کشوری بزرگ و مسلمان بہمت و ارادہ و افکار عالی او بوجود آمدہ است.

۱ تمدن اسلامی با همه عزت و درخشش خود در طی حرکت خویش بر اثر عواملی چند روز بضعف گذاشت و دیگر کار بزرگانی مانند خیام و مولوی و حافظ و سعدی طی شد و از قرن هفتم و هشتم هجری که قرن مولوی و حافظ است تا پنجاه سال پیش کسی نیامده است که از حدود زمان و مکان بتواند تجاوز کند و فکر بسیط و روشن خود را راهنمای مردم کشور خویش بلکه جهان متمدن قرار دهد تنها از حدود نیم قرن پیش اقبال لاهوری شاعر مسلمان پاکستان است که پای از حدود عادی فراتر گذارده و بجای

کی نسبت بدرجہا وسیع تر اور علمی ادبی اور سیاسی لحاظ سے پیچیدہ تر ہے
.... «مثنوی» اقبال کے لئے ایک مشعل ہے جسکی روشنی میں
وہ عصر حاضر کے پیچیدہ اور تاریک راستوں کو طے کرتا چلا گیا ہے —

از آقای احمد زرین خامه

احمد زرین خط تہران صحافی حلقوں میں معروف ہیں اور انکو تصوف
اور فلسفہ اسلامی سے گہرا لگاؤ ہے

کئی سال سے میں لاہور کے فارسی گو شاعر اقبال سے آشنا ہوں اور
اسکی عظمت کلام اور الہام کو جو اسے عالم عرفان کے بادشاہ مولای رومی سے
حاصل ہوئی پہچانتا ہوں ۔ لیکن مجھے کبھی اس بات کی ہمت نہیں ہوئی
کہ اسکے کلام کو جیسا چاہئے تجزیہ اور تحلیل کر سکوں —

اقبال ایک گرانمایہ شاعر ، پاک سرشت عارف ، بصیر اور ممتاز فلسفی

نسبت به عصر بلخی بمراتب وسیع تر و از حیث اوضاع ادبی و علمی و
پیچیده تر میباشد.

مثنوی مولانا برای اقبال مانند یک مشعلی است که بنور آن جاده
های تاریک و پر پیچ عصر حاضر را طی مینماید.

سالهاست با آثار اقبال شاعر پارسی گوی بزرگ لاهوری آشنا شده
ام و عظمت گفتار او را در الهامی که از شهر یار بزرگ عالم عرفان مولای
رومی کسب کرده است در یافته ام ولی هیچگاه در خود یارای آن ندیده ام
که لا اقل بتوانم آنطور که شاید و باید آثار و افکار او را تحلیل نمایم.

اقبال نه تنها شاعری گرانمایه عارفی پاک سرشت و دانشمندی بصیر و
ممتاز بشمار میرود بلکه یک نابغه ای محسوب میشود که در تاریخ بشریت و

تو پاکستان کے والا گہر قومی شاعر کا بینظیر اور نورانی چہرہ ہمارے سامنے مجسم ہوجاتا ہے —

روز نامہٴ پارس شیراز شمارہ ١٥٧٩

١ جس زمانے میں ہندو پاکستان کے لوگ خارجی حکومت کے سختیوں کی بوجھ تلے وقت گذارتے تھے اور انمیں کوئی جان باقی نہ رہی تھی، اقبال نے اپنے مہیج اور روح انگیز اشعار کے ذریعے ہندوستان کے لوگوں کے دلوں میں حرارت پیدا کی اور انمیں استقلال اور آزادی حاصل کرنیکا خیال جاگزیں ہوا —

یہ ایک حیرت انگیز بات ہے کہ پاکستان کے وجود میں آنے سے تقریباً بیس سال پہلے اقبال نے اسکا نقشہ اپنے تخیل میں کھینچا۔ اس لئے اگر پاکستان کو اقبال کے تخیل کی پیداوار کہیں تو اسمیں کوئی مبالغہ نہیں —

وجود نورانی و بی نظیر علامہ اقبال شاعر والا گہر و ملی پاکستان مجسم میگردد.

١ هنگامیکه هنوز ملت (هند و پاکستان) در زیر یوغ استعمار بسر میبرد و دیگر رمقی برایش باقی نمانده بود مرحوم اقبال با اشعار مهیج و روح انگیز خود چنان شوری درمیان مردم هند انداخت که از همانروز بفکر گرفتن استقلال و بدست آوردن آزادی افتادند. از تعجبات آنکه قریب بیست سال بیش از آنکه پاکستان بوجود آید اقبال آنرا در مغز خود ایجاد کرده و نقشهٴ آنرا در ضمیر منیر خویش ترسیم نموده است و بنا بر این اگر پاکستان را مولود افکار بلند آنمرد بزرگ بدانیم اغراق نگفته ایم.

عام حدود سے آگے اپنا قدم بڑھایا ۔ بجای ساقی اور شاهد اور محفل انس کے
اسکا خطاب تمام بر صغیر کے هند بلکه تمام اهالیان مشرق زمین سے تھا ـــ

شاید هی کسی نے اقبال لاهوری کی مانند اپنی ملت پر اتنا گهرا اثر
ڈالا هوگا یا ملت کی زندگی میں انقلاب پیدا کیا هوگا ـــ

پاکستان کی ملت اور مملکت کا وجود میں آنا اقبال کے افکار اور اسکی
علمی اور ادبی کاوشوں کا نتیجه هے ۔ اقبال کا نام پاکستان کی آزادی سے
مربوط بلکه اسکا مترادف هے ـــ

روز نامه ستـــاره شماره ۴۰۲۳

۱ جو لوگ ایران و پاکستان کی تاریخ اور ادب سے آشنا هیں جانتے هیں که
ان دو ملکوں کے درمیان معنوی وحدت اور روحانی یگانگت موجود هے ـــ

اگر هم اس روحانی ربط اور افکار کی نزدیکی کو سمجھنے کی کوشش کریں

آنکه مخاطب او شاهد و ساقی محفل انس باشد با سراسر مردم قارهٔ هند بلکه
مردم مشرق زمین سخن میگوید.

کمتر کسی مثل اقبـال لاهوری توانسته است که در ملت این اندازه
تاثیر کند و حتی حیات ملتی را تغیر دهد. تشکیل ملت و دولت پاکستان
نتیجهٔ افکار و فعالیتهای علمی و ادبی اوست و بهمین منظور است که تا
پاکستان در جهان است که همیشه پایدار باشد ، نام اقبـال با مفهوم
استقلال پاکستان نزدیک بلکه مترادف است.

۱ کسانی که با تاریخ و ادبیات ایران و پاکستان آشنائی دارند بخوبی
میدانند که یکنوع تلفیق روحی و توحید معنوی ما بین دو کشور موجود میباشد.

اگر بخواهیم بعلت اصلی این ارتباط افکار و هم روحی پی ببریم قیافه و

کا وطن شیراز اور صائب کا وطن تبریز اس مثلث کے تین زاویے ہیں اور مولانا جلال الدین کا مرز بوم بلخ اسکا دل ہے —

عرفانی مشرب میں اقبال کا مشرب ایک علمی مشرب ہے اور وہ اپنے قدیم مرشد رومی کی طرح ,, لا رہبانیت فی الاسلام،، کے مطابق گوشہ گیری سے نفرت کا اظہار کرتا ہے - اور ایسے لوگوں کی تنقید کرتا ہے جو فقر کے نام سے ترک دنیا،، کے عقیدے کو اسلام میں داخل کرنا چاہتے ہیں اس زمانے کے رومی کے اشعار مسلمانوں کو جھوٹ موٹ کے فقر اور تصوف سے خبردار کرتے ہیں اور انکو اسلام کے اعتلا کے لئے علمی جدو جہد کی دعوت دیتے ہیں —

اقبال اندیشه خود را در چهار دیوار هند محصور ننموده بلکه در عالم تخیل یک حیطه جغرافیائی بشکل مثلث ترسیم نموده که لاهور مسعود سعد سلمان و شیراز و حافظ و تبریز صائب زوایای سه گانه و بلخ مولانا قلب آن را تشکیل میداد ولی مکاشفات (رومی عصر) از تخیلات سیاسی و ادبی او مهمتراند.

اقبال در مشرب عرفان نیز دارای روش علمی است و مانند سلف مقتدای خود مولانا بمصداق لارهبانیت فی الاسلام از افراط در گوشه گیری ابراز تنفر مینماید و آنهائی را که بعنوان فقر یک نحوه تاریک دنیا در اسلام بوجود آوردند مورد انتقاد قرار میدهد اشعار رومی عصر مسلمانان را از فقر دروغی و تصوف کاذب بر حذر داشته و آنها را بمبارزه علمی برای اعتلای اسلام دعوت نموده است.

اقبال کے اشعار کے مطالعہ اور سر زمین ایران کے ساتھ اسکے عشق اور دلچسپی کو دیکھکر وہ خطوط جو جغرافیہ کی کتابوں میں پاکستان اور ایران کی مشترک سرحد کو ظاہر کرتے ھیں میری نظر سے محو ھو گئے - میں نے محسوس کیا کہ جو چیز ایران کی ھے وہ پاکستان کی ھے اور پاکستان کے تمام ادبی اور سیاسی مسائل اور معاملات ایران سے تعلق رکھتے ھیں —

شاعر ملی پاکستان اقبال ادبیات فارسی کا سرمایہ اور اس زبان کے لئے موجب افتخار ھے کیونکہ اسنے انگریزی تسلط کے عروج کے وقت ایرانی ادب کے نوسو سالہ سرمایہ اور فارسی زبان کی جو اس ملک میں آخری دموں پر تھی حفاظت کی اور اس نے ھندوستان کے مسلمانوں کو خارجی امپیریلزم کی فکری غلامی سے نجات دی -

از روز نامه دوست ملت شیراز شماره ۱۷۷

اقبال کے افکار ھندوستان کی چہار دیواری میں محصور نہیں - اقبال نے عالم تخیل میں ایک مثلث کی شکل کی ترسیم کی - مسعود سلمان کا وطن لاھور، حافظ

در اثر خواندن اشعار علامه اقبال و درک شوق و جذبه او بسر زمین ایران خطوطی که بروی نقشه جغرافیا بعنوان حدود و ثغور و مرز مشترک ایران و پاکستان از نظرم محو شد زیرا احساس کردم هر چه بایران تعلق دارد متعلق به پاکستان است و در مقابل تمام شئون ادبی و حلقه های سیاسی پاکستان نیز بایران تعلق دارد. اقبال شاعر ملی پاکستان و مایه افتخار ادبیات فارسی است زیرا در بحبوحه قدرت و معارضه زبان انگلیسی با ادبیات نهصد ساله ایران در شبه قاره هند از زبان فارسی که دقائق احتضار را میگذراند دفاع نموده و مسلمانان هندوستان را از بردگی فکری دولت حاکم استعماری نجات داد.

انتخاب از قصیده امیر فیروز کوهی

(امیر فیروز کوهی کا شمار زمانہ حاضر کے استاد شعرا میں ہے اور سبک ہندی میں سخنسرائی کرنے والوں میں آپ کا مرتبہ سب معاصر شعرا سے بلند مانا جاتا ہے۔)

جمال دوست پاکان ز پرده چون بدر آمد
زدیم فالی و اقبال بی زوال بر آمد
بجز خدای کسی اقبال بی زوال ندارد
که آنهم از در پاکان روزگار در آمد
ظفر مصاحب اقبال یارو بخت مساعد
ببین که بر اثر صبر نوبت ظفر آمد
"وفی الصباح سری القوم یحمد" ار بشنیدی
درست بود چوشب رفت و صبح جلوه گر آمد
مضی الحیوة و ما اقبل الحبیبُ علینا
خبر نیآمد از آن یار و مرگ بی خبر آمد
اری اجود بنفسی و ما بجود بوصل
نوید وصل نیامد مرا و عمر سر آمد
"امیر" دامن اقبال را ز کف مگذاری
که هر که حاجت ازآن نورپاک خواست برآمد

اقتباس از منظومه ڈاکٹر رضا زاده شفق

(دکتر رضا زاده شفق ایران کے مشہور علما اور فضلا میں سے ہیں اور آپکی تصنیفات کو بین الملی شہرت حاصل ہے-)

اقبال

اوستاد سخنوران جہان — شاعر فیلسوف پاکستان
که نموده است در عبارت شعر — نغز اندیشه های خودش بیان
رمز حکمت ز قول او ظاهر — سر وحدت ز شعر اوست عیان
مشرب اهل حق مشرب او — مذهب اوست مذهب عرفان

اقتباس از اشعار حسین عشقی پور

اقبال

او مسیحائی فعل بود و کمال — شعر را زنده کرد میدانی؟
با تعب کسب علم کردوادب — تا که شد هم چو رومی ثانی
جمله آثار آن حکیم بزرگ — روشنی بخش فکر انسانی
نام نیکوش جاودان ماند — هم چو خورشید و ماه نورانی
آخر زندگانی ار مرگ است — شاعر از مرگ که شود فانی
واقعا آسمان پاکستان — پروراند شمس تابانی
که فروزنده نور او دائم — نور تقوی و فضل رحمانی
یاد آن تربیت تو ای اقبال — مهبط نور پاک سبحانی

آقای صارمی

بر مزار علامه اقبال لاهوری

بر خیز از خواب گران ای جان من قربان تو
بنگر که مشتاق آمدم در خاک پاکستان تو
ای مظهر صاحب دلی دست من و دامان تو

بر خیز در ایوان نگر مهمان از ایران آمده

بر خیز از خواب گران اینجا نباشد جای تو
بر خیز و پیش آ تا نهم بر روی چشمم پای‌تو
بر دیده بنشانم ترا در دل دهم ماوای تو

افتادهٔ راهت به بین افتان و خبزان آمده

بر خیز از خواب گران اقبال من اقبال من
ای دختر اندیشه ات معشوق ماه و سال من
بردار سر بشنو سخن ای کعبه آمال سخن

در پیشگاه دانشت طبعم غزلخوان آمده

طی کرده ام پیموده ام پر پیچ راه دور تو
منزل بمنزل آمدم تا شهر و تا لاهور تو
اکنون تو و مفتون خود اینک من و دستور تو

آزاده ای دلداده ای در بند فرمان‌آمده

ای آفتاب معرفت ای نکته پرداز سخن

از آقای بلاغی

بیاد اقبال شاعر پاکستانی

دوش بر یادت نگارا گریه‌ای مستانه کردم
رخنه در بنیاد عقل مردم فرزانه کردم

تا سحر گردیده‌را از خون دل کردم لبالب
هرچه می بودم بساغرجمله‌درپیمانه کردم

عقل رابیرون فرستادم ز شهرستان هستی
عالم دیوانگی را فارغ از بیگانه کردم

تا نباشد آه را هم راه در خرگاه جانان
برکشیدم از دل و آواره اش زینخانه کردم

نیمشب چون زلف شبرنگش بچشمم جلوه گرشد
شستمش با اشک‌وبا مژگان‌خونین‌شانه کردم

در خیال شوکت اسلام با اقبال دوشین
گردشی از اندلس بگرفته تا فرغانه کردم

شمه از فتنهٔ کشمیر با آن میر گفتم
شاعر فرزانه را از سوز دل دیوانه کردم

از آقای ابراهیم صفائی

۱۹۵۳ میں روز اقبال کے موقع پر آقای صفائی نے مندرجہ ذیل قطعہ پڑھا :

روز اقبال همه اهل ادب را عید است
نام اقبال بتاریخ ادب جاوید است

یوم اقبال تمام ادبا کے لئے عید کا دن ھے
اقبال کا نام ادبیات کی تاریخ میں جاویدان ھے

آسمانی است جهان هنر و فضل و ادب
که در آن مرد هنرمند مه خورشید است

هنر اور فضل و ادب کی دنیا ایک آسمان سے مشابہ ھے
اور اس آسمان پر مرد هنر مند ماہ و خورشید کے مانند ھے

نظم اقبال از آن شهرت روز افزون یافت
که همه بکر و بدیع و بری از تقلید است

اقبال کے اشعار کی روز افزون شہرت کی وجہ یہ ھے
کہ اس کا تمام کلام تبع زاد، جدید اور تقلید سے بری ھے

شعر اقبال بترویج زبان ایران
خدمتی کرده که شائسته صد تمجید است

اقبال کے اشعار نے ایران کی زبان کو رواج دینے میں جو خدمت کی ھے وہ تعریف کے لائق ھے

چه در ایران چه افغان و چه در پاکستان
روز اقبال همه اهل ادب را عیداست

ایران میں هو یا افغانستان یا پاکستان میں
یوم اقبال تمام اهل ادب کے لئے عید کا دن ھے

دارد مقام و رتبتی شعرت در ایران کهن
درس وفاداری دهد پندت بصدها همچو من
گر سبک شعرت هندی و ور از خراسان آمده

مرغ خوش‌الحان سخن درصحن این بستان توئی
سنگ برای شعر ما در هند و پاکستان توئی
با ما به شعر و شاعری هم عهد و هم پیمان توئی
گر چه امیر دهلوی با سعد سلمان آمده

در آسمان شعر ما رخشان چون تابان اختری
در سینهٔ ما باز شد هر روز از عشقت دری
ای خاک پاکستان بدان قدر چنین دانشوری
دانشوری کاندر جهان ذیقدر و ذیشان آمده

* * *
* *
*

از نامه استاد سعید نفیسی

استاد سعید نفیسی کے متعدد مقالات سے متن کتاب میں اقتباسات پیش کئے جا چکے ہیں ۔ ذیل کا اقتباس انکے ایک خط سے نقل کیا جاتا ہے . یہ خط انہوں نے حال ہی میں آقای محمد ایوب کے نام لکھا ہے اور اسمیں انکے فارسی دیوان ,, نوای فردا،، کے متعلق اظہار نظر فرمایا ہے—

فارسی زبان کے شعرا ایسے حاذق اطبا کے لئے جو مردوں کو زندہ کر سکتے ہوں ہمیشہ سے ,,مسیحا نفس ،، مسیحا دم و عیسی نفس وغیرہ کی اصطلاحات استعمال کرتے رہے ہیں۔ ہمارے زمانے میں اس قسم کے الفاظ کا حکیم عالی مقام علامہ محمد اقبال کے حق میں استعمال کرنا زیادہ مناسب ہوگا کیونکہ اس نے زبان فارسی اور ادب فارسی کو جو بر صغیر ہند و پاکستان میں ایک سو سال سے بھی زیادہ عرصے سے مردہ ہو چکی تھی اپنے مسیحائی دم سے زندہ کیا اور اسکو ایسی زندگی عطا کی کہ یہ زبان اپنی ,,موت،، سے قبل کے زمانے سے بھی زیادہ طاقتور اور قوی تر ہو گئی—

سخن سرایان فارسی زبان تعبیراتی چند مانند ,,مسیحا نفس،، و مسیحا دم و عیسی نفس و نظائر آنرا همواره دربارهٔ پزشکان حاذق که مرده را زنده میکنند بکار برده اند، در زمان ما اینگونه تعبیرات دربارهٔ علامه محمد اقبال سراینده و حکیم بزرگ مناسب ترست زیرا که وی ادب فارسی و زبان فارسی را که در شعبه قارهٔ هند و پاکستان بیش از صد سال مرده بود بدم مسیحائی خود زنده کرد و چنان زندگی بخشید که از دوران پیش از مرگ هم نیرومند تر و برومند تر شد . این کار را که زنده کردن آداب و سنن مرده باشد کمتر کسی توانسته است در جهان‌بکند و می توان بحق این را از معجزات اقبال دانست.

آقای عباس فرات

یوم اقبال (۱۹۵۴) کے موقع پر ایران کے مشہور کہنہ مشق شاعر آقای عباس فرات نے ذیل کا قطعہ پیش کیا—

هست نوروز اهل شعر ادب
روز دکتر محمد اقبال

شعرا اور ادبا کے لئے یوم اقبال
عید نو روز ہے

چون بدو سر فراز شد دانش
چون بدو زنده گشت فضل و کمال

چونکہ اس کے وجود سے دانش کا مرتبہ بلند ہوا۔
اور فضل و کمال اسکے دم سے زندہ ہوئے

جانب آسمان عز و شرف
میزند مرغ روح او پر و بال

اسکی روح کا پرندہ عز و شرف کے آسمان
کی طرف پرواز کر رہا ہے

گشته زین روز خوش پیاله ما
از شراب سرور مالا مال

اس مبارک دن ہمارا پیالہ
شراب سرور سے لبریز ہو گیا ہے

روز او هم چو مهر دوست فرات
میشود دلفروز تر هر سال

یوم اقبال محبوب کی محبت
کی مانند سال بسال زیادہ دلفروز ہوتا جاتا ہے—

قطعه استاد سعید نفیسی که بر مزار اقبال در سال ۱۹۵۶ سروده شد

بخاک پاک تو آمد غباری از ایران
کشای چشم و سر از خاک یکزمان بردار
ز خاک سعدی و فردوسی آمدم بر خیز
پیام حافظ آورده ام بشو بیدار
بدست من گلی از بوستان مولاناست
بپای خیز که تا بر سرت کنیم نثار
هزار بار مرا آرزوی دیدن بود
چه میشود که ببینم جمال تو یکبار
بجان و دل تو نفیسی ببوس خاک درش
که بود امید فراوان و آرزو بسیار

اپریل ۱۹۵۶

اس جہاں میں نہایت ھی کم ایسے اشخاص ہوئے ھیں جنھوں نے مردہ آداب اور سنن کو زندہ کیا ھو اسلئے ھم نہایت انصاف سے اس بات کو اقبال کا معجزہ شمار کر سکتے ھیں —

اقبال محض پاکستان کی بنیاد رکھنے والوں میں سے ھی نہیں بلکہ اسکے علاوہ اسکو ملل اسلامی کی جدید ادبیات کا (مخصوصاً فارسی زبانوں کے لئے) موسس گردانا چاھئے ۔ اسکا یہ اعجاز کہ اس نے مشرق کے رھنے والوں کو کئی سو سال کی نیند سے بیدار کیا اھل جہان کو حیرت میں ڈالے ہوئے ھے —

اقبال کے مسیحائی اور جان افروز دم کا اثر ھے کہ آج ھند و پاکستان میں اور حتی ایران میں متعدد اور مقتدر مفکروں نے اسکے معجزہ آسا کلام کی پیروی شروع کر دی ھے اور اسکے عالی قدر اور قوت بخش افکار کی اپنے کلام میں تعبیر اور تفسیر کرنے لگے ھیں —

اقبال نے مشرقی فلسفہ کی نئی بنیاد رکھی ھے اور اسکے پیروؤں اور مداحوں کی تعداد روز بروز بڑھ رھی ھے —

اقبال نه تنهایکی از بنیاد گذاران پاکستانست بلکه موسس اساس جدیدی در ادبیات ملل اسلامی و مخصوصاً پارسی زبانان می تواند بشمار آید. اعجاز وی در این است که مردم خاور زمین را چنان از خواب گران چند صد ساله بر انگیخت که مایهٔ شگفتی جهانیان شد.

اثر مسیحائی دم جانبخش اقبال همین بس که امروز در هند و پاکستان و حتی در ایران گروهی از متفکران برو مند دنبالهٔ کار بزرگ معجزه آسای وی را گرفته و اندیشهٔ بزرگ و نیرومند وی را در سخن خود تعبیر و تفسیر میکنند. وی اساسی در فلسفهٔ شرق نهاده است که روز بروز بر پیروان و گروندگان آن می افزاید.